ماہِ ولائیت

تذکرہ حضرت بابا جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: ڈاکٹر عبدالشکور ساجد

المصطفیٰ تھنکرز فورم فیصل آباد

ماہِ ولائت

تذکرہ پیر جلال الدین قادری پیرم پوری رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری

حق پبلی کیشنز

2-A فرسٹ فلور سید پلازہ چیٹر جی روڈ

اردو بازار لاہور فون 0423-7220633

یا اللہ تیرا شکر ہے

''رحمتیں، برکتیں، وسعتیں''

ناشر: عدیل حق، محمد اجمل

کتاب .... ماہِ ولائتؒ

مصنف .... ڈاکٹر عبدالشکور ساجدؔ انصاری

اشاعت 2014ء

کمپوزنگ .... انس چوہدری۔ حنیف انصاری

قیمت ....300 روپے

حق پبلی کیشنز

2-A سید پلازہ، چیٹر جی روڈ اُردو بازار لاہور

فون: 0092-42-37220631-33

0092-300-9422434

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

قطب الاقطاب غوثِ زماں

پیر سید علی معظّم گیلانی الحسنی الحسینی رحمتہ اللہ علیہ

کے نام جن کی آمد سے خطۂ پنجاب میں

اسلام کا اجالا دور دور تک پھیلا۔

مَـوُ لَایَ صَـلِّ وَسَـلِّـمُ دَآئِمًا ابَدًا
عَـلٰـی حَبِیُبِکَ خَیُـرِ الُخَلُقِ کُلِّهِمٖ
مُـحَمَّد ؐسَیِّـدُ الُـکَـوُنَیُنِ وَالثَّقَلَیُنِ
وَالُـفَـرِیُقَیُنِ مِنُ عُرُبٍ وَّ مِنُ عَجَمٖ

﴿صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیُہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحُبِہٖ وَبَارکَ وَسَلَّمَ﴾

فہرست

(درودِ ابراہیمی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم !

صلی اللہ علی النبی الامی وعلیٰ آ لہ وسلم تسلیما

گلہائے تشکر

تمام حمد و ثنا اور تعریفیں اس ذات ِ یکتا کے لئے، جس نے ہمیں پیدا کیا ،صورت و سیرت میں حسن وکمال عطا فرمایا اور مسلمان ہونے کے شرف و اعزاز سے نوازا۔اربوں درود وسلام ہوں اس پیکر نور (صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم) پر جو رحمت کی کملی اوڑھے ختم نبوت کا تاج سجائے اور سیّد الوریٰ کا وصف لئے ہم غریبوں ، بے نواؤں کی راہنمائی اور بہتری کے لئے تشریف لائے اور ان گنت درود وسلام ہوں آپ کی آل اطہار پر، ازواجِ مطہرات پر تمام صحابۂ کرام پر اور جمیع اولیائے کرام پر، جن کی بدولت ہم پر رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور ہمارے قلب وروح کو چین اور سکون ملتا ہے۔اما بعد:

حضرت ابراہیم ادھم (رحمتہ اللہ علیہ) ایک بہت عظیم المرتبت بزرگ ہوئے ہیں۔وہ درویشی سے پہلے ایک سلطنت کے بادشاہ تھے۔بظاہر بہت شان وشوکت اور دبدبہ کے مالک تھے لیکن ان کی روح حق کی متلاشی تھی۔ایک رات وہ اپنے محل میں سو رہے تھے کہ کسی آہٹ سے ان کی آنکھ کھل گئی ،سوچنے لگے کہ محل کی سخت نگرانی اور محافظوں کے کڑے پہرے میں کس کو یہ جرأت ہوئی کہ محل کی چھت پر یوں آزادانہ چلے پھرے اور بادشاہ کی نیند میں خلل ڈالے۔انہوں نے کھڑکی سے سر نکالا اور آواز دی کہ کون ہے؟ چھت کے اوپر سے نورانی مخلوق نے جھانک کر دیکھا اور کہا کہ ہم اپنی

کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہیں۔ابراہیم ادھمؒ نے پوچھا کہ کیا تلاش کرر ہے ہو یہاں؟مخلوق نے جواب دیا کہ ہم اپنا کھویا ہوا اونٹ تلاش کرر ہے ہیں۔انہوں نے حیرانی سے کہا کہ کوئی گمشدہ اونٹ چھتوں پر تلاش کیا جاتا ہے؟ اس مخلوق نے برجستہ جواب دیا کہ کیا کسی نے بادشاہی کی حالت میں تخت وتاج پا کرفقیری کوتلاش کیا ہے؟ یہ سن کرآپ پرعجب بے خودی کی حالت طاری ہوگئی۔دل پراس بات نے بے حد اثر کیا اوراسی وقت سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پہاڑوں اور بیابانوں کی طرف نکل گئے اوراللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگئے۔

معلوم ہوا کہ کوئی کسی سلطنت کا بادشاہ یا گلیوں میں پھرنے والا بنجارہ، جاگیروں کا مالک ہو یا محنت مزدوری کرکے پیٹ پالنے والا بندہ' سب کے اندر حق کی تلاش اوراپنے من میں سکون اورراحت کی شمع جلانے کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔ جودنیا کی عارضی خوشیوں اورفانی نعمتوں کوترک کےفقر وغنااورقناعت کی زندگی اپنالیتا ہےاوراپنےنفس کی خواہشات کورب کی رضا کےآگےقربان کردیتا ہےوہ کامیاب ہوجاتا ہےاورقربِ الٰہی کا حقدار بن جاتا ہے۔ایسے ہی لوگ اللہ تعالیٰ کی عنایات اورانعامات کے مرکز بنتے ہیں اورسلوک ومعرفت کی منزلیں طے کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کی نیابت اور دستِ قدرت کے مظہر بن جاتے ہیں۔اللہ کے ان پیارے دوستوں کوانعامات میں کیا کیا ملتا ہے۔ یہ جاننے کے لئے ہم ایک بار پھرحضرت ابراہیم ادھمؒ کی بارگاہ میں چلتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم ادھمؒ دریا کے کنارے بیٹھے اپنی گدڑی سی رہے تھے۔وہاں سے ایک وزیر کا گزر ہوا جوآپ کو پہچانتا تھا۔ وہ حیرانی اورتعجب سے سوچنے لگا کہ آپ اپنی سلطنت کوچھوڑکر یوں غربت اور بےکسی کی زندگی آخرکیوں گذاررہے ہیں؟ایک عظیم سلطنت کوخیر باد کہہ کردرویشوں کا سا لباس پہنے پھررہے

ہیں۔ حضرت ابراہیمؒ نے کشف کے ذریعے اس کی دل کی بات سمجھ لی۔ اور اس کو اپنے قریب بلایا۔ آپ نے اس سے کہا کہ تو نے اپنی سمجھ اور شعور کے مطابق بات کی۔ اس کے بعد آپ نے اپنی سوئی دریا میں پھینک دی اور پھر آواز دی کہ میری سوئی مجھے دے دو۔ وزیر کیا دیکھتا ہے کہ ہزاروں مچھلیاں سونے کی سوئیاں منہ میں لئے نمودار ہو گئی ہیں لیکن آپ نے کہا کہ اے اللہ! مجھے صرف میری سوئی چاہئے چنانچہ اسی وقت ایک دوسری مچھلی برآمد ہوئی جس کے منہ میں حضرت ابراہیم ادھمؒ کی سوئی تھی۔ آپ نے سوئی اس مچھلی سے لے لی۔ اس کے بعد آپ نے اس وزیر کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ یہ بادشاہی اچھی ہے یا وہ حقیر سلطنت کی بادشاہی۔ پھر خود ہی فرمایا کہ یقیناً یہی بادشاہی اعلیٰ اور برتر ہے۔

نبی کریم رؤف ورحیم سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے لے کر دورِ حاضر تک یہ دنیا اللہ تعالیٰ کے ایسے ہی انعام یافتہ بندوں اور دوستوں سے آباد رہی ہے اور مخلوقِ خدا ان اولیاء کرام کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہوتی رہی ہے۔ ماہِ ولایت آفتابِ معرفت حضرت پیر سیّدنا جلال الدین قادریؒ بیرم پوری بھی ایسے ہی اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات مینارۂ نور اور مرکزِ فیوض وتجلیات تھی۔

آپ کی شخصیت، تعلیمات اور آپ کا مزارِ اقدس آج بھی حق کی تلاش میں سرگرداں افراد کے لئے سرچشمۂ فیض ہے۔ آپ کی شخصیت اور کرامات کا گلدستہ مرتب کرنے کی سعادت جو مجھے ملی ہے یہ بھی آپ کے فیضانِ کرم کا ایک سلسلہ ہے۔ آج سے تیرہ سال قبل میں نے ماہِ ولایت کے نام سے ایک کتابچہ ترتیب دیا تھا جو مریدانِ سلسلہ اور دیگر عقیدت مندوں میں کافی مقبول ہوا۔ اب اس کتابچے کو مزید وسعت دیتے ہوئے کچھ اضافہ وترامیم کے ساتھ دوبارہ آپ کی خدمت میں ایک

خوبصورت کتاب کی صورت میں پیش کر رہا ہوں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ تصوف کے خدوخال اور اپنے من میں معروفت و حقیقت کی جوت جلانے کی خواہش رکھنے والوں کے لئے ایک بنیادی طریقہ کار کا ذکر کیا جائے پھر سیّدالاولیاء حضور غوث اعظمؒ کا ذکر خیر پہلے سے ذرا وسیع اور دلچسپ انداز میں تحریر کیا جائے۔

حضرت باباجیؒ کا ذکر خیر بھی مزید احسن انداز میں کیا گیا ہے اور آپ کی کرامات میں مزید واقعات کا ذکر پوری تصدیق اور ثبوت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخری اوراق میں حضرت غوثِ اعظمؒ کے خطبات میں سے منتخب اقتباسات بھی درج کئے گئے ہیں تا کہ قارئین کرام کے قول و فعل میں تعلیمات غوثیہ کی جھلک دیکھنے کو ملے اور وہ ان سے استفادہ اٹھاتے ہوئے اپنی زندگی کو حضور غوثِ اعظمؒ کے سانچے میں ڈھال کر سچے اور پکے مسلمان بن سکیں۔

آخر میں سلسلہ عالیہ قادریہ قلندریہ چک 297 ج ب گوجرہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت قبلہ پیر فضاء دستگیر قادری مدظلہ العالی کا بے حد ممنون و شکر گزار ہوں کہ جن کی نظر کرم اور خصوصی توجہ اور تعاون سے اس کتاب کو چار چاند لگے اور بہت سے واقعات و کرامات آپ کی وجہ سے میرے علم میں آئے۔ عزیزم محمد عاصم جیلانی (جدہ)، برادرم رانا محمد عتیق (امریکہ) اور دیگر پیر بھائیوں کا دلی طور پر ممنون ہوں کہ ان کا ہر قسم کا تعاون اور سرپرستی شامل حال رہی۔

اس کتاب کے پبلشر جناب عدیل حق بھی خصوصی شکریے کے مستحق ہیں کہ جن کے تعاون کی بدولت یہ خوبصورت کتاب اشاعت و طباعت کے مراحل سے گزر کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچی۔

میں دیگر تمام پیر بھائیوں اور دوست واحباب کا بھی شکر گزار ہوں جن کا تعاون، مشاورت اور دعائیں مرے ساتھ رہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیاء کرام کے دامن سے وابستہ رہنے اور ان کے آستانوں کا نمک خوار رہنے کی توفیق دے اور ہمیں شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض یاب کرے اور اپنے خاص بندوں میں شمار کرے۔ (آمین!

خادمِ آستانہ قادریہ

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری

یکم محرم الحرام 1436ھ

26 اکتوبر 2014ء

غوثِ اعظمؒ بمنِ بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلی اللہ علی النبیّ الاُمّیِّ وعلیٰ آلہ وسلم تسلیما

تصّوف۔ایک تعارف

اللہ تعالیٰ کی ذات ایک ہے، لاشریک ہے، ہرعیب سے پاک ہے۔وہ ہر چیز کا مالک، خالق اور قادر ہے۔مگراس نے چاہا کہ اس کی پہچان ہو،اس کا عرفان ہو۔اس مقصد کی خاطر اس نے امرِ کُن سے اس کائنات کوتخلیق کیا۔چاند،سورج اور ستارے بنائے، زمین وآسمان بنائے،اس زمین کوخلق کرنے کے بعد سرسبزی وشادابی عطا کی۔یہاں پہاڑ،سمندر،دریا،جنگل،صحرااور مرغزار بنائے۔سبزہ وگل کی ردائیں بکھیریں، بادوباراں، برکھا اور قوسِ قزح کے رنگ پھیلائے، اناج ودانہ، اثمار ومیوہ جات کی مختلف انواع واقسام سے نوازا اور پھر اس دھرتی کوسجانے کے بعد حضرتِ انساں کوتخلیق کر کے بھیجا، اُسے تمام مخلوقات سے افضل او مسجودِ ملائکہ بنایا، احسنِ تقویم یعنی سب سے خوبصورت اندازِ خلقت بخشا، سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے اپنا خلیفہ اور نائب بنایا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی رحمٰن ورحیم اور مہربان ہے کہ اپنی کمالِ تخلیق یعنی بشر کو اپنی معرفت عطا کرنے اور گمراہی ،ضلالت اور بدعقیدگی سے بچانے کے لیے اپنے برگزیدہ اور مقرب بندوں کی صورت میں ہدایت وراہنمائی کا پورا اہتمام کیا۔ ہر دور اور ہر زمانے میں بستی بستی قریہ قریہ اپنے نبی اور رسول بھیجے جو ہدایت کا مینار بن کر بھٹکتی انسانیت کے لیے رُشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

جب تہذیب وتمدن اپنے نکتہ عروج پر پہنچی اور بشر نے عقل وشعور کی انتہاؤں کو پا لیا تو سب سے آخر میں اپنے محبوب ترین نبی کو ختمِ نبوّت کی خلقتِ فاخرہ عطا کر کے اور اُسے رحمۃ للعالمین کا تاجِ رفعت پہنا کر معبوث کیا۔

سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے کائنات پر چھائے گمراہی کے اندھیرے کافور ہوگئے، ہر طرف رُشد وہدایت کے انوار جگمگانے لگے۔نوح بشریت کا پرمژدہ گلستان پھر سے سرسبز اور گلزار پُر بہار بن گیا۔آپ کی آمد سے عرب کے صحرانشین اور اُجڈ باسی تمام عالم انسانیت کے قائد اور امام بن گئے۔نئے کلچر اور تہذیب کو فروغ دیا جس کے اثرات سے اکنافِ عالم نے فیض یابی حاصل کی۔وادی حجاز کے ان پڑھ اور گنوار باشندے دنیا بھر کے معلّم اور پیشرو بن گئے۔

نبی اکرم، سیّدِ نا عالم، صاحبِ جودوکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ ہر خوبی اور صفت کا مرّقع تھی۔ ہر حسنِ عمل اور تمام اخلاقِ حسنہ آپ کی ذات میں مجتمع تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتار، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جانثاروں اور ساتھیوں کے لیے منبعِ نور تھے۔صحابۂ کرام ؓ کو کوئی مشکل پیش آتی یا زندگی کے روزمرہ معمولات میں کسی دقّت کا سامنا ہوتا تو وہ فوراً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رجوع کرتے۔معاملہ ازدواجی زندگی کا ہوتا یا معاشرتی رہن سہن کا، باہمی تعلقات کی بات ہوتی یا دیگر اقوام، قبائل اور حکومتوں سے رابطوں کی، اندازِ حکمرانی میں کوئی راہنمائی درکار ہوتی یا غزوہ وسرایہ میں دشمنوں سے معاملات کی گھڑی الغرض ہر مقام پر ان صحابہ ؓ کو رحمۃ للعالمین سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت اور راہبری ہر وقت میسّر تھی۔

اپنا مشن پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور دینِ اسلام کو جامۂ کمال پہنانے کے بعد نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ فرمایا تو صحابہ کرام ؓ کو اور پھر ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کو بکھرے موتی سمیٹنے کا خیال آیا۔ تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث بکھر نہ جائے۔ صحابہ کرام ؓ اور پھر عظیم تابعین نے یہ فریضہ سنبھال لیا۔ کسی نے فقہی مسائل کو یکجا کیا، کسی نے احادیث کو ترتیب دیا، کسی نے روحانیت اور معرفت کی مسند کو سنبھالا اور تزکیۂ نفس کے مشن کو آگے بڑھایا تو کسی نے تعلیم و تدریس کے میدان میں قسمت آزمائی کی۔ اور پھر یوں ہوا کہ زمانے کی ستمگری نے نظامِ خلافت کو بادشاہی اور ملوکیت میں بدل دیا۔ لوگوں میں مادہ پرستی، جاہ پسندی اور نفس پرستی نے گھر کر لیا۔ روحانی اقدار اور نفس و روح کی پاکیزگی کا سلسلہ ناپید ہو گیا۔ ایسے میں مسلمانوں کے ایک مقدس طبقے نے نبوی مشن کے اس اہم روحانی پہلو کو جاری رکھنے اور حضرت سیّدنا صدیقِ اکبرؓ و مولائے کائنات سیّدنا علی بن ابو طالبؓ کی عرفانی اقدار کو جاری رکھنے کے لیے روحانیت کے میدان کو سنبھال لیا۔ صوفیاء، درویشوں، قلندروں نے بندگانِ خدا کی تزکیۂ نفس اور ان میں اخلاص، تقویٰ، توبہ، رجوعِ الی اللہ اور خدمتِ انسانی کے جذبات کو فروغ دینے کے لیے دن رات وقف کر دیئے۔ انہوں نے علم و عرفان حاصل کیا، سلوک اور معرفت کی منزلیں طے کیں، شریعت پہ عمل کیا اور پھر قربتِ الٰہی کے مقام پر جا گزیں ہوئے۔ ان صوفیاء، اولیاء اور صاحبانِ معرفت و طریقت کا مشن تصوّف کہلایا۔ آیئے ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ تصوّف سے مراد کیا ہے اور مشاہیر صوفیاء اور مشائخ اس حوالے سے کیا رائے رکھتے ہیں۔

لفظ تصوّف کا مطلب علم ءِ لغت کے مطابق صوف (اون) کا لباس پہننا ہے۔ یعنی صوفی وہ لوگ ہیں جو اکثر صوف کا لباس زیبِ تن کئے رکھتے ہیں۔ لیکن اصطلاحاً تصوف سے مراد ہے تزکیۂ نفس اور قلب کی صفائی۔ یعنی اپنی روح اور نفس کو دنیاوی خواہشات نفسانی آلائشوں سے پاک صاف کر کے آئینے کی طرح صاف ستھرا

کرنا ہے جس پر صرف خالقِ حقیقی کا جلوہ نظر آئے۔

پیرانِ پیر شہنشاہ طریقت غوف اعظم الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے۔

''صوفی وہ بندہ ہے جس کو اللہ نے دل کی طہارت یعنی صفائے قلب عطا کی ہے اور جو نفس کی آفتوں اور برائیوں سے خالی ہو۔

اللہ کے بتائے ہوئے نیک راستے پر چلنے والا ہو۔

حقائق کو گرفت میں لینے والا ہوا ور اپنے دل کو مخلوق کے درمیان غیر متحرک محسوس کرنے والا ہوا (یعنی دنیا کی کشش کا شکار نہ ہو)''۔

اللہ کے ساتھ صدق اور اس کے بندوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا تصوّف ہے۔ (غنیّۃ الطالبین)

مخدومِ اُمت حضرت داتا گنج بخش سیّدنا علی ہجویریؒ نے اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں صوفی اور تصوّف کے حوالے سے تحریر کیا ہے۔

''لوگوں نے نام صوفی کی بہت سی تعریفیں بنا رکھی ہیں اور بحث میں بہت سی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ایک جماعت کہتی ہے کہ صوفی کو صوفی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ کمبلی اوڑھتا ہے۔ایک جماعت کہتی ہے صوفی کو صوفی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بروزِ قیامت صفِ اول میں ہوں گے۔ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ صوفی وہ شخص ہے جو اصحابِ صفّہ کے ساتھ محبت اور وِلا رکھتا ہو۔ایک طبقہ کہنے لگا کہ صوفی ایک اسم ہے جو صفا سے مشتق ہے۔یعنی جس کے اندر باہر صفائی ہے وہ صوفی کہلانے کا حقدار ہے۔

اہلِ تصوّف کا ذکر کرتے ہوئے ابتداء میں حضور داتا گنج بخشؒ نے قرآن کریم کی آیت اور ایک حدیث مبارکہ بھی تحریر کی ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:63)

ترجمہ:۔خاص بندگانِ الٰہی وہ ہیں جو زمین پر جھک کر چلتے ہیں اور جب جاہل انہیں چھیڑیں تو وہ بجائے جواب کے، ان سے کہہ دیتے ہیں کہ اچھا خوش رہو۔''

نبی کریم سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کا مفہوم ہے۔

''یعنی جس نے اہلِ تصوف کی آواز سن کر ان کی دعوت کو قبول نہ کیا، وہ اللہ کے نزدیک غافلوں میں لکھا گیا ہے۔''

حضور داتا گنج بخشؒ نے مزید لکھا ہے:

''کسی چیز کی خوبیوں کا نام عمدگی اور برگزیدگی ہے اور اس کی خرابیوں کا نام اس کی کدورت اور برائی ہے۔ چونکہ اصحابِ تصوف نے اپنے اخلاق و معاملات اور ظاہری عادات کو درست کرلیا ہے اور طبیعت کی آفتوں یعنی طبعی اور باطنی عیبوں اور خرابیوں سے کنارہ کرلیا ہے، اس لیے اسے صوفی کہتے ہیں''۔

اولیاءاللہ کی جماعت کے سردار سیّدالطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے تصوف کے بارے میں فرمایا ہے۔

''تصوف یہ ہے کہ صوفی اپنی زندگی اللہ کی یاد میں اس طرح بسر کرے کے غیر اللہ سے کوئی تعلق اور وابستگی باقی نہ رہے''۔ (رسالۂ قشیریہ)

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ تصوف قرآن وسنت یا شریعت سے الگ تھلگ چیز نہیں ہے بلکہ اسلام کی روح کا نام تصوف ہے۔ ظاہری عقائد اور عبادات کے ساتھ ساتھ من کی دنیا کو اُجلا کرنے کا نام تصوف ہے۔ اگر تصوف کو خوبصورت عمارت سمجھا جائے تو شریعت اس کی بنیاد ہے۔

سیّدالطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے۔

''تصوف سراسر اسلام پر مبنی ہے''۔

ایک اور جگہ پر آپ کا قول ہے۔

''دراصل تصوّف قرآن و حدیث پر مبنی ہے اور یہ کہ ہمارا طریقہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہے''۔(رسالۂ قشیریہ)

تصوّف کو بعض لوگ غلط معنی پہنا کر وجہ مذاق بناتے ہیں۔وہ رہبانیت یا جوگی بن جانے یا دنیا سے الگ تھلگ کو اسے ترک کر دینے کو تصوف سمجھتے ہیں جو درست نہیں ہے۔

ایک جیّد شیخ ابوالنصر سراجؒ تحریر کرتے ہیں۔

''تصوّف کا مطلب ترکِ دنیا ہرگز نہیں ہے بلکہ شریعت کا کامل اتباع ہے۔صوفیاء کی تمام تعلیمات وتعریفات قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں اور تصوّف دراصل اسلام کے باطنی پہلو کا نام ہے''۔(کتالب اللمع)

ایک اور نامور بزرگ شیخ ابوبکر الکلاباذیؒ اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

''تصوّف دائرۂِ اسلام کے اندر ہے، باہر ہرگز نہیں۔صوفیاء کے عقائد بالکل اسلم کے مطابق ہیں اور صوفیاء ہر اس بات کو جو قرآن وسنت کے خلاف ہو،قطعاً تسلیم نہیں کرتے''۔(کتاب التعرف)

سلسلہ سہروردیہ کے سربراہ شیخ المشائخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے اس حوالے سے تحریر کیا ہے:

''مسلمانوں کے طبقات میں صوفیاء کرام کا طبقہ اور گروہ ہی ایسا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسنِ اتباع میں کامیاب ہوا ہے۔اس لیے کہ اس طبقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی تعمیل کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کام کا حکم دیا،اس پر ثابت قدمی سے عمل کیا اور جن امور سے روک دیا،رک

گئیے۔‘‘ (عوارف المعارف)

تصوّف کے لبادے میں شریعت کو پسِ پشت ڈالنے والوں کو خبردار کرتے ہوئے امامِ ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ لکھتے ہیں:

’’شریعت کے تقاضوں پر جتنا بھی عمل کیا جائے گا نفسانی خواہشات اسی قدر مٹتی جائیں گی۔ لہٰذا نفسانی خواہش کے ازالے کے لیے شریعت کے ایک حکم کی پاسداری اوراس پر عمل ان ہزارسالہ ریاضات اور مجاہدات سے بڑھ کر ہے جو نفس کی خواہش کے لیے ہوں‘‘۔ (مکتوبات۔ دفتر اوّل)

مقامِ محبوبیت پر فائز ہونے کا راز بتاتے ہوئے حضرت مجدّد پاکؒ فرماتے ہیں۔

’’حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اتباع اور اطاعت میں کوشش کرنا بندے کو مقامِ محبوبیت تک لے جاتا ہے۔ ہر عقلمند اور صاحبِ دانش پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب کی اتباع میں ظاہراً اور باطناً پوری سعی اور کوشش کرے۔‘‘

(مکتوباتِ امامِ ربانی۔ دفتر اول)

یہاں یہ امر ملحوظِ خاطر رہے کہ تصوف ایک نہایت پاکیزہ مشن ہے اور مقدس فریضہ ہے جو صوفیاء کرام اپنی خانقاہوں اور روحانی مراکز میں سرانجام دے رہے ہیں۔ مگر جس طرح علماء حق کے مقابل علماء سو کا گروہ غلبہ حاصل کیے ہوئے ہے۔ نیک خصلت اور خداترس حکمرانوں کی بجائے جابر، جاہ پسند اور موقع پرست حکمران مسلط ہیں۔ اسی طرح تصوف کی دنیا میں بھی اصل صوفیاء اور درویش کم کم نظر آتے ہیں جبکہ بھنگ چرس پینے والے، جادوٹونہ کرنے والے، ہندو جوگیوں کی طرح آگ کے الاؤ جلا کر لنگوٹ یا دھوتی پہننے والے اور مال دولت کے پجاری دنیادار پیروں کا غلبہ ہے۔ ان سے بچنا اور ان کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا دورِ حاضر کی اولین

ضرورت ہے۔ پستی اور زوال کے یہ حالات ہمیشہ ہی رہے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنے دور میں ایسے دنیا پرست اور ایمان فروشوں کی نشاندہی کی ہے جو آج کے زمانے میں بھی حرف بحرف صادق آتی ہے۔

''خداوندِ قدوس عزوجل نے ہمیں ایسے دور میں پیدا کیا ہے کہ جس کے لوگ نفسانی خواہشات کا نام شریعت، اقتدار پرستی اور تکبر کا نام عزت وعلم، خلقِ خدا سے ریاکاری کا نام خوفِ الٰہی، دل میں کینہ چھپا رکھنے کا نام حلم، فضول جھگڑنے کا مناظرہ، باہمی دنگا فساد اور بے وقوفی کا نام بزرگی، منافقت کا نام زُاہد، جھوٹی آرزوٗں کا نام ارادت وعقیدت، طبیعت کے ہذیان کا نام معرفت، دلی خواہشوں اور نفسانی وسوسوں کا نام فنا اور شریعتِ مصطفویٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترک کرنے کا نام طریقت اور اہلِ زمانہ کی آفتوں کا نا مجاہدہ رکھ لیا ہے۔ یہاں تک کہ معرفتِ الٰہی کا عریان رکھنے والے اس دنیا سے الگ تھلگ ہو گئے ہیں اور دنیا پرستوں نے غلبہ پالیا ہے''۔

(کشف المحجوب)

پس یہ بات اظہر من الشّمس ہوگئی کہ تصوف قرآن وسنت کی مکمل اتباع، شریعت کی پیروی نفس کی طہارت اور روح کی پاکیزگی کا نام ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے تصوف کی دنیا سے وابستہ لوگوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ صوفی:

وہ شخص جو اپنے وجود سے فنا ہو کر فنا فی اللہ ہو گیا۔ دنیاوی خواہشات، آلائشات سے آزاد ہو کر حق کی معرفت پا گیا۔

۲۔ متصوف:

ایسا شخص ہے جو اس درجہ کی آرزو میں تکالیف اور مشقت برداشت کر رہا ہے اور مجاہدے میں مصروف ہے اور صوفی بننے کا خواہش مند ہے۔ اور صوفیاء کرام کی پیروی

میں اپنی اصلاح کرتا ہے۔

متصوّف: وہ شخص ہے جو دنیاوی مال ومتاع حاصل کرنے کے لیے صوفیاء کرام کے اعمال، افعال اور حرکات کی نقل کرتا ہے۔ صوفیاء کرام کے اقوال بیان کرتا ہے مگر خود بے خبر اور غافل ہے۔ ایسے ہی شخص کے بارے میں مشائخ نے کہا ہے۔ ''متصوف صوفیائے کرام کے نزدیک ایک ذلیل مکھی ہے اور عوام کے حق میں وہ ایک بھیڑیئے کی مانند ہے (یا بجو کی طرح ہے)۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے جعلی پیروں اور نام نہاد صوفیوں کے شر سے محفوظ رکھے۔

سلسلۂ تحریر کو شیخ المشائخ امام ابوالقاسم القشیریؒ کے قول پر سمیٹتے ہیں:

''حقیقت (معرفت) ربوبیت کا مشاہدہ ہے۔ جبکہ شریعت بندگی اختیار کرنے کا حکم ہے۔ پس ہر شریعت جس کی تائید حقیقت سے نہ ہو، ناپسندیدہ اور نامقبول ہے اور ہر حقیقت جو شریعت کی قید سے آزاد ہو فضول ہے''۔ (رسالہ قشیریہ)

صلی اللہ علی النبی الامی وعلیٰ آلہ وسلم تسلیما

تلاشِ حق اور من کا اُجالا

خالقِ کائنات نے جب اشرف المخلوقات بشر کو تخلیق کیا تو اس کے خمیر میں جستجو کا مادہ رکھ دیا۔اس کو یہ خصلت عطا کی کہ وہ گردوپیش میں پھیلے مظاہرِ قدرت میں غوروفکر کرے اور پھر ان کے خالق و مالک کی معرفت حاصل کرے۔اس تلاش میں محور ہے کہ کس ہستی نے اس کارخانہ قدرت کو تخلیق کیا، اور کون ہے وہ جس کی طرف زندگی کا سفر جاری وساری ہے اور موت کے بعد کس ذاتِ لافانی کے پاس پلٹ جانا ہے۔اللہ تعالیٰ نے جوہرِ بشریت میں بدی اور نیکی کی قوتیں رکھ دیں۔تاکہ اتمامِ حجت ہو اور اچھے اور برے انسان کا پتہ چل سکے۔اور حق کا باطل سے نتارا ہو سکے۔

اپنی تخلیق سے لے کر آج تک انسان اپنے اسی بشری تقاضے کے پیشِ نظر اس جستجو میں لگا ہوا کہ اپنے خالق و مالک کا پتہ چل سکے اور اس کے سامنے سربسجود ہو کر عبادت گزاری کا حق ادا کر سکے۔کبھی اس نے سورج کو اپنا خالق و مالک اور معبود مان لیا کبھی چاند کو۔کہیں جانوروں کو دیوتا مان کر ان کی پرستش کرنے لگا اور کبھی اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے مٹی اور پتھر کے بت اس کی عبادت کا مرکز بن گئے۔باطل اور شر کی قوتیں ہمیشہ اس پر غلبہ پانے کی کوشش کرتی رہیں۔اور شیطان اس کے ساتھ کھلی دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمیشہ اسے گمراہی کی دلدل میں پھنسانے کی کوشش میں لگا رہا۔لیکن معبودِ حقیقی اور خالقِ کائنات نے عالمِ بشریت کو اس گمراہی کی اس دلدل سے نکالنے اور حق کے روشن راستوں پر رواں دواں رکھنے کے لیے راہنمائی،

رہبری اور رشد وہدایت کا مکمل اہتمام کیے رکھا اور یہ نظام اب تک جاری و ساری ہے۔اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور منتخب بندے نبی اور رسول کی حیثیت سے ہمیشہ سے آتے رہے اور مختلف قبیلوں، گروہوں،قوموں، علاقوں، بستیوں اور زمانوں میں بسنے والے انسانوں کی راہبری کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ سب سے آخر میں خاتم الانبیاء سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کامل اور رُشدہ ہدایت کا نسخۂ اکمل لیکر تشریف لائے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالمِ بشریت کو گمراہی، ذلالت اور بدعقیدگی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکالا اور رشدوہدایت اور فلاح وکامرانی کے کی روشن راہوں پر گامزن کر دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا بنیادی مقصد توحید ورسالت پر ایمان لانا اور امت کی روح کی پاکیزگی اور طہارت کا اہتمام کرنا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں انسانیت کو باطل معبودوں اور دیوتاؤں کی پرستش کے چنگل سے نکالا اور ان کا ناطہ خالقِ برحق اور معبودِ حقیقی سے جوڑ دیا وہیں ان کے اندر سرایت کی ہوئی رذیل خصلتوں کو دور کر دیا۔ان کی روح سے جھوٹ، تعصب، جبر، دنگا وفساد، شرانگیزی،نفرت آمیزی، بغض، کینہ،حسد،خودغرضی، نفس پسندی، جاہ پرستی، ہوس،لوٹ مار،غیبت جیسی کدورتوں کو دور کردیا۔اور ان کے من میں باہمی الفت و محبت، ایثار،قربانی،صلۂ رحمی،نرم خوئی،میانہ روی،حلم،صبر،اخلاص، وسعتِ قلبی اورحق وصداقت جیسی عادات واطوار سے من کو اجلا کر دیا۔روح کو مصفّا کر دیا اورنفس کوصاف ستھرا کر دیا۔احسان، ایثار، اخلاقِ حسنہ اور خدمتِ خلق پر مبنی یہ سلسلہ ہی دراصل تصوف اور معرفت کی بنیاد ہے۔ نبی آخرالزمان فخرِ مرسلاں سیّدِ عالماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد صوفیائے کرام اور اولیائے عظّام نے اس مشن کو آگے بڑھایا۔ جہاں فقہ،تفسیر، حدیث جیسے علوم وفنون کو وسعت دینے اور

ترتیب کا زیور پہنانے کے لیے فقہا، مفسرین، محدثین اور علمائے حق میدانِ عمل میں آئے وہیں صوفیائے کرام نے روحانی طہارت، نفسانی پاکیزگی اور تزکیۂ نفس کے مقدس مشن کی ترویج واشاعت کے لیے باقاعدہ نظامِ عمل ترتیب دیا۔

روحانیت کے سلاسل معرضِ وجود میں آئے جن سے وابستہ ہو کر طالبانِ حق نے تسکین قلب وروح کا مزہ پایا جبکہ خانقاہی نظام قائم ہوا جس میں روح کی پاکیزگی اور تزکیۂ نفس کے لیے تربیت کا باضابطہ اہتمام کیا جاتا تھا۔ اپنے اس مشن کی ترویج و فروغ کی خاطر اکابر صوفیائے کرام نے عملی تربیت کے ساتھ ساتھ تحریری ذرائع کو بھی اپنایا۔ ان کی لکھی ہوئی کتب اور مکاتیب نے اس وقت بھی متلاشیانِ حق کی راہبری کا فریضہ سرانجام دیا اور یہ کتب آج بھی اسی طرح طریقت اور سلوک کی راہوں پر چلنے والے سالکین و مریدین کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔ ایسی منبعِ نور روشن کتابوں میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

1	رسائل جنید	حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادیؒ
2	قوّت القلوب	حضرت امام ابوطالب محمد بن علیہ مکیؒ
3	رسالۂ قشیریہ	حضرت امام ابوالقاسم قشیریؒ
4	کشف المحجوب	حضرت داتا گنج بخشؒ
5	احیاء العلوم، کیمیاء سعادت، مکاشفۃ القلوب	حجۃ الاسلام امام غزالیؒ
6	غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب	حضرت غوثِ اعظم سیّد عبدالقادر جیلانیؒ
7	تذکرۃ الاولیاء	حضرت فریدالدین عطارؒ
8	عوارف المعارف	حضرت شہاب الدین سہروردیؒ
9	فتوحاتِ مکیّہ	حضرت شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ

10	فوائد الفواد	خواجہ نظام الدین اولیاءؒ
11	مکتوبات	حضرت امامِ ربانی مجدّد الف ثانیؒ

یہ کتابیں ایسی ہیں جن میں تلاشِ حق کی خاطر اپنے من میں اجالا کرنے والوں اور اپنی روح کو بشری کدورتوں سے مصفّا کر کے اپنے رب سے لو لگانے والوں کے لیے مکمل لائحہ عمل ہے۔ہم یہاں اِن تعلیمات کا خلاصہ مختصر انداز میں پیش کرتے ہیں۔

محبوبِ سبحانی قطبِ ربائی شہنشاہِ بغداد سیّدنا الاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوثِ الاعظمؒ نے سالکانِ راہِ طریقت اور پیشوایانِ راہِ معرفت کے لیے بارہ خوبیوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

آپؒ فرماتے ہیں۔

1- دو خصلتیں اللہ تعالیٰ سے سیکھو:

عیب پوشی اور رحم دلی

2- دو خصلتیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھو:

شفقت اور رفاقت

3- دو خصلتیں سیّدنا صدیق اکبرؓ سے سیکھو:

راستی اور راست گوئی

4- دو خصلتیں سیّدنا فاروقِ اعظمؓ سے سیکھو:

نیکی کی تعلیم دینا اور برائی سے روکنا

5- دو خصلتیں سیّدنا عثمانِ غنیؓ سے سیکھو:

کھانا کھلانا اور شب بیداری کرنا

6- دو خصلتیں سیّدنا مولی علیؑ سے سیکھو:

عالم ہونا اور شجاعت و بہادری

ایک اور مقام پر حضور سیّدنا غوث الوریٰ الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے روحانیت سے فیض یاب ہونے کے لیے دس خوبیوں کا حاصل کرنا ضروری قرار دیا ہے:

1- غیبت سے زبان کو روکنا۔

2- بدگمانی سے بچنا۔

3- ٹھٹھہ کرنے سے بچنا۔

4- نامحرم سے آنکھیں بند رکھنا۔

5- زبان کی سچائی۔

6- اللہ کے احسان کو پہچاننا۔

7- راہِ حق میں مال خرچ کرنا۔

8- دنیا میں عروج اور غرور کا طالب نہ ہونا۔

9- پنجگانہ نماز کو آداب کے ساتھ ادا کرنا۔

10- سنّتِ نبوی اور اجماعِ امّت پر قائم رہنا۔

مخدوم لاولیاء حضرت داتا گنج بخش سیّدنا علی بن عثمان ہجویریؒ اپنی کتاب کشف المحجوب میں فرماتے ہیں:

تصوف پسندیدہ اخلاق ہیں اور اخلاقِ حسنہ تین طرح کے ہیں۔

1- اللہ کے ساتھ نیک برتاؤ اور یہ ریا کاری (دکھلاوے) کے بغیر احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

2- مخلوق کے ساتھ نیک برتاؤ اور یہ بزرگوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت اور اپنے برابر کے لوگوں سے برابری کا سلوک اور کسی لالچ یا فائدے کے بغیر سب کے

ساتھ منصفانہ سلوک کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

3-اپنی ذات کے ساتھ نیک برتاؤ اور یہ نفس کی خواہشات کے مطابق نہ چلنے سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت داتا صاحبؒ کی تعلیمات کی مختصر وضاحت پیشِ خدمت ہے:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک برتاؤ یہ ہے کہ اس کی بنیاد خلوص پر ہو اور اس میں ریاکاری یا دکھلاوا ہرگز شامل نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُو اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البینہ:5)

ترجمہ:۔ ''نہیں حکم دیئے گئے مگر یہی کہ اللہ کی عبادت کریں اور خالص اس کی اطاعت کریں''۔

ایک اور آیت کریمہ ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج:37)

ترجمہ:۔ اللہ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا اور ہاں اسے تمہارا خلوص پہنچتا ہے۔

احادیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختی سے ریاکاری اور دکھلاوے کی مذمت کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''میں اس شخص سے بیزار ہوں جس نے کسی کی خاطر عمل کیا (یعنی دکھلاوا کیا) اور یہی ہے جس نے شرک کیا''۔ (ابنِ ماجہ)

ایک اور حدیث مبارکہ ہے:

''جس نے دکھلاوے کی نماز پڑھی تو بلاشبہ اس نے شرک کیا''۔ (مسندِ امام احمد)

مخلوق سے نیک برتاؤ کے حوالے سے چند آیات اور احادیث پیشِ خدمت ہیں:

☆ آیتِ کریمہ ہے:

وَاَحۡسِنۡ كَمَآ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ (القصص:77)

ترجمہ: اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا۔

☆ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ (الحجر:88)

ترجمہ: اور اے حبیب مومنوں سے شفقت فرمائیں۔

☆ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا ادب نہ کرے اور نیک باتوں کا حکم نہ دے اور بری باتوں سے نہ روکے''۔

☆ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس مخلوق میں اللہ کو وہ سب سے زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبہ سے اچھا سلوک کرے''۔

خصلتوں کی دوسری قسم اپنی ذات کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ اپنے نفس کی خواہشات پر نہ چلا جائے۔ یہ نفس انسانی جسم اور روح میں برائی کا راہنما اور بدی کا سرچشمہ ہے۔

نفس کے ذریعے دو طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

1- انسان گناہ کے کام اور برے اعمال سرانجام دیتا ہے۔

2- برے اخلاق انسان میں غلبہ پاتے ہیں۔

جن میں تکبر، حسد، بخل، کینہ اور غصہ وغیرہ شامل ہیں۔نفس سے بچنے کی تاکید خود اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔

قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی.فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی(النازعات:41-40)

ترجمہ:۔اور جو اپنے رب کے حضور ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے"۔

ایک اور آیت مبارکہ ہے:

وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ(ص:26)

ترجمہ:(اے داوٗد)اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی"۔

احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

☆ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔(صحیح مسلم:مشکوۃ)

☆ سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔

1- خواہشات کی پیروی

2- طمع کی پیروی

3- آدمی کا خود پر تکبر کرنا اور یہ سب سے سخت ترین ہے۔(بیہقی:شعب الایمان)

الغرض یہ وہ ارکان ہیں جن پر تصوف کی عمارت ایستادہ ہے۔

آیئے اب ذرا اس طریقہ کار اور دستور العمل کے بارے میں بات کریں جو

صوفیاء کرام اور اولیائے عظام کی کتابوں اور تعلیمات میں مریدین اور سالکانِ طریقت کی راہنمائی کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ اصول ایسے خوبصورت پھول ہیں جن کو ایک گلدستے میں پرو کر راہِ حقیقت و معرفت کا مسافر اپنی دنیاوی اور اخروی زندگی کو قربِ الٰہی اور وصل ربانی کی خوشبو سے مہکا سکتا ہے۔

1۔توبہ

2۔فرائض، واجبات اور سنتوں کی پابندی۔

3۔نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب پانا، شب بیداری کرنا اہر تہجد پڑھنا۔

4۔ترتیل و تجوید کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت۔

5۔اللہ تعالیٰ کا ذکر، دیگر وظائف اور درود و سلام پڑھنا۔

6۔ بحث اور جھگڑے سے پرہیز اور منکرین اور مخالفوں سے قطع تعلق۔

7۔خلوت (تنہائی)، اعتکاف اور خاموشی

8۔فکر، مراقبہ اور نفس کا احتساب

9۔صبر اور توکل علی اللہ

10۔مخلوقِ خدا سے محبت کرنا اور خدمتِ خلق سرانجام دینا۔

11۔ایثار اور قربانی کا جذبہ

ان اہم نکات کی کچھ وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

1۔توبہ:

اللہ کے خوف سے گناہوں کو چھوڑنے اور نیکی کی طرف لوٹنے کو توبہ کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَتُوبُوٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِيعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (النور:31)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی طرف توبہ کرو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس پر کوئی گناہ نہیں'' (الحدیث)

یاد رہے گناہوں پر شرمندگی محسوس کرنا اور ان کو آئندہ کے لیے چھوڑ دینا توبہ کہلاتا ہے۔ اگر توبہ سچی کرو گے تو اللہ تعالیٰ برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ توبہ میں جلدی کرنا چاہیے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں کہ سانسوں کی لڑی کب ٹوٹ جائے۔ درست طریقہ یہ ہے کہ کسی مردِ کامل اور شیخِ طریقت کے ہاتھ پر توبہ کرے۔

2۔ فرائض، واجبات اور سنتوں کی پابندی

اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ جنہیں ارکانِ اسلام کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

''سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ اسلام کی بنیاد پانچ امور پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج اور رمضان کے روزے رکھنا''۔

(صحیح بخاری)

راہِ تصوف کے مسافر کے لیے ان فرائض کی تفصیلات جیسے نماز کی شرائط، نماز کے اوقات، زکوٰۃ کا نصاب اور مصارف، روزے کے بارے میں احکامات اور حج کی شرائط، سنتوں کا علم ضروری ہے اور اسی طرح سنتوں کا اتباع بھی لازمی ہے۔ اور باعثِ خیر و برکت ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

''بے شک اللہ نے فرائض مقرر کر دیئے ہیں تو تم انہیں ضائع نہ کرو۔ (ترک نہ کرو) تو رہیں سنتیں تو یہ اللہ کے انوار اور نعمتِ الٰہی کی تائید ہے۔ (ترمذی شریف)

3۔ نوافل اور تہجد کے ذریعے قربِ الٰہی کا حاصل کرنا

تصوف کی دنیا میں نوافل کی ادائیگی اور تہجد کا قیام اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا (الفرقان:64)

ترجمہ:۔اور وہ لوگ جن کی راتیں گزرتی ہیں سجدوں میں اور قیام میں۔

تہجد نفلی عبادتوں میں سب سے افضل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت پابندی سے تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔

حدیثِ مبارک میں ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہجد کی نماز تیرہ رکعت ہوتی (وتر کی رکعتوں سمیت)

ایک حدیثِ قدسی ہے:

''اللہ فرماتا ہے: بندہ نوافل کی کثرت سے اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ (صحیح بخاری)

الغرض نوافل کی کثرت سے ادائیگی اور تہجد کی پابندی سے ادائیگی صوفیا کا اہم طریقہ ہے۔

4۔تلاوتِ قرآن مجید، بالترتیل

ترتیل کا مطلب ہے قرآنِ پاک کا ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً (المزمل:4)

ترجمہ:۔اور قرآنِ مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

قرآنِ مجید اس انداز میں پڑھنا چاہیے کہ معانی کا پتہ چلے، مفہوم سمجھ میں آئے، روح میں انوار کی جلوہ گری ہو، دل پر رقت طاری ہو اور آنکھوں میں آنسو بھر آئیں۔

قرآنِ مجید کی تلاوت صبح و شام ضروری ہے، بلکہ جب بھی فرصت ملے تو شوق سے تلاوت کرے لیکن صوفیاء کے نزدیک رات کی تنہائیوں میں تلاوت کرنا سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کا طریقہ ہے۔

5۔ذکرِ الٰہی اور درود وسلام پڑھنا

تصوف کا اہم ستون ذکرِ الٰہی ہے۔

قرآنِ کریم میں ارشاد باری ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا. وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (احزاب:42-41)

ترجمہ:۔اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرواور صبح وشام اس کی پاکی بولو۔

مفسرین نے ذکر کی تین صورتیں بیان کی ہیں:

1- زبان سے ذکر کرنا یعنی اللہ کی ثناء، تسبیح اور تقدیس بیان کرنا۔

۲۔ دل سے ذکر کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہنا۔

۳۔ ذکر بالجوارح جیسے نماز میں قیام اور رکوع

حدیثِ مبارکہ میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر وہ جماعت میں یاد کرتے ہیں تو میں اس کو بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔(صحیحین)

اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ کا ذکر بھی نہایت فضیلت کا حامل ہے۔الغرض اللہ تعالیٰ کا ذکر دلوں کی زندگی اور روح کی تازگی کا نام ہے۔

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں زندہ کی سی ہے۔اور جو ذکر نہیں کرتے وہ مردہ کی طرح ہیں۔(متفق علیہ)

اسماالحسنیٰ کی فضیلت اس حدیث سے ظاہر ہے۔

بے شک اللہ کے 99 نام ہیں جو ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا(متفق علیہ)

ذکرِ الٰہی کے ساتھ ساتھ نبی رحمت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر درود وسلام پڑھنا بھی بہت فضیلت اور برکات کا حامل ہے۔اس کا حکم تو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب:56)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجا کرو"۔

درود و سلام کی کثرت مومن پر واجب ہے۔

ایک حدیثِ مبارکہ ہے۔

جو مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھے اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے (بخاری)

ایک اور حدیث میں ہے کہ دس گناہ مٹا کر دس درجے بلند فرماتا ہے۔

درود شریف کی کثرت سے ادائیگی روح میں نور پیدا کرتی ہے۔اور بندہ سلوک کی منزلیں طے کر کے قربِ الٰہی کا حقدار بن جاتا ہے۔

صلی اللہ علٰی سیّدنا محمد النبی الامّی وعلٰی آلہٖ وسلّم تسلیما

6۔ بحث و مباحثہ سے پرہیز اور مخالفوں اور منکروں سے لاتعلقی

بحث و مباحثہ اگر کسی نیک مقصد کے لیے ہو، یا کسی صاحبِ علم سے کچھ سیکھنے سکھانے کی غرض سے ہو اور نیک نیتی کے ساتھ کیا جائے تو بہت اچھی بات ہے۔لیکن اگر بدعقیدہ، شدت پسندوں اور فاسقوں اور جاہلوں سے بحث کرنا پڑے تو یہ لایعنی، بے مقصد اور وقت کا ضیاع ہے اور اس سے بدعقیدگی اور گمراہی کی راہیں کھلنے کا امکان ہوتا ہے۔لہٰذا سالک تصوف کو بحث و مباحثہ سے ہر ممکن طور پر بچنا چاہیے اور بدعقیدہ، منکرینِ شانِ اولیاء، شدت پسند یا دہشت گرد فرقوں کے کارکنان سے قطعی طور پر لاتعلق رہنا چاہیے۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے۔

وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:63)

ترجمہ: اور جب جاہلوں سے تمہارا واسطہ پڑے تو کہو سلام ہے۔

اگر ایسی صورت پیش آجائے اور بحث و مباحثہ پہ بضد ہوں تو اس بارے میں ارشادِ ربانی ہے۔

وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلاً (المزمل:10)

ترجمہ:۔اور ان سے عمدگی کے ساتھ الگ یا ایک طرف ہو جاؤ۔

ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اور اللہ نے مکروہ جانا قیل وقال اور سوالوں کی کثرت اور مال کا ضائع کرنا''۔

قیل وقال سے مراد بے ہودہ اور فحش گفتگو ہے، فضول بحث و مباحثہ ہے اور بے مقصد بات چیت ہے۔

7۔خلوت، سکوت اور اعتکاف

ہمارے پیارے آقا سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صوفیائے کرام کو خلوت نشینی اور تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے لو لگانا بہت مرغوب رہا ہے۔نزولِ وحی سے پہلے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا کی چوٹی پر تنہائی میں قیام کیا کرتے تھے اور کئی روز تک وہاں غور وفکر میں مصروف رہا کرتے تھے۔امّ المؤمنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانے پینے کا سامان پہنچانے جایا کرتی تھیں۔ بخاری شریف کی حدیثِ مبارکہ کا مفہوم ہے۔

''اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے نزول سے پہلے تنہائی محبوب ہو گئی تھی'' (بخاری)

خلوت اور تنہائی کا مقصد اللہ کی یاد ہے، اس کا ذکر کرنا ہے اور دنیا کی غیبت، چغلی، دغا، فریب، مکاری، جھوٹ اور ریاکاری جیسے عیبوں سے اپنا دامن بچائے رکھنا

ہے۔لیکن خلوت ایسی ہی باعثِ خیر و برکت ہے جو مرشد کی اجازت اور رضا سے ہو۔ ورنہ تو تنہائی شیطان کے حملوں کی راہ ہموار کرتی ہے۔جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے۔

''شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے دور ہوتا ہے''۔

خلوت سے اللہ کی رحمت،معرفت اور حکمت کے دروازے کھلتے ہیں،دنیا کی کشش اور لالچ کم ہو جاتی ہے اور آخرت کی طرف لگاؤ بڑھ جاتا ہے۔

سکوت اور خاموشی

سکوت یعنی خاموشی اختیار کئے رکھنا صوفیاء کرام کا شیوہ ہے۔

راہِ تصوف کے مسافر کو چاہیے کہ وہ خاموشی اپنائے،فضول اور لا یعنی گفتگو سے ہر ممکن طور پر بچے۔خاموشی میں بہت سے فوائد ہیں جبکہ بولنے میں بہت سی قباحتیں ہیں۔کم سے کم گفتگو کرنا اور بلا ضرورت بولتے رہنے سے پرہیز اچھے مومن اور سالکِ طریقت کی نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں مومنین کو بولنے اور بات کرنے کا حکم تو دیا ہے لیکن پابند کیا ہے کہ وہ اچھی بات کریں،بھلائی کے ساتھ گفتگو کریں،پختہ بات کریں اور جھوٹی بات سے اجتناب کریں۔

وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (الاحزاب:70)

ترجمہ:۔اور تم لوگوں سے اچھی بات کرو۔

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:30)

ترجمہ:۔اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔

سالک طریقت کو ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ہر بات کو جانتا ہے اور اس کے دل میں پوشیدہ رازوں سے بھی واقف ہے۔اس ذاتِ بابرکات نے ہماری ہر بات کو نوٹ کرنے کے لیے فرشتے بھی مقرر کر رکھے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ. كِرَامًا كَاتِبِيْنَ. يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْن

(الانفطار:12-10)

ترجمہ: اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں معزز لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرو۔

سکوت اختیار کرنے اور خاموش رہنے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند احادیث پیش خدمت ہیں:

- زبان کی خاموشی میں انسان کی سلامتی ہے۔(جوامع الکلم)
- جو چپ رہا اس نے نجات پائی۔(ترمذی، بیہقی)
- ہر مصیبت بولنے سے ہی آتی ہے۔(جوامع الکلم)
- جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔(متفق علیہ)
- حضرت ابی سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب آدمی پر صبح ہوتی ہے تو تمام اعضاء زبان کی خوشامد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں اگر تو سیدھی رہے تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے''۔ (ترمذی)
- تم پر طبعی خاموشی لازم ہے کیونکہ یہ شیطان کو بھگانے والی اور دینی کاموں میں تمہاری مددگار ہوگی۔ (بیہقی)
- حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آدمی کا خاموشی پر قائم رہنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔(بیہقی شریف)

اب خاموشی کی فضیلت کے بارے میں اولیاء کرام کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

- حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے:

جس نے اللہ کو پہچان لیا، اس کی زبان گنگ ہوگئی۔

- حضرت داتا گنج بخشؒ کا ارشاد ہے:

جس کا سکوت حیاء کی وجہ سے ہے اس کا کلام زندگی ہے۔ (کشف المحجوب)

- حضرت سیّدنا غوث الاعظمؒ کا فرمان ہے:

عبادت کے دس حصے ہیں، نو حصے خاموشی ہیں اور ایک خلوت ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

لٰہذا سالکِ طریقت کو خوب ذہن میں رکھنا چاہیے کہ سکوت تصوف کی دنیا میں چراغِ راہ ہے۔ کثرتِ کلام برائیوں اور فساد کی جڑ ہے۔

اعتکاف

سالکِ معرفت کے لیے اعتکاف بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اعتکاف اللہ کی رضا کی خاطر اس کی عبادت و بندگی جی بھر کر تنہائی میں اور کسی مسجد میں ادا کرنے کا نام ہے۔ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنتِ کفایہ ہے۔ یہ بہت فضیلت کا باعث ہے۔ حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا:

''وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیوں سے اس قدر ثواب ملتا ہے جیسے اس نے تمام نیکیاں کی ہوں''۔ (ابنِ ماجہ)

رمضان المبارک کے علاوہ باقی دنوں میں اعتکاف کرنا مستحب اور نفل ہے۔ تصوف کے راہی کے لیے اعتکاف اپنے مرشد کے حکم سے مستحب ہے اور عملی تربیت کا

ذریعہ ہے۔اس کا مقصد مریدین کی روحانی پاکیزگی، عملی تربیت باطنی ہے۔اور قربِ الٰہی اور معرفتِ حقیقی کا اہم طریقہ ہے۔

8۔فکر و مراقبہ اور محاسبہ نفس

یہ تینوں کام تصوف کی دنیا میں تربیت اور اصلاحِ ذات کے لیے نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔

فکر سے مراد ہے اس بات پہ غور کرتے رہنا کہ اس کی تخلیق اور اس کائنات کی آفرینش کا مقصد کیا ہے۔وہ سوچ کی دنیا میں غوطہ زن رہے کہ اس دنیا میں کیوں آیا، یہاں اس نے کیا کام کام سرانجام دینا ہے اور بالآخر اسے آخرت کی طرف سفر کرنا ہے تو اس دنیا کے لیے اس کے نامۂ اعمال میں کیا کیا سرمایہ ہے۔اپنی عقل وشعور اور سمجھ بوجھ کو ان امور کی حقیقت جاننے کے لیے مصروف رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اپنے نفس کے بارے میں سوچ بچار کے بارے میں تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ (الروم:8)

ترجمہ:۔کیا انہوں نے خود اپنے بارے غور و فکر میں غور و فکر نہیں کیا؟۔

اسی طرح کائنات میں پھیلے ہوئے زمین و آسماں کے وسیع سلسلے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً (آلِ عمران:191)

ترجمہ:۔اور وہ غور و فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار تو نے اسے یونہی پیدا نہیں کیا۔

الغرض غور و فکر اور سوچ بچار ایمان کا تقاضا، عبادت کی اساس، معرفت کی بنیاد

اور تصوف کا سنہری اصول ہے۔جس سے قربِ الٰہی کی منزل قریب آتی ہے اور بندے اور خالق کا رابطہ مستحکم ہوتا ہے۔اسی لیے قرآنِ مجید میں اس بارے میں تاکید کی گئی ہے۔احادیث میں بھی اس حوالے سے حکم دیا گیا ہے۔

احیاء العلوم (از امام غزالیؒ) میں ایک حدیثِ پاک کا مفہوم ہے۔

''اللہ کی مخلوق میں فکر کرو اور ذاتِ الٰہی میں فکر نہ کرو''۔

ان آیاتِ ربّانی اور احادیثِ مبارکہ سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مظاہرِ کائنات کے بارے میں غور و فکر بہت ضروری ہے۔خاص طور پر سالکِ طریقت کے لیے تو یہ ایک اہم دستور العمل ہے۔

مراقبہ

مراقبہ رقبۃً سے ہے جس کا لفظی مطلب ہے گردن ہے۔جبکہ تصوف کی دنیا میں مراقبہ سے مراد اپنی گردن کو دل کی طرف جھکا کر نورانی کیفیات اور روحانی فیوض و برکات کو سمیٹنا ہے۔اس میں ضروری ہے کہ بندہ دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو کر اریکسو ہو کر اپنے خالق کی طرف توجہ کرے۔اور اس کی معرفت اور قرب کے حصول کی تمنا لیے تجلیات کو سمیٹنے کی کوشش کرے۔

صوفیاء کہتے ہیں کہ مراقبہ اپنے خالق کی طرف دیکھنے کا نام ہے۔یہ حقیقت ہے کہ جب دل اللہ کی طرف متوجہ ہو تو تمام اعضا بھی اللہ کی جانب توجہ کرتے ہیں اسی طرح دل اگر غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوگا تو بدن کے تمام اعضاء بھی اسی جانب متوجہ رہیں گے۔

اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ مراقبہ کا کمال یہ ہے کہ دل کو خالق کی طرف پابند کر دے اور اس کے تصور میں اس قدر کھو جائے کہ اور کسی کی طرف توجہ نہ رہے۔

آیتِ قرآنی ہے:

وَفِيٓ اَنۡفُسِكُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ (الذاریات:21)

ترجمہ: اور وہ تمہارے نفسوں میں ہے تو تم کیوں نہیں دیکھتے۔

حدیثِ مبارکہ اس حوالے سے ہے:

''تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ پھر اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو وہ ضرور تجھے دیکھ رہا ہے''۔ (مسلم شریف: حدیثِ جبرئیل)

پس نماز اوراذکار و وظائف سے فارغ ہو کر مراقبہ کرنا سالکِ طریقت کے لیے معرفتِ الٰہی کی منزل کا زینہ ہے۔ اور یہ بغیر مرشد کی صحبت کے ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا بہتر ہے اپنے مرشد کی صحبت اور اجازت سے مراقبہ کیا جائے۔ تاکہ قربِ الٰہی حاصل ہو۔

محاسبۂ نفس

بندہ کا نفس ہی ہے جو تمام برائیوں، خرابیوں اور شر انگیزیوں کی جڑ ہے اور جتنی کثیف عادات ہیں مثلاً جھوٹ، فریب، دغا، خیانت، چوری، تکبر، ظلم وغیرہ اسی نفس کی سرکشی کا نتیجہ ہے اور ہر بڑی مصیبت، پریشانی، تنگی اور ندامت اسی کی وجہ سے آتی ہے۔ گویا یہ انسان کا دشمن ہے اور اسی طرح کا دشمن ہے جیسا کہ شیطان ہے بلکہ ابلیس سے بھی بڑھ کر دشمن ہے۔ لہٰذا بندۂ مومن پر اور سالکِ طریقت پر خاص طور پر لازم ہے اس کی ہر بات اور ترغیب کی مخالفت کرے بلکہ اگر کوئی بات بظاہر اچھی بھی لگے تو اسے رد کر دے۔ تبھی بندہ معرفتِ الٰہی حاصل کر سکتا ہے اور قربِ الٰہی کا حقدار بن سکتا ہے۔ نفس کا احتساب لازم ہے اور یہ محاسبہ نفس اس کی نگرانی اور تجزیہ کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

سالکِ معرفت اللہ تعالیٰ سے اس بات کی توفیق مانگے کہ اپنے نفس پر قابو پا سکے اور اپنی روح کو پاکیزہ رکھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ (الحشر:18)

ترجمہ:۔اور یہ ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ دیکھے کہ اس نے آئندہ کل کے لیے کیا توشہ آگے بھیجا ہے۔

ایک اور جگہ پر قرآنِ مجید میں آتا ہے۔

اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ ؕ کَفٰی بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ عَلَیۡکَ حَسِیۡبًا

(بنی اسرائیل:14)

ترجمہ:۔(فرمایا جائے گا) اپنا نامۂ اعمال پڑھ، آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں مزید فرماتا ہے:

عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَاَخَّرَتۡ (الانفطار:5)

ترجمہ: ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی اس حوالے سے تاکید کی گئی ہے کہ اپنے نفس کا محاسبہ کیا جائے اور اس کا ہر لمحہ احتساب کیا جائے۔

حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے (یعنی قابو میں رکھے) اور موت کے بعد کام آنے والے عمل کرے''۔(ترمذی:ابنِ ماجہ)

حضرت علی مولائے کائناتؑ کی روایت بھی اس بات کی وضاحت کرتی ہے:

''تم دنیا پرست نہ بنو کیوں کہ آج عمل ہے اور حساب نہیں اور کل حساب ہوگا عمل نہیں''۔(بخاری:)

الغرض اپنے نفس کا احتساب اور اس کی سرکشی کو قابو میں رکھنا اور اس کی شرارتوں سے اپنے آپ کو بچا کر اللہ کی طرف لو لگائے رکھنا سالکِ تصوف کے لیے بہت ضروری ہے۔

صبر

صبر سے مراد ہے روکنا، ضبط کرنا، کسی بات پر استقامت سے قائم رہنا، شکوہ شکایت نہ کرنا اور پریشانی یا ابتلا کے وقت بے سکون نہ ہونا ہے۔ جبکہ اصطلاح میں صبر کہتے ہیں۔ ثابت قدمی، دل کی مضبوطی کے ساتھ پریشانیوں پر قابو پانا ہے۔ اور اللہ پر کامل بھروسہ کرنا ہے۔

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ (المدثر:7)

ترجمہ:۔ اے حبیب مکرم! اپنے پروردگار کے لیے صبر کیجئے۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری ہے:

وَالصَّابِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَھُمْ (الحج:35)

ترجمہ:۔ اور صبر کرنے والے اس مصیبت پر جو انہیں پہنچے۔

گویا صبر سے مراد ہے کہ اگر کوئی مصیبت مومنوں پر آتی ہے تو عزم و استقلال سے برداشت کریں، واویلا نہ کریں۔ جب بندۂ مومن کسی مصیبت، ابتلاء، بیماری یا آزمائش میں پڑ جائے تو پھر اسے کیا کرنا چاہیے خود اللہ پاک نے اس کی ترغیب دی ہے۔

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (البقرہ:45)

ترجمہ:۔ اور نماز اور صبر کے ساتھ مدد حاصل کرو۔

یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ یہ دنیا اور اس کی نعمتیں، آزمائشیں سب ایک امتحان

ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً (الملک:2)

ترجمہ:۔اللہ نے موت و زندگی بنائی تا کہ تمہیں جانچے کہ تم میں سے کس کی کارکردگی اچھی ہے۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ مصیبت اور پریشانی آئے تو صبر، حوصلہ اور برداشت کے بغیر گزارا کیونکر ہو سکے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کو سراہا ہے۔اور ان کو اپنی معیت کی خوشخبری دی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ (البقرۃ:153)

ترجمہ:۔بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ارشادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حوالے سے خوشخبری دیتا ہے:

"بے شک اللہ کی نصرت صبر کے ساتھ ہے"۔(بیہقی)

ایک سالکِ طریقت تو مجاہدہ اور محنت ہی اس لیے کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور ساتھ نصیب ہو۔اور صبر ایک ایسا وسیلہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی معیت کا سبب بنتا ہے۔اسے ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ بندۂ حقیر کی حقیقت کیا ہے۔جبکہ انبیاء کرام پر مصائب، آلام اور امتحانات آتے رہے لیکن انہوں نے رضائے الٰہی کی خاطر ان پر صبر کا مظاہرہ کیا۔اور منشائے ربی پر راضی رہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی، حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے پیارے لختِ جگر حضرت یوسف علیہ السلام سے لمبی فرقت، حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور ان سب سے بڑھ کر نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹے لیکن سب انبیاء کرام نے صبر کا دامن تھامے رکھا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو رہے۔پس صبر معرفت وطریقت کی منزل تک رسائی کا

ایک اہم ترین ذریعہ ہے۔

توکل

توکل کہتے ہیں اعتماد اور بھروسہ کرنے کو۔اور اسے سے مراد ہے بندۂ مومن اپنا ہر کام اور ہر فعل اللہ کے سپرد کر دے،صبر و تسلیم کا رویہ اپنائے اور اسی کی رضا پر راضی ہو کر پرسکون رہے۔جبکہ صوفیائے کرام کا کہنا ہے کہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرے،اسے اپنا حقیقی کارساز جانے اور دنیاوی وسائل اور مادی ذرائع پر بھروسہ نہ رکھے۔لیکن یاد رہے توکل عمل کو ترک کر دینے کا نام نہیں ہے بلکہ پکے ارادے اور استحکام سے کام سرانجام دینے اور پھر نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینے کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیاتِ قرآنی میں توکل کی تلقین کی ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُه‘ (الطلاق:3)

ترجمہ:۔اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے تو وہ ہی اسے کافی ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْآ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (المائدۃ:23)

ترجمہ:۔اور اللہ پر ہی بھروسہ رکھو اگر تم ایمان والے ہو۔

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ

(آلِ عمران:159)

ترجمہ: پھر جب آپ عزم کر لیں تو اللہ ہی پر اعتماد رکھو بے شک اللہ تعالیٰ بھروسہ رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی توکل کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔آقائے دو جہاں علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

☆ میری امت کے ستر ہزار افراد حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے،وہ نہ

جھاڑ پھونک کرتے ہوں گے اور نہ شگون لیتے ہوں گے بلکہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوں گے۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر تم اللہ پر اسی طرح بھروسہ کرو جیسا کرنے کا حق ہے تو تمہیں پرندوں کی طرح روزی دی جائے کہ صبح کے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔'' (ترمذی: ابنِ ماجہ)

☆ حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہر ایک جنگل میں آدمی کے دل کی ایک شاخ ہے جو اپنے دل کی کسی شاخ کے پیچھے لگا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کسی جنگل میں ہلاک ہو جائے اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو وہ تمام شاخوں کی طرف سے کفایت ہے''۔

اب یہاں صوفیائے کرام کے کچھ اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔ جو توکل کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں:

توکل میں تین باتیں قابلِ توجہ ہیں:

پہلی یہ کہ ملے تو شکر ادا کرے اور نہ ملے تو صبر کرے۔

دوسری یہ کہ بندہ کی نظر میں حاصل ہونا یا نہ حاصل ہونا برابر ہوں۔

تیسری یہ کہ نہ ملنے پر اس وجہ سے شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے یہی پسند کیا ہے تو مجھے بھی یہی پسند ہے۔

حضرت حمدونؒ کا قول ہے:

''اللہ تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لینا توکل ہے''۔

حضرت ابراہیمؒ خواص کا فرمان ہے:

”غیر اللہ سے وابستہ امیدوں کو چھوڑ دینے کا نام توکل ہے“۔

پس یہ واضح ہو گیا کہ سالکِ معرفت کو توکل کا دامن تھامے رکھنا چاہیے اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہی کامل یقین اور بھروسہ رکھنا چاہیے۔

مخلوقِ خدا سے محبت اور ان کی خدمت

اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کی خاطر اس کی مخلوقات کی مدد، اعانت، مہربانی اور ہمدردی و بھلائی خدمتِ خلق کہلاتی ہے۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کو بھی بے حد پسند ہے کیونکہ وہ اپنی مخلوق پر بے حد مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہیں ہی رحمۃ للعالمین۔ یعنی وہ تو تمام کائنات کے لیے اور ہر مخلوق کے لیے رحمت کا سائبان ہیں۔ اور مخلوقِ خدا پر کمال شفقت، رحمت، مہربانی فرماتے ہیں۔ صوفیاء کرام نے خدمتِ خلق کو اسی لیے تصوف کا بنیادی رکن سمجھا ہے۔ تمام صوفیاء کرام نے اللہ کی مخلوق کی خدمت، بھلائی اور کرم فرمائی کے لیے شب و روز وقف کیے ہیں۔ اور اس میں بشر، غیر بشر، مسلم، غیر مسلم کا امتیاز روا نہیں رکھا۔ صوفیاء کرام کی خانقاہیں اور آستانے ہمیشہ سے تمام مخلوق کے لیے کھلے رہے ہیں اور آج بھی دنیا کے کونے کونے میں یہ فیضان جاری ہے۔ راہِ طریقت کے مسافر کو خدمتِ خلق کا جذبہ ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اس میں ریاکاری، دکھاوا، شوبازی اور تکبر و رعونت کا رتی بھر شائبہ نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ ساری خدمت رائیگاں جائے گی۔

آیئے دیکھیں خدمتِ خلق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُ وْفٌ الرَّحِیْمٌ“ (البقرہ:143)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ لوگوں پر بڑا ہی مہربان اور رحمت والا ہے۔

ایک اور جگہ فرمانِ ربانی ہے۔

وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ“ (الحشر:9)

ترجمہ:۔اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ خود ضرورت مند ہوں۔

مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَفِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ (الذاریات:19)

ترجمہ:۔اوران کے مالوں میں سوال کرنے والوں اور محروموں کا حق ہے۔

ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے۔

وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّیَتِیۡمًا وَّاَسِیۡرًا (الدہر:8)

ترجمہ:۔اور وہ محض اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانے کھلاتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی احادیث بھی اس حوالے سے کتب صحیحہ میں موجود ہیں۔چند پیش خدمت ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے۔

''ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، پس مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو وہ سب سے پیارا ہے جو اس کے کنبہ سے اچھا سلوک کرے۔(بیہقی فی شعب الایمان)

ایک اور حدیثِ پاک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری محبت ان کے لیے واجب ہوگئی جو میرے لیے محبت کرتے ہیں۔میرے لیے مل بیٹھتے ہیں اور میرے لیے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور میرے لیے مال خرچ کرتے ہیں۔ (مؤطا امام مالک)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیثِ مبارکہ ہے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا اسلام کی کونسی بات خیر و بھلائی میں بڑھ کر ہے۔ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو کھانا کھلاؤ''۔ (الدہر)

جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا''۔

ایک اور جگہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

''بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، مریضوں کی تیمارداری کرو اور قیدیوں (یا مقروضوں) کی گردنیں چھڑاؤ۔ (متفق علیہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا ہے:

''اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے تو اللہ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے''۔ (متفق علیہ)

صوفیائے کرام نے اللہ تعالیٰ کے حکم اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے اپنی زندگیاں خدمتِ خلق کے لیے وقف کر دیں۔ انہوں نے نہ صرف مخلوقِ خدا کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا اور انہیں کفر و بدعقیدگی کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشن راہوں پر چلایا بلکہ ان کے دکھوں، غموں اور تکلیفوں کا مداوا کیا، ہمدردی، بھلائی اور خیر کے کاموں میں مسلم اور غیر مسلم میں فرق روا نہ رکھا۔ سب پر رحمت، شفقت اور محبت کا سایہ کر دیا۔ پریشانوں، بے قراروں اور مضطرب دلوں کو راحت، تسکین اور قرار کی دولت عطا کی۔ بھوکوں کے پیٹ بھرنے کا اہتمام کیا، مریضوں کی عیادت اور مزاج پرسی سے ان کی دلجوئی کی، اور ان کے علاج معالجہ کے لیے بھرپور انتظام کیا۔ حاجتمندوں کی حاجت روائی کی، قرضداروں کو قرض کے بوجھ سے نجات دلانے کی کوشش کی، توہم پرستی، بدگمانی اور جادو ٹونے کے اثرات سے آزاد کرا کے قلبی تسکین اور قربِ الٰہی کی لذت سے آشنا کیا۔

الغرض خدمتِ خلق اور مخلوقِ خدا کی بھلائی تصوف کی دنیا کا وہ سنہری وصف جو

آج بھی جاری وساری ہے۔صوفیاء کی خانقاہیں اور آستانے اور اولیاء کرام کے دربار آج میں خدمتِ خلق کا سب سے بڑا ادارہ اور سلسلہ ہے لہٰذا سالکِ معرفت کے لیے خدمتِ خلق کے جذبہ کو ہمیشہ اپنانا چاہیے اور مخلوقِ خدا کی بھلائی اور فلاح و بہبود کے لیے ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیے۔

تقویٰ

تقویٰ دین اور ایمان کی بنیاد ہے اور خاص طور پر تصوف کی روح ہے۔تقویٰ سے مراد ہے ڈرنا، پرہیز کرنا اور اپنے آپ کی حفاظت کرنا جبکہ اصطلاحاً تقویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے گناہوں سے بچنا اور نیک کو اپنانا ہے۔

تقویٰ دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے اور دل ہی جو تقویٰ کا مرکز ومحور ہے۔گویا دل ہی وہ عضو ہے جو اگر پاکیزہ اور مصفا ہو تو بندہ نیکیوں کی طرف رغبت کرتا ہے اور اپنے خالق کی قربت اور معیت کا حقدار بنتا ہے جبکہ دل اگر تقویٰ کی دولت سے خالی ہے تو پھر ہر طرف فساد ہی فساد ہے۔اور گمراہی ہی گمراہی ہے۔

نبی رحمت شفیع امت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

''جان لو انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو سارا جسم ٹھیک ہوتا ہے، جب بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، جان لو وہ لوتھڑ دل ہی ہے''۔

تقویٰ ہی وہ اعلیٰ صفت ہے جو بندۂ مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی قربت،فضیلت اور عزت کا معیار ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:13)

ترجمہ:۔تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے بڑھ کر بزرگی والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

ایک اور جگہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (البقرہ:194)

ترجمہ:۔اور تم جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں (متقیوں) کے ساتھ ہے۔

الغرض پرہیزگاری اور خوفِ الٰہی ایمان کی اصل ہے اور راہِ طریقت کے راہی کے لیے یہ زادِراہ ہے۔تقویٰ کی روشنی جب تک دل کے اندھیروں کو اجالوں میں نہ بدلے، اللہ تعالیٰ کا قرب اور معیت نہیں مل سکتی۔صوفیاء اور اولیاء کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ وہ اپنے اپنے وقت کے سب سے بڑھ کر پرہیزگار اور خوفِ الٰہی رکھنے والے تھے۔

لہٰذا یہ بات نہایت ضروری ہے کہ تقویٰ کی راہ اختیار کی جائے اور گناہوں سے اپنے دامن کو بچانے کی ہمیشہ کوشش کرے۔

صلی اللہ علی النبی الامی وعلیٰ آلہ وسلم تسلیما

سیّدنا غوثِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ

خلافتِ راشدہ کے سنہری دور کے بعد بندگانِ خدا کی روحانی تربیت ،تزکیہ نفس اور دین کے احیاء کا فریضہ اولیائے کرام کے سپرد ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے ان مقرب اور برگزیدہ بندوں نے سلطنتِ اسلامیہ کے کونے کونے میں پہنچ کر رُشد و ہدایت کے دیئے جلائے۔ ان پاک ہستیوں میں جو اعلیٰ وارفع مقام پر پیرانِ پیر شہنشاہِ بغداد سیّد عبدالقادر جیلانی المعروف غوث اعظم کو حاصل ہوا' وہ کسی اور کے حصے میں نہ آیا۔ آپ کی کاوشوں اور مواعظ و خطبات کے نتیجے میں لاکھوں افراد نے گناہوں کی زندگی سے توبہ کی اور پکے سچے مسلمان بن گئے اور دین اسلام کے تن مردہ میں پھر سے زندگی پیدا ہوگئی۔ ہمارے پیر و مرشد حضرت پیر جلال الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے جو کہ حضور غوثِ اعظم ؒ کے انوار و تجلیات کا تسلسل ہے۔ ہم ماہِ ولایت مرشدِ کامل حضرت باباجی جلال الدینؒ قادری کے تذکرے سے قبل حضور غوثِ اعظمؒ اور آپ کے فیوض و برکات کے حوالے سے ایک مختصر سا مضمون آپ کے ذوقِ مطالعہ کی نذر کر رہے ہیں۔

☆☆☆

سیرت غوثِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ

حضور غوثِ الاعظم سیّدنا شیخ عبدالقادر جس دور میں پیدا ہوئے وہ ملتِ اسلامیہ کی تاریخ کا سیاہ ترین دور کہا جاسکتا ہے۔ ہر طرف افراتفری، نفسا نفسی اور خانہ جنگی کا دور دورہ تھا۔تاتاریوں کی مسلسل یلغار نے سلطنتِ اسلامیہ کے بخیے ادھیڑ کے رکھ دیئے تھے۔ پورا عالمِ اسلام خاص طور پر عرب، عراق، شام، مصر اور سوڈان وغیرہ میں بدامنی اور انتشار کا راج تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ایک قیامت صغریٰ ہے جو مسلمانوں پر آن پڑی ہے۔ بغداد کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی اور بغداد جیسا علمی، ثقافتی مرکز روبہ زوال تھا۔ باہمی ناچاقیوں، اقتدار کی محبت اور سیاسی انتشار نے طوائف الملوکی کو فروغ دیا تھا۔اور یہ سلطنتِ اسلامیہ کئی ٹکڑوں میں بٹ چکی تھی۔

ادھر مسیحی ریاستیں اور بادشاہتیں متحد ہو کر اس بات کا عہد کر چکی تھیں کہ مسلمانوں کو نقشہِ ہستی سے مٹا دیا جائے۔تمام باطل قوتیں اپنی طاقت کو جمع کر کے صلیبی جنگوں میں صرف کر رہی تھیں۔ان کی اس کوشش کے پیچھے ان کے مذہبی راہنما خاص طور پر پوپ بھی پوری طرح شامل تھا۔اس نے یہ فتویٰ دے دیا تھا کہ جو عیسائی بیت المقدس کو آزاد کرائے گا اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اس طرح مذہبی میدان میں ایک شیطان صفت انسان حسن بن صباح اپنی

منافقانہ کاروائیوں کا آغاز کر چکا تھا۔اس نے جانثاروں کی ایسی جماعت تیار کر لی تھی جو جعلی جنت اور حوروں کے فریب میں آ کر مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار تھا۔اس طرح اس نے بہت سے مسلمانوں کو شہید کروا دیا۔نظام الدین ملک نامی ایک نیک وزیر نے اس کے مقابلے کے لیے مدرسہ نظامیہ کے نام سے بغداد، نیشا پور اور طوس میں مدارس قائم کیے اور حسن بن صباح کے عقائد اور نظریات کا قلع قمع کیا۔اس خبیث نے بدلہ لینے کے لیے نظام الدین ملک کو شہید کروا دیا تھا۔مسلمانوں کی سیاسی حالت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے جب حضور غوثِ الاعظمؒ کی حیات میں سات نکمے اور نااہل خلفاء مسلط ہوئے۔ان کے زمانے میں صلیبی جنگیں ہوتی رہیں لیکن وہ گردو پیش کے حالات سے بے پرواہ عیش وعشرت میں کھوئے رہے اور صلیبیوں کے ہاتھوں بے گناہ مسلمانوں کے قتلِ عام کے باوجود اپنے اپنے محلوں میں دادِ عیش دیتے رہے۔

افسوس کہ آج بھی ایسا ہی دور ہے۔ایک طرف حسن بن صباح کے نظریات کو پھیلانے والے خودکش بمباروں اور عیارانہ چالوں کے ذریعے معصوم شہریوں کا قتلِ عام کر رہے ہیں تو دوسری جانب ہمارے حکمران مسلمانوں کی حالت سے بے پرواہ ہو کر عیش وعشرت کی دنیا میں مگن ہیں۔اور ملکی وسائل کو اللوں تللوں میں ضائع کر رہے ہیں۔

حضور غوثِ اعظمؒ نے یہ تمام حالات و واقعات اور حکمرانوں کی عیاشیوں، دشمنوں کی سازشوں اور عوام کی زبوں حالی اور پسماندگی کو قریب سے دیکھا تھا۔وہ مشاہدہ کر رہے تھے کہ دنیا کی محبت میں مبتلا ہو کر لوگ ملک وسلطنت اوعزت وعہدہ حاصل کرنے کے لیے سب کچھ کر گزرتے تھے۔اور ان کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ

ہر جائز و ناجائز طریقے سے دنیاوی نعمتیں حاصل کی جائیں۔

ایسے پرفتن اور انتشار کا شکار زمانے میں ایک ایسی عظیم ہستی کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جو اپنے انوارِ باطنی سے ملحدانہ عقائد اور بدمذہبوں کی ریشہ دوانیوں کا خاتمہ کر دے۔ کشف و کرامات اور روحانیت کے نور سے عقل کے پجاریوں کا منہ بند کر سکے۔ ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو ایک طرف رائج تصوف کو فضول عقائد و نظریات اور رسوم و رواج کی بیخ کنی کر کے قرآن و سنت اور شریعت اسلامی کے خمیر سے بنے ہوئے تصوف کو رواج دیتی اور یوں عوام کو قرآن و سنت کی راہ پر ڈال دیتی۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضور غوثِ الاعظم ؒ کو عظیم ذمہ داری دے کر پیدا کیا۔ آپ کی تبلیغی مساعی سے دین کے مردہ تن میں نئی روح بیدار ہوئی تو آپ کی دعاؤں اور آشیرباد سے نورالدین زنگی اور شیرہ کوہ جیسے عظیم سپہ سالاروں کو فتح و نصرت ملی۔ اور صلیبی قوتیں شکست سے دوچار ہونے لگی۔

اس پرفتن دور میں ایک ذات حضرت غوثِ الاعظم ؒ کی ہی تھی جو اپنی تمام صلاحیتوں کو عوام اور حکمرانوں میں جذبہ ایمانی کو ابھارنے اور ان کے اندر نیکیوں کو بھلائیوں کو فروغ دینے میں مصروف رہی۔ آپ کا مقصد ہر وقت ''تعلق باللہ'' یعنی رب سے تعلق اور رابطہ کیسے رکھا جائے، ہوتا تھا۔ آپ بندوں کو رب سے قریب کرنے کی تعلیم و تربیت کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ آپ نے لوگوں میں یہ احساس بیدار کرنے کی کامیاب کاوش کی کہ اگر مسلمان کے اندر ہزارہا معاشرتی خرابیاں، سیاسی لغزشیں اور برائیوں کا طوفان بھی بپا ہو تو تزکیہ نفس اور قلب کی طہارت سے روح کو ان برائیوں سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ اور گمراہی، فسق و فجور اور کفر و شرک کی آندھیوں

سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔اس مقصد عظیم کے لیے آپ نے ایک منظّم اور مربوط جماعت تیار کی جو بعد میں سلسلہ قادریہ کے نام سے موسوم ہوئی۔

حضور غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اسلامی دنیا میں تزکیہ نفس اور طہارتِ قلب کی عظیم الشان تحریک چلائی، اور اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کے ذریعے دور دور تک اپنا پیغام محبت و امن پھیلایا۔اس تحریک کا طریقۂ کار یہ تھا کہ امراء اور مالداروں سے دور رہتے ہوئے صرف عوام سے رابطہ رکھا جائے اور ان کی ایمان کی روشنی کو اجاگر کیا جائے۔آپ کی انہی کاوشوں کی بدولت سیاسی طوفانوں اور استعماری آندھیوں کے باوجود ایمان کی شمع روشن رہی۔اور جہاں جہاں آپ کا سلسلۂ قادریہ پہنچا وہاں کے لوگوں میں اسلام کی حلاوت اور قوت موجود رہی۔

آپ کا اصلاحی و تبلیغی دور پانچویں صدی کے آخر سے لے کر ساتویں صدی تک پھیلا ہوا ہے۔آپ نے اپنے تبلیغ و تدریس کی بنیاد فلسفیانہ اور عقلی نظریات سے ہٹ کر قرآن و حدیث پر رکھی۔اور عوام الناس میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے، دنیا کی محبت سے بچنے، دنیاداری اور حرص و لالچ سے اپنے دامن کو بچائے رکھنے کی تبلیغ کی۔الغرض آپ کی تعلیمات اور تربیتی سلسلے نے ایک بار پھر سے لوگوں میں نئی انقلابی روح پیدا کر دی، ان کا رخ قرآن و حدیث کی جانب موڑ دیا اور آپس میں الفت و محبت اور کفار سے جہاد کی روح پیدا ہوتی گئی۔

حضور غوث الاعظمؒ نے جعلی پیروں، بے عمل صوفیوں اور نام نہاد باطنیوں کا مقابلہ کرنے اور عوام میں حقیقی روحانی انقلاب بپا کرنے کے لیے ''نظام اولیاء دین'' کا ایک نظام قائم کیا۔جس میں باقاعدہ قطب، اوتار، ابدال جیسے عہدے ہوتے تھے

یہ لوگ اپنے اپنے علاقے میں روحانی تربیت اور تزکیۂ نفس کے پروگراموں کے انچارج ہوتے تھے۔اصلاح وتربیت کا یہ نظام سیاسی مصلحتوں اور حکومتوں سے دور رہ کر چلتا تھا۔اس نظام کے شرکاء اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتے ہوئے اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔ان میں مزدور ،کسان،تاجر،گھسیارے،لکڑھارے،جولاہے، موچی اور تیلی سب شامل ہوتے تھے۔اعلیٰ رتبہ بھی سب سے نیک اور صالح بندے کو ملتا تھا،چاہے وہ پیشے کے اعتبار سے کمّی ہی کیوں نہ ہو۔کیونکہ اسلام میں رنگ و نسل، مال ودولت،عہدہ ورتبہ وجہ ٔشرف نہیں بلکہ صرف تقویٰ ہی معیارعظمت ہے۔

الغرض حضور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے عہد میں اعلیٰ تعلیم وتربیت،تزکیۂ نفس اور طہارتِ قلب کی تحریک کے ذریعے مسلمانوں کی زندگیوں پر گہرا اثر ڈالا۔اور آپ سے عوام الناس کو بے حد فائدہ ہوا۔آپ کی تصنیفات غنیّۃ الطالبین،الفتح الربانی،فتوح الغیب،سرالسرار وغیرہ آپ جب مسلمانوں کے اندر احیائے دین کا جذبہ اسی طرح بیدار کرسکتی ہیں جیسے پہلے کیا تھا۔

ضرورت اس امر کی ہے حضور غوثِ الاعظمؒ کی تعلیمات کو اپنایا جائے اور اپنے قلب وروح میں روحانی انقلاب لاتے ہوئے معاشرے کی اصلاح کی جائے تاکہ ایک بار پھر اسلام کا غلبہ ہو اور باطل قوتوں کا زور ٹوٹ سکے۔

☆☆☆

حضور غوث الاعظمؒ کی شان وعظمت

حضرت شہنشاہِ بغداد سیّدالاولیاء سیّدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینیؒ کا مقام مرتبہ کسی صاحبِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کو بلاشبہ اولیاء کرام کا سردار ہونے کا شرف حاصل ہے۔

غوثِ اعظم درمیانِ اولیاء
چوں محمد درمیانِ انبیاء

یعنی حضور غوثِ اعظم کا مقام اولیاء کاملیں کے درمیان ایسے ہی جیسے انبیاء کرام کے درمیان حضور سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ومرتبہ ہے۔

حضور غوث اعظمؒ کا فیضان شرق تا غرب جاری وساری ہے اور آپ کا سلسلہ تصوف یعنی قادریہ سلسلہ تمام سلاسلِ تصوف میں ممتاز واعلیٰ ہے۔ یہاں ہم مختلف اولیاء کرام اور اکابر صوفیاء کے ارشادات پیش کیے جاتے ہیں جن میں حضور غوث اعظمؒ کی عظمت وشوکت کا بیان ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں: ''محبوبیت وہ ہے کہ جمالِ الٰہی کی تجلی نے اس کو اپنے انوار کا آشیانہ بنایا ہے۔ اسی لیے ہزاروں عاشق دیوانہ وار فیض و ہدایت کی توقع سے دور دراز کے سفر طے کر کے اس کے آستانہ پر سربسجود ہوتے ہیں۔ اور یہ مرتبہ ان مراتب میں سے ہے کسی بشر کو نہیں دیئے گئے۔ مگر حبیبِ خدا صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل چند اولیاء اللہ کو محبوبیت کا مقام عطا کیا گیا ہے۔ اور وہ مسجودِ خلائق ہوئے۔ مثل حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانیؒ اور خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ۔ (شریف التواریخ: جلداول: ص56)

حضرت اما احمد رضاؒ بریلوی فرماتے ہیں:

''حضور پرنور سیّدنا غوثِ اعظمؒ حضور اقدس وانور کے وارثِ کامل و نائب نام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جمیع صفاتِ جمال وجلال وکمال وافضال کے ان میں متجلی ہیں جس طرح ذاتِ عزتِ احدیث مع جملہ صفات ونعوتِ جلالت آئینہ محمدی میں تجلی فرما ہے''۔ (فتاویٰ افریقہ: ص:116)

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں تحریر کرتے ہیں:

''حضرت سیّد محی الدین جیلانی قدس سرہ نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے۔ مگر مجھ کو۔ اگر میں چاہوں تو اس میں تصرف کروں۔ میں اس بات پر بہت تعجب کیا کرتا تھا کہ آپ کا فرمان سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور بہت مدت تک یہ خیال فقیر کے ذہن میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرتِ حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا اور حقیقتِ حال منکشف ہوئی۔ (مسلک مجدد: ص:23)

''خاندانِ نبوت میں سے اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا، قطب الاقطاب نبی آدم کا غوث اور جن وانس کا مرجع بنایا۔ حتی کہ شیخ محی الدین، مجددِ دین ہو گئے۔ اگر چہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال تمام اولاد میں درخشاں ہے۔ لیکن حضرت شیخ (حضور غوث اعظمؒ) میں اور ہی قسم کا جمال وکمال ہے اور آپ کا جمال دراصل حضور کا جمال اور ان کا کمال درحقیقت رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال ہے (اخبار الاخبار: ص26)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں۔

''اس میں ذرہ بھر کلام نہیں ہے کہ حضرت غوثِ اعظمؒ مرکزِ ولایت ہیں۔اولیاء اللہ میں ان کو خاص برتری حاصل ہے ان کی برکات کا آفتاب روزِ حشر تک ضیاء باریاں کرتا رہے گا''۔(تذکرہ مشائخ قادریہ:ازمحمد دین کلیم ص:21)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں۔

''قادریت میں اگرچہ تعلیم بظاہر شیخ ہی سے ہوتی ہےلیکن یہ اویسی نسبت کا مظہر ہے۔مرشد کے ساتھ طالب کا ربط ہو یا طالب کی طرف مرشد کی توجہ،اس سلسلے میں دونوں ہی ایک مخصوص انداز سے موجود ہیں جو دوسرے طریقے میں موجود نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ذاتِ گرامی اپنے اندر ایک ایسا چشمۂ فیض رکھتی ہے جس کے اندر جہاں بھر میں پھیل جانے کی صلاحیت موجود ہے۔کیونکہ وفات پا جانے کے بعد آپ نے ملاءاعلیٰ کی سی ہئیت اختیار کر لی ہے۔اور آپ کے اندر وہ حقیقت منعکس ہوگئی ہے جو سارے عالم میں جاری وساری ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے طریقے میں خاص روح اور زندگی موجود ہے۔

(شاہِ جیلان کا روحانی فیض:از پروفیسر فیاض احمد کاوش)

حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ فرماتے ہیں۔

''واضح ہو کہ طریقہ قادریہ تمام طریقوں پر قادر اور قوی ہے۔

اس لیے کہ ابتدائے طریقہ قادریہ تمام طریقوں کی انتہا ہے۔

علاوہ ازیں ابتدائے قادریہ میں شروع تعلیم وتلقین سے پہلے ہی دن تمام مقامِ حضوریِ مجلس محمدی حاصل ہوتا ہے''۔(عرفانِ قادر ازعبدالعزیز عرصی:ص:194)

ڈوبی کشتی کو بارہ سال بعد دوبارہ نکالنا

یوں تو حضور سیّدنا غوث اعظمؒ کی کرامات بے حد زیادہ ہیں لیکن ان میں ایک کرامت عوام الناس میں بہت مشہور ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک بڑھیا کے بیٹے کی بارات والی کشتی دریا کی تند و تیز موجوں کی نذر ہو کر ڈوب ہوگئی وہ بارہ برس تک روتی رہی۔ ایک دن حضور غوث اعظمؒ کی بارگاہِ مسکن پناہ میں حاضر ہوئی اور اپنی فریاد سنا کر زار زار رونے لگی۔ حضور غوث اعظمؒ نے اپنے خداداد اختیارات کو استعمال کیا اور شانِ مظہر الٰہی کو ظاہر کرتے ہوئے کشتی کو بارات سمیت صحیح سالم دریا سے نکال دیا۔ آپ کی یہ کرامت بہت مشہور ہے۔ تاہم کچھ مخالفینِ کرامات اولیاء ایسے ہیں جو عقل کو بنیاد بنا کر سراسر اس کرامت کا انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس بات کو فراموش کر دیتے ہیں کہ کرامت تو ہوتی ہی وہ ہے جو خلافِ عادت ہو اور عقل کے احاطے میں سمجھ نہ آتی ہو۔ اس حوالے سے ہم اہلِ عقیدت و محبت کا نظریہ جو ہے اس کی وضاحت حضور قبلۂ عالم خواجہ شمس الدین چشتی نظامیؒ کے اس بیان سے بخوبی ہو جاتی ہے اور یہی اہلِ سنت کا نظریہ ہے۔

''ایک مرتبہ صاحبزادہ خواجہ محمد دینؒ نے اپنے والدِ بزرگوار حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے پوچھا کہ یہ بات جو لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت غوثِ اعظمؒ نے بارہ سال کی غرق شدہ کشتی کو مسافروں سمیت صحیح سالم نکال لیا، یہ ممکنات میں سے ہے یا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ بارہ سال کا عرصہ زیادہ ہوتا ہے یا سو سال کا۔ کیا تم نے

قرآن مجید میں حضرت عزیز علیہ السلام کا قصہ نہیں پڑھا۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان کو سو سال کے بعد زندہ کیا؟ صاحبزادہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے مگر کشتی والا معاملہ حضرت پیر دستگیرؒ سے منسوب ہے۔ حضرت خواجہ سیالویؒ نے فرمایا۔ کہ حضرت پیر صاحبِ منزل بقاباللہ تھے۔ جو بزرگ اس مقام تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ وہ اوصافِ الٰہی سے متصف ہو جاتے ہیں۔ صورتِ بشری کا ایک پردہ درمیان دہ جاتا ہے ورنہ ہر ایک فعل جو ان سے سرزد ہوتا ہے، اس میں وہ اختیاراتِ ربانی سے مختار ہوتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (الانفال:17)

ترجمہ:۔ اور آپ نے نہ پھینکیں جبکہ آپ نے ہی پھینکیں لیکن (یہ تو) اللہ نے پھینکیں ہیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیاء کی شان کتنی ہے۔ لوگ اس چیز کو عقل سے دور سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت غوثِ اعظمؒ نے بارہ سال کے بعد ڈوبی ہوئی کشتی کو تیرایا اور پھر بارہ سال قبل جو ڈوب کر مر چکے تھے، وہ کیسے زندہ ہو گئے۔ لیکن میرا نظریہ یہ ہے اور میں اللہ کے گھر میں بیٹھ کر قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ خدا کے مقبول بندوں کی شان یہ ہے کہ کروڑوں سال ڈوبی ہوئی کشتی کو بھی زندہ کر سکتے ہیں بارہ سال کی کیا حقیقت ہے۔ اور یہ چیز میں علیٰ وجہِ البصیرت عرض کر رہا ہوں اور چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی اس کا انکار کرے۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اکتوبر 1981)

یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کہہ کر مدد طلب کرنا

شہنشاہِ بغداد سیّدالاولیاء غوثِ الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے آستانۂ فیض گنجینہ سے وابستہ غلاموں کا یہ شیوہ رہا ہے کہ ان پر جب بھی کوئی مشکل گھڑی آتی ہے یا وہ کسی مصیبت یا آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں تو یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاءللہ اور یا غوثِ اعظم کہہ کر آپ سے مدد طلب کرتے ہیں اور مشکل کشائی کی درخواست کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش سے حضور غوثِ اعظمؒ ان کی امداد کو پہنچتے ہیں اور ان کی مشکل کا مداوا کرتے ہیں۔ تصوف اور اولیاء کرام کے تذکروں پر مشتمل ہزارہا کتابیں ایسے واقعات اور کرامات سے بھری پڑی ہیں جن میں بعداز وصال جنابِ غوثِ پاک نے اپنے مریدوں اور چاہنے والوں کی فریادرسی کی۔

آیئے اس حوالے سے کچھ حوالہ جات اور کرامات کا ذکر کرتے ہیں تا کہ دلوں میں وسوسہ اور شک و شبہ رکھنے والے احباب کی تشفی ہو۔ اور کفر وشرک کہنے والے نادان لوگوں کو شعور آئے۔

خود حضور غوثِ اعظمؒ اس حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں۔

''جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے، وہ مصیبت دور ہو، اور جو سختی میں میرا نام لے ندا کرے۔ وہ سختی دفع ہو۔ اور جو اللہ عزوجل کی طرف کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے وہ حاجت پوری ہو اور جو دو رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھے، پھر سلام پھیر کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گیارہ بار درود

پڑھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کرے پھر بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے کر اپنی حاجت کا ذکر کرے۔تو بے شک اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ حاجت روا ہو"۔ (برکات الامداد از احمد رضا بریلویؒ:ص:21)

دیگر بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام اس حوالے سے تائید فرماتے ہیں۔

حضرت عبدالحق محدثِ دہلویؒ فرماتے ہیں۔

"حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کا فرمان ہے کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جائے، اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائے گی ایک عظیم بزرگ نے فرمایا میں نے چار مشائخ کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں تصرف کیا کرتے تھے یا اس سے زیادہ۔شیخ معروفِ کرخیؒ، غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور دو ولیوں شیخ عقیل بسہیؒ، شیخ ابنِ قیس صرافیؒ۔(اشعۃ اللمعات:ص:113)

حضرت پیر مہر علی شاہ تاجدارِ گولڑہ شریف لکھتے ہیں۔

"امت کے اولیاء عظام میں سے راہِ جذب میں تکمیل کے بعد جس شخص نے کامل اور مکمل طور پر نسبتِ اویسیہ کی اصل کی طرف رجوع کر کے وہاں کامل استقامت سے قدم رکھا ہے وہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔اور اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ آں جناب قبر شریف میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں (مہرِ منیر:صفحہ نمبر:42)

دیو بندی مسلک کے امام رشید احمد گنگوہی کا اس بارے میں فتویٰ ملاحظہ کریں۔

اس سوال پر کہ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء للہ بطور ورد برائے قضائے حاجات (حاجتیں پورے ہونے کے لیے) کیسا ہے: وہ لکھتے ہیں۔

"جو محض ان کلمات میں اثر جان کر پڑھتا ہے وہ کافر و مشرک نہ ہوگا۔جو شیخ

قدس سرہ کو متصرف بالذات اور عالمِ غیب بذات خود جان کر پڑھے گا، وہ شرک ہے۔

اور اس عقیدہ سے پڑھنا کہ شیخ (غوثِ پاک) کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے اور اللہ کی اجازت سے شیخ حاجت براری کر دیتے ہیں۔ وہ بھی مشرک نہ ہوگا۔ باقی مومن کی نسبت بدظن ہونا بھی گناہ ہے اور جلدی سے کسی کو کافر مشرک بنا دینا بھی غیر مناسب ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص:340)

حضرت علامہ غلام محمود ہزاروی اہلِ سنت کی نمائندگی کرتے ہوئے ہیں اور اس فتویٰ کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہیں۔

''الحمد اللہ کہ اہلِ سنت یہی عقیدہ رکھتے ہیں اور کوئی بھی معاذ اللہ غوثِ پاک یا کسی بھی ولی اور نبی کو متصرف بالذات یا عالم الغیب بذاتِ خود بغیر اطلاع الٰہی کے نہیں سمجھتا۔ اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا فاضلِ بریلویؒ) کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ اپنی مایۂ ناز تصنیف ''الدولۃ المکیہ'' عربی اور اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں اگر علم ذاتی استقلالی غیر عطائی کا کروڑواں حصہ بھی اللہ کے سوا کسی اور کے لیے مانے تو مشرک ہو جاتا ہے۔ (ماہنامہ ماہ طیبہ: کوٹلی لوہاراں: اپریل 1969ء)

امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلویؒ نے اس حوالے سے ایک قدم اور آگے بڑھتے ہوئے بہت خوبصورت بات کہی ہے۔

''کسی نے کہا کہ حضرت سیّدی احمد زروقؒ نے فرمایا ہے، جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو ''یا زروق'' کہہ کر ندا کرے۔ میں فوراً اس کی مدد کروں گا۔ جواب میں امام احمد رضا خاں بریلویؒ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا۔

''مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد طلب نہیں کی۔ جب کبھی میں نے استعانت

(مدد) مانگی، یاغوث ہی کہا۔ یک در گیر محکم گیر (یعنی ایک در در پکڑ لومگر پکا پکڑ لو)''۔

(ملفوظات: مفتی اعظم ہندؒ: حصہ سوم: صفحہ: 61)

حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑویؒ کے سامنے ایک دفعہ اعتراض ہوا کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء اللہ کی بجائے اللہ تعالیٰ سے اس طرح مانگنا چاہیے کہ یا اللہ مجھے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے صدقے کچھ عطا فرما۔ حضرت نے فرمایا۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ سورہ النساء میں فرماتے ہیں۔

''واتقّوا اللہ الذی تسالون بہٖ''

ترجمہ:۔ ڈرو اس اللہ سے جس کا واسطہ دے کر لوگوں سے سوال کرتے ہو۔

حق تعالیٰ نے یہاں اپنے نام کے واسطہ سے سوال کرنے کو اپنے احسان کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرنا جائز نہ ہوتا تو اس پر اپنا احسان نہ جتاتے۔ بلکہ ایسا کرنے سے منع فرما دیتے۔ لہٰذا جملہ مذکورہ جس کا معاذ اللہ کے نام کے واسطہ سے سوال کرنا درست ہوگا۔ (مہر منیر: صفحہ 421)

حضرت مخدومِ جہانیاں جہاں گشتؒ کے ایک دیوانے کے کان میں درد تھا۔ آپ نے یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ دم کر دیا تو آرام آ گیا۔

(جدید قصص الانبیاء: ص: 142 از صوفی وارثی میرٹھی)

ایک روز آگ لگ گئی حضرت مخدومِ جہانیاں جہاں گشتؒ نے خاک کی ایک چٹکی اٹھائی اور یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء اللہ با آواز بلند کہہ کر ڈال دی، آگ فوراً بجھ گئی۔ (سیر الاخبار: مراد شاہ سہروردی: ص: 266)

تقسیم ہند سے قبل ایک بزرگ کا واقعہ بھی دلچسپی کا حامل ہے۔ جس سے حضور

غوثِ اعظمؒ کے فیضانِ خاص کا پتہ چلتا ہے۔مولوی سلطان محمدؒ صاحب کو بھاگلپور جیل میں قید کر دیا گیا۔وہاں کا سپرنٹنڈنٹ جیل بہت متعصب ہندو تھا۔دورانِ قید ایک ہندو پنڈت اور اس کے چار بنگالی (ہندو) ساتھی بھی کانگریس کے کسی کیس کے سلسلے میں قید ہو کر جیل آئے۔وہ چاروں بنگالی ہندو مولوی صاحب کی صحبت سے فیضیاب ہو کر مسلمان ہو گئے جس سے پنڈت کو بہت دکھ ہوا۔پنڈت نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ کہتے ہیں ہمارا مذہب دینِ اسلام سچا ہے۔جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے گرو اور وید سچے ہیں۔لہٰذا ہم ایک دوسرے پر روحانی حملے کرتے ہیں۔جس کا دین سچا ہوا وہ غالب آجائے گا۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب تہجد کے نوافل ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوا تو ایک سفید رنگ کے بندر نے میرے سامنے رقص کرنا شروع کر دیا۔یہ سلسلہ کوئی آٹھ دس دن جاری رہا۔جب بھی مصلے پر کھڑا ہوتا وہ سفید بندر میرے سامنے آجاتا۔

اس کے علاوہ میں نے خود بھی محسوس کیا اور میرے ساتھی قیدیوں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ آپ کا رنگ کالا ہو گیا۔

میں بہت پریشان ہوا اور اپنے پیرو مرشد حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ کی تعلیمات کے مطابق بغداد کی جانب رخ کر کے فریاد کی تو آواز آئی۔ڈرتے کیوں ہو اس کو تھپڑ مارو۔مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے کچھ حوصلہ ہوا اور میں نے بائیں ہاتھ سے اس سفید بندر کو ایک زناٹے دار تھپڑ مارا جس سے وہ میری بیرک کی سلاخوں کے ساتھ ٹکرا کر گر پڑا اور فوراً مر گیا۔اس سے سخت بدبودار دھواں نکلنا شروع ہوا جس کے تعفن سے مجھے سخت بیزاری ہوئی۔آہستہ آہستہ وہ ختم ہو گیا اور مجھے یوں محسوس ہوا

جیسے ہزاروں من بوجھ میرے سر سے اُتر گیا ہے۔

صبح جب پنڈت میری بیرک کے سامنے سے گزرا تو اس کے ہاتھ میں ایک گڑوی تھی اور وہ لاٹھی کے سہارے ہائے ہائے کرتا جارہا تھا۔اور تین دن بعد وہ پنڈت مر گیا۔اصل میں یہ ہنومان کا جادو تھا جو اس نے مجھ پر کیا مگر غوثِ اعظمؒ کی توجہ سے خود ہی اس کی لپیٹ میں آ گیا۔(سیّدنا غوث اعظمؒ:از جلال الدین ڈیروی:ص:118)

اسی طرح کی ایک اور دلچسپ کرامت پیش خدمت ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دورِ حکومت میں ایک ہندو اور ایک بدعقیدہ شخص قریب قریب رہا کرتے تھے۔ ہندو کی بیوی بہت خوبصورت تھی اور بدعقیدہ شخص اس پر عاشق تھا۔ایک دن ہندو اپنی بیوی کے ساتھ سسرال جانے کے لیے روانہ ہوا۔ برے عقیدے والا شخص موقع کی تاک میں تھا، وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچ گیا۔اور کہنے لگا کہ سفر کی وجہ سے آپ تھک چکے ہوں گے،اس لیے گھوڑے پر سوار ہو جایئے ہندو نے انکار کر دیا۔اس پر اس نے کہا کہ اپنی بیوی کو بٹھا دیجیے لیکن بیوی نے بھی انکار کر دیا۔ بدعقیدہ شخص نے کہا کہ آپ کے ساتھ دھوکا نہیں ہوگا۔اس پر ہندو نے ضمانت طلب کی۔ ہندو کی بیوی نے کہا کہ مسلمانوں کے ''بڑے پیر'' کی اگر یہ ضمانت دے تو ہمیں منظور ہے۔ بدعقیدہ نے اس کو تسلیم کر لیا۔ چنانچہ وہ عورت گھوڑے پر سوار ہو گئی۔

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد بدعقیدہ شخص نے اس کے خاوند کو قتل کر دیا اور خود گھوڑے کو سرپٹ دوڑانا شروع کر دیا۔اس پر وہ عورت جو اپنی خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھی ، بہت پریشان ہوئی خوف کے عالم میں وہ حضرت پیرانِ پیرؒ کو امداد

کے لیے پکار رہی تھی اور یہ بدعقیدہ شخص اسکا تمسخر اڑا رہا تھا۔وہ کہہ رہا تھا کہ ان کو تو فوت ہوئے کئی صدیاں گزر چکی ہیں۔وہ تیری کیا مدد کریں گے۔یہ کہنا ہی تھا کہ دو نقاب پوش سوار پیچھے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ایک نے آتے ہی تلوار کے ساتھ اس بدعقیدہ شخص کا سر قلم کر دیا۔پھر وہ دونوں اس عورت کو لے کر اس مقام پر پہنچے جہاں پر اس کے خاوند کی نعش تھی۔ایک نے سر اور دھڑ کو جوڑ دیا اور شہسوار نے ایک ٹھوکر ماری جس سے مقتول زندہ ہو گیا۔اور یہ دونوں اپنے شہر واپس آ گئے۔

(احوال و آثار غوثِ اعظمؒ)

یہاں آپ کے ذوق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حضور غوثِ اعظمؒ سے متعلق ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کے احوال سے اچھی طرح باخبر ہوتے ہیں اور ان پر کرم بھی فرماتے رہتے ہیں۔

یہ واقعہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے والدِ محترم کے حوالے سے اپنی کتاب انفاس العارفین میں تحریر کیا ہے۔یاد رہے شاہ صاحبؒ برصغیر کے تمام فرقوں کے لیے یکساں طور پر قابلِ عزت و تکریم ہیں۔وہ بیان کرتے ہیں۔

”حرم شریف میں ایک شخص کو حضرت غوثِ اعظمؒ کی طرف منسوب ٹوپی اپنے آباؤ اجداد سے ملی تھی۔اور وہ وہاں اس کی وجہ سے بہت محترم اور مکرم تھا۔ایک رات خواب میں اس نے حضور غوثِ اعظمؒ کو دیکھا۔فرماتے ہیں کہ یہ ٹوپی ابوالقاسم اکبر آبادیؒ کو دے دو۔اس شخص کے دل میں خیال گزرا کہ اس شخص کو فضیلت دینے میں کوئی حکمت ہے۔امتحان کے طور پر ایک حصہ قیمتی جبہ اس کے ساتھ ملایا اور پوچھتے

پچھاتے آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ یہ دونوں تبرک حضرت غوثِ اعظمؒ کے ہیں۔انہوں نے خواب میں مجھے یہ تبرکات آپ تک پہنچانے کا حکم دیا ہے۔اور تبرکات ان کے سامنے رکھ دیئے۔اس شخص نے کہا کہ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔اس کے شکرانے کے طور پر بہت سا کھانا تیار کیجئے اور تمام معززین شہر کی دعوت فرمایئے۔آپ نے فرمایا کہ کل تشریف لایئے اور جس کو چاہیں کھانے کے لیے ساتھ لیتے آئیں۔

علی الصبح وہ اپنے بہت سے احباب کے ساتھ آیا اور جی بھر کر کھانا کھایا۔دعوت سے فارغ ہوکر اس نے پوچھا کہ آپ بظاہر بہت متوکل آدمی ہیں،اس قدر کھانا کیسے تیار کروالیا۔فرمایا! ہم نے جبہ کو فروخت کر دیا اور ضرورت کی چیزیں خرید لیں۔وہ آدمی زور سے بولا کہ میں نے اس درویش کو اس کا اہل سمجھا تھا،یہ فریبی نکلا۔اس نے ان کی قدر نہیں پہچانی۔فرمایا شور مت کرو،جو تبرک تھا اسے میں نے محفوظ کرلیا ہے اور جو تبرک نہیں تھی بلکہ امتحان تھی اسے میں نے فروخت کر دیا ہے اور اس کی دعوت کرڈالی وہ اس حقیقت سے آگاہ ہوا تو تمام اہلِ مجلس سے حقیقت حال بیان کی۔

سب نے کہا الحمدللہ،تبرک اس کے حقدار کو مل گیا۔(انفاس العارفین ص:52:53)

اس واقعہ سے واضح ہوا کہ حضور غوثِ اعظمؒ کا مقام تو بہت بلند ہے،ان کے ارادت مند بھی دلوں کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں۔سبحان اللہ

آخر میں ایک اور کرامت ملاحظہ فرمائیں:

حضرت اخوند نعمت اللہؒ فرماتے تھے کہ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ میں حضرت غوث الثقلینؒ سے بہت عقیدت رکھتا ہوں۔وہ میری اس عقیدت ومحبت سے

آگاہ ہوں گے اور کیوں نہیں ہوں گے جب کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر میں مغرب میں ہوں اور میرا مرید ننگے سر مشرق میں ہو تو میں اس کی سر پوشی کروں گا۔

میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ میں ایک ویرانے میں ننگے سر کھڑا ہوں کہ حضور غوث اعظمؒ تشریف لائے اور مجھے سفید پگڑی عطا کی۔اور فرمایا کہ ہم تیرے اس حال سے باخبر ہیں کہ تو ننگے سر کھڑا ہے۔لہٰذا میں نے چاہا کہ تیرا سر ڈھانپ دوں۔جب صبح ہوئی تو شاہ ابولمعالیؒ نے مجھے پاس بلایا اور سفید دستار مجھے عنایت کی اور فرمایا کہ یہ وہی دستار ہے جو رات تجھے غوثِ اعظمؒ نے دی۔

(بزرگانِ لاہور:ص:47:48)

حضور غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کا اخلاق اور کرامات

حضور سیّدنا غوثِ اعظم رح کا حسن و جمال اور صورت بے مثال اور یکتا تھا۔آپ جس طرح محکمہ ولایت کے سربراہ تھے اسی طرح اخلاق، عادات اور سیرت میں بھی آپ اپنے دور میں سب سے بلند مقام پر فائز تھے۔مورخین بیان کرتے ہیں کہ آپ کا چہرہ مبارک بہت روشن تھا۔قد درمیانہ تھا یعنی نہ بہت لمبے تھے کہ برے لگیں اور نہ چھوٹے قد کے تھے کہ پست لگیں۔سینہ مبارک چوڑا تھا۔او چھاتی چوڑی تھی۔آپ کے چہرۂ انور پر سجی ہوئی داڑھی طویل وعریض تھی اور پورے سینے کو گھیرتی تھی۔بھویں ملیں تھیں، آنکھیں روشن اور تابدار تھیں۔آپ کی آواز بہت بلند مگر بااثر تھی۔اتنی کہ ہزاروں کا مجمع بھی بآسانی آپ کا خطاب سماعت کرتا تھا۔آپ ہمیشہ خوش وخرم رہنے والے اور باحیا تھے۔

آپ کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے اور آپ جودوسخا کا پیکر تھے۔آپ کا قلبِ انور اللہ تعالیٰ کی محبت سے معمور تھا۔آپ بڑے مہربان، بہت شفقت فرمانے والے، سخاوت میں بے نظیر،فضولیات سے یکسر الگ اور حق کے بہت نزدیک تھے۔آپ بھوکوں کو کھانا کھلانے اور حاجتمندوں کو بے حساب نوازنے کا خاص ذوق رکھتے تھے۔ جودوکرم اور سخاوت میں آپ بہت بلند مقام رکھتے تھے۔آپ کا فرمان ہے کہ ''اگر ساری دنیا کی دولت میرے قبضے میں ہوتو میں اسے بھوکوں کو کھانا کھلانے میں صرف کر

دوں۔آپ کا یہ بھی فرمان تھا کہ ایسا لگتا ہے کہ میری ہتھیلی میں سوراخ ہے کوئی چیز اس میں ٹھہرتی نہیں۔اگر ایک ہزار دینار میرے پاس آئیں تو رات ختم ہونے سے پہلے اسے خرچ کر دیتا ہوں''۔(قلائدالجواہر)

اسی طرح آپ کی سخاوت کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ حکم تھا کہ رات کو وسیع دسترخوان بچھے،خود مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے،کمزوروں،غریبوں کے ساتھ بیٹھتے،طلباء کی باتوں کو برداشت کرتے اور محسوس نہ فرماتے۔ہر شخص یہ سمجھتا کہ اس سے زیادہ آپ کا محبوب کوئی اور نہیں ہے۔سنگیوں میں غیر حاضر ہونے والوں کا حال احوال دریافت کرتے،غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرتے اور اگر کسی کا راز جانتے تو اسے ظاہر نہ فرماتے اپنے لیے کسی بات پر غصہ نہ فرماتے۔مگر اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف دیکھتے تو سخت غصو فرماتے۔کسی سوالی کو خالی نہ لوٹاتے چاہے وہ آپ کے تن کے کپڑے ہی مانگ لے۔

آپ کو مخلوق خدا سے بہت پیار تھا۔آپ اللہ کے بندوں پر بہت شفقت اور محبت فرماتے۔کسی ڈر اور خوف کے بغیر وعظ اور بیان فرماتے۔مظلوموں کی حمایت کرتے،ظالموں کے خلاف کلمۂ حق بلند کرتے،لوگوں کے پیچیدہ مسائل پر فوراً فتویٰ دیتے اور حقیقت و معرفت کے طلبگاروں کی رہبری فرماتے۔یہ سب کچھ محض مخلوقِ خدا کی دستگیری اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کرتے تھے۔

آپ نے اپنی خانقاہ سے محلق ایک رباط یعنی سرائے قائم کی تھی،جہاں مسافروں کے کھانے پینے اور ٹھہرنے کا مناسب انتظام تھا۔کسی ملازم کو یہ حق نہ تھا کہ وہ آنے والے سے پوچھے کہ وہ کون ہے،کہاں سے آیا ہے اور اس کا تعلق کس نسل،قوم

یا مذہب سے ہے۔ دونوں وقت دسترخوان بچھایا جاتا اور ہر کسی کے لیے کھانے کا اہتماک کیا جاتا۔ اگر کوئی صاحب استطاعت مسافر رقم دیتا اسے لنگر میں شامل کر لیا جاتا۔ آپ کا فرمان تھا ''مستحق اور غیر مستحق دونوں کو دو، کیونکہ ہمیں نہیں معلوم کہ کون کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو ہر ایک کو جانتا ہے اور ہر ایک کو دیتا ہے''۔

حضور غوث الاعظمؒ بہت جری، نڈر، صاف گو اور راست باز تھے۔ حق بات کہنا آپ کا شیوہ تھا۔ وقت کے حکمرانوں کی سرزنش اور اپنے مواعظ کے ذریعے ان کی اصلاح آپ کا طریقہ تھا۔ آپ نہایت دلیری کے ساتھ حکام، امراء اور ظالم افسران کی ناانصافی، ظلم و زیادتی اور غفلت پر تنقید کرتے۔ اور حقداروں کی حق رسی تک چین سے نہ بیٹھتے تھے۔ سلاطین ارو امراء اگر آپ کی خدمت میں کچھ نذرانہ پیش کرتے تو مسترد کر دیتے۔ آپ دنیاوی جاہ و منصب یا عہدے کے طلبگار نہ رہے۔ ہمیشہ درویشی اور فقر کو اختیار کیے رکھا۔ آپ خوش پوش تھے اور صاف ستھرا نفیس لباس پہنتے تھے۔ یہ لباس صدقہ و خیرات سے نہ خریدتے تھے بلکہ تجارت میں مضاربت آپ کا ذریعہ روزگار تھا اور بعض نیک تاجر آپ کے شریکِ تجارت تھے۔

یوں تو حضور غوث الوریٰؒ کی کرامات بہت ہیں لیکن آپ کی سب سے بڑی کرامت مردہ دلوں کی مسیحائی اور ان میں دین کی نئی قوت پیدا کرنا تھا۔ آپ نے اپنی نظرِ کرم اور خصوصی توجہ سے لاکھوں انسانوں کو نئی زندگی اور تر و تازہ ولولہ دیا۔ ان کو فسق و فجور، جہالت، توہم پرستی اور نفاق کی دنیا سے نکال کر ایمان کے اجالوں سے ہمکنار کر دیا۔ آپ کی کاوشوں سے عالمِ اسلام کے تن مردہ میں نئی روح بیدار ہو گئی۔ اور اسلام کا گلشن پھر سے بہار آشنا ہو گیا۔ انہی کاوشوں کی بدولت آپ کو ''محی الدین'' یعنی

دین کو زندہ کرنے والے کا لقب دیا گیا۔
مؤرخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپ کی تبلیغ اور مواعظ کی بدولت آبادی کا بڑا حصہ آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہوا اور کثرت سے عیسائی اور یہودی اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے۔ تائب ہونے والوں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق کم وبیش ایک لاکھ تھی۔

پیر خلیفہ سیدنا جلال الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ

حضور غوثِ اعظم سیّدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی ایمان افروز تعلیمات، روحانی فیوض و برکات اور انوار و تجلیات سے نہ صرف خطہ بغداد کے لوگ فیض یاب ہوئے بلکہ عالم اسلام کے کونے کونے میں موجود متلاشیانِ حق نے آپ سے فیض پایا۔ اس چشمہ فیض سے استفادہ کرنے والوں میں افریقہ، مصر، شام، خراسان کے لوگوں کے ساتھ ساتھ برعظیم پاک و ہند کے لوگ بھی شامل تھے۔

آپ کی اولاد پاک میں سے ایک بزرگ پیر سیّد علی معظم گیلانیؒ ہندوستانی پنجاب کے علاقے گڑھ شنکر میں تشریف لائے اور سلسلہ قادریہ کے فیوض و برکات کا بے بہا خزینہ بھی اپنے ساتھ لائے۔ یہ سلسلہ بیرم پور انڈیا سے ہوتا ہوا چک نمبر 297 گ ب/ ج ب گوجرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے خطے تک پہنچا۔ ہم سلسلہ قادریہ کی اسی شاخ کی ایک ممتاز اور برگزیدہ ہستی حضرت پیر جلال الدین قادریؒ کا ذکر یہاں کررہے ہیں۔ جو اپنی شخصیت، کردار، غریب پروری، رحم دلی اور روحانی مقامات کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔

☆☆☆

پیر سید علی معظّم گیلانی الحسنی الحسینی رحمتہ اللہ علیہ

آ فتاب ولایت پیر سید علی معظّم گیلانی الحسنی الحسینی رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ قادریہ قلندریہ بیرم پور ضلع ہوشیار پور (بھارت) اور چک 297 ج ب گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے بانی ہیں۔قلندر بادشاہ پیر سید علی معظّم گیلانیؒ حضور غوث اعظم الشیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی البغدادیؒ کی اولاد میں سے ہیں۔آپ گویا حسنی حسینی سید ہیں۔آپ کی زندگی کے احوال کے بارے میں زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ تاہم روایات کے مطابق آپ کی پیدائش بغداد شریف میں بارہویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی۔آپ کی تعلیم وتربیت بغداد میں ہی علمی، روحانی اور دینی ماحول میں ہوئی۔سیدنا پیر احمد گیلانیؒ سے آپ نے بیعت کی اور مرشد پاک نے آپ کو روحانی منازل طے کرانے میں بہت توجہ فرمائی۔آپ ایک نوخیز کلی تھے، مرشد نے آپ کو مہکتا گلاب بنا دیا۔آپ ناتراشیدہ پتھر تھے، مرشد نے آپ کی تراش خراش کر کے چمکتا دمکتا ہیرا بنا دیا۔آپ کا قلب وجگر اس طرح سے روشن ہوا کہ قرب الٰہی کی منزل تک جا پہنچے۔اس دور کی روایات اور حالات کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے پیرومرشد نے آپ کو نصیحت کی کہ تم ہندوستان کے دور دراز علاقے میں جا کر تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دو اور کفر وظلمت کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے لوگوں کے دلوں کو اسلام کے نور سے روشن کرو۔

پیر سید علی معظّم گیلانی کو اپنے بزرگوں کی روایات کا علم بھی بخوبی تھا کہ وہ اسلام کا اجالا گردو پیش کے ممالک میں پھیلانے کے لئے ہمیشہ سے اپنے گھر بار اور وطن کو خیر باد کہہ کر ہجرت کرتے چلے آئے ہیں اور دوسرا یہ کہ مرشد کامل کا فرمان بھی ایسا حکم تھا جو پورا کرنا مرید صادق کے لئے لازمی ہو جاتا ہے۔ پیر معظّم گیلانی نے گھر بار، عزیز و اقارب اور اپنے دیس کو خیر باد کہا اور تبلیغ اسلام کا مقدس مشن لے کر ہندوستان کے دور افتادہ علاقے گڑھ شنکر میں تشریف لے آئے۔

گڑھ شنکر ہندوستانی صوبہ پنجاب کے ضلع ہوشیار پور میں واقع ہے۔ یہ علاقہ ہندوستان کے میدانی علاقوں اور ہمالیہ کے آسمان کو چھوتے ہوئے سرسبز و شاداب پہاڑی سلسلے کے سنگم پر واقع ہے۔ گڑھ شنکر ایک قدیم قصبہ ہے جہاں راجپوتوں کی آبادی اکثریت میں تھی۔ گردو پیش کے علاقے سکھوں اور ہندوؤں کے دیہاتوں سے بھرے پڑے تھے۔ مسلمان شاید بہت کم تعداد میں آباد تھے۔ اگرچہ ہندو اور سکھ جاٹ بھی ضد، ہٹ دھرمی اور مذہبی تعصب میں اپنا جواب نہیں رکھتے لیکن یہاں کے راجپوت نہایت اکھڑ، ضدی اور ہٹ دھرم تھے۔ انا پرستی اور خود نمائی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ رواداری، محبت، مروت، حسن اخلاق کا نام تک نہ تھا۔ پیر علی معظّمؒ جب اس بستی میں تشریف لائے اور آپ نے اسلام کی روشنی پھیلانی شروع کی تو ان لوگوں نے آپ کو بہت تنگ کیا۔ آپ کی راہ میں ہر طرح کی رکاوٹیں کھڑی کیں اور آپ کو جسمانی اور روحانی اذیتیں پہنچا کر یہ چاہا کہ آپ یہاں سے کسی اور طرف چلے جائیں لیکن آپ کی مستقل مزاجی اور اولوالعزمی کی بدولت ان کے پتھر دل موم ہونے لگے۔ وہ آپ کے اخلاق عالیہ اور شیریں کلامی سے متاثر ہونے لگے اور ان کے دلوں میں اسلام کے لئے نرم گوشہ پیدا ہوا۔ رفتہ رفتہ یہ اکھڑ راجپوت اسلام کے شجر سایہ دار کے نیچے آنے لگے اور اسلام کا پیغام برق رفتاری سے چاروں اطراف

پھیلنے لگا۔آپ کی نظر کرامت تھی کہ آپ کے دشمن آپ کے گرویدہ ہو گئے اور وہ جوق در جوق اسلام کے پرچم تلے آ گئے۔یوں آپ نے اپنے حسن اخلاق، محبت والفت اور روحانی قوت کی بدولت ان کی کایا پلٹ دی۔

روایات کے مطابق آپ بارہویں صدی ہجری کے وسط میں ہندوستان تشریف لائے اور 1213ھ میں آپ کا وصال ہوا۔آپ نے اپنے خالق سے ملنے سے پہلے اپنا مشن مکمل کر لیا تھا اور اپنے مرشد کے حکم کو بجا لاتے ہوئے کفرستان ہند کے اس علاقے میں اسلام کی شمع روشن کر دی تھی۔آپ کا مزار شریف گڑھ شنکر شہر کے وسط میں واقع ہے۔کہتے ہیں کہ اس کا نقشہ بغداد شریف کے گنبد سے ملتا ہے۔دربار شریف شہر کی نسبت بلندی پر واقع ہے۔قیام پاکستان کے بعد اگرچہ مسلمان یہاں بہت قلیل تعداد میں مقیم ہیں۔لیکن سب آپ کے عقیدت مند ہیں بلکہ مقامی ہندو اور سکھ بھی عقیدت سے آپ کے آستانہ ناز پر سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔

حضرت پیر بابا قادر بخشؒ قلندر بیرم پوری

سلسلہ عالیہ قادریہ قلندریہ کے پیشوا اور مرشد عظیم حضرت میاں قادر بخش قلندر بادشاہ ہیں۔آپ بیرم پور کی راجپوت فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ بیرم پور شریف کا قصبہ بھارتی پنجاب کے مشہور ضلع ہوشیار پور میں واقع ہے۔ بیرم پور سرسبز و شاداب ٹیلوں' چھوٹی پہاڑیوں اور برساتی ندی نالوں کا علاقہ ہے جہاں بارشیں معمول سے زیادہ ہوتی ہیں اور گرمی نسبتاً وسطی پنجاب سے کم ہوتی ہے۔

حضرت پیر قادر بخشؒ بیرم پور کی ایک راجپوت فیملی سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ اس علاقے میں زیادہ تر راجپوت برادری کے لوگ ہی آباد تھے جو فطرتاً سخت مزاج اور ضدی مزاج تھے۔ بابا قادر بخشؒ بہت بہادر' جوان رعنا' جرّی اور جلالی طبیعت کے مالک تھے۔آپ کی آنکھیں جلال اور رعب کی وجہ سے سرخ رہتی تھیں۔ روایات کے مطابق آپ کا سن پیدائش 1144ھ ہے۔ بابا قادر بخشؒ شروع سے ہی صوفیانہ رنگ کے حامل تھے۔ درویشی' بےلوثی اور دنیا سے بے نیازی ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی آپ اپنے طریقے سے ہی راہ طریقت اور منزل تصوف کے راہی تھے۔آپ اس دور کے مطابق اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور فوج میں ملازمت کرتے تھے۔آپ جب عقل و شعور سے مکمل طور پر آراستہ ہو چکے اور حقیقت و معرفت کی دنیا میں خود ہی آگے بڑھنے لگے تو آپ کو ایسے مرشد برحق کی ضرورت محسوس ہوئی جو آپ کو طریقت اور سلوک کی منزلیں عبور کرا سکے۔اس سلسلے میں آپ کا بہت سی خانقاہوں میں جانا ہوا۔ بہت سے مشہور و معروف بزرگوں سے ملے' لیکن آپ کو آپ کا مقصد پورا ہوتا دکھائی

نہ دیا۔آپ کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ میں ایسے مرشد کے ہاتھ میں بیعت کروں گا جو مجھے وہ مقام دکھا سکے جہاں احد اور احمد کی ملاقات ہوئی تھی۔ایک دن خواب میں آپ کو بشارت ہوئی کہ آپ گڑھ شنکر جا کر پیر سید علی معظّم گیلانیؒ کی بیعت کر لو صبح جب بیدار ہوئے تو بہت خوش تھے کہ گوہر مراد ملنے والا ہے۔ آپ گڑھ شنکر پہنچے اور پیر سید علی معظّم گیلانیؒ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔لوگوں نے بتایا کہ وہ تو وصال فرما چکے ہیں اب ان کی جگہ پیر گامے شاہ سجادہ نشین ہیں۔حضرت بابا قادر بخشؒ پر پھر سے مایوسی کا عالم طاری ہونے لگا۔دل میں مرشد کامل کی تلاش کی جو شمع روشن ہوئی تھی، اب بجھتی سی محسوس ہوئی۔ایک غم کی کیفیت چھا گئی۔دل بجھ سا گیا۔اسی کیفیت میں مراقبے میں موجود تھے کہ روضۂ انور سے آواز آئی اے قادر بخش تو گامے شاہ کی بیعت کر لے، بظاہر تو ان کا مرید ہو گا لیکن اصل میں تیری راہنمائی ہم کریں گے۔آپ نے اس حکم پر عمل کیا پھر کیا تھا۔حجابات اٹھ گئے، پردے سمٹ گئے، فاصلے مٹ گئے اور فیوض وبرکات کی ایسی بارش ہوئی کہ آپ کا دامن مراد بھر گیا۔آپ کا باطن اور ظاہر سب روشن ہو گئے آپ کی ذات اس قابل ہو گئی کہ اکناف واطراف کے پیاسوں کی حقیقت اور معرفت کے جام سے تشنگی دور فرمائیں۔حضرت بابا قادر بخشؒ کی ذات منبع جود وسخا اور مرکز مہر ووفا بن گئی۔

روایات کے مطابق حضرت بابا قادر بخشؒ بہت عبادت گزار اور پرہیز گار تھے۔ ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔دنیا کے انعام واکرام سے بے نیاز تھے۔ لالچ، حرص، ذاتی مفاد اور جاہ پسندی سے کوسوں دور تھے۔آپ نے 162 سال کی طویل عمر پائی اور 1308 ہجری میں وصال فرمایا۔آپ ہر وقت یاد الٰہی میں مگن رہتے۔آپ کے مرید خاص اور جانشین بابا خیریتی شاہؒ ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔اگر کوئی مرید شرف باریابی چاہتا تو وہ آکر آپ کو مطلع کرتے۔اجازت

ملنے پر اس مرید کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت ملتی۔طویل العمری کی وجہ سے آپ کی پلکیں ہر وقت جھکی رہتیں۔لیکن آپ کے فیوض و برکات کا نور ہر وقت اجالا کرتا رہتا تھا۔

حضرت خلیفہ بابا جلال الدینؒ قادری بیان کرتے تھے کہ بابا قادر بخشؒ بہت جلالی طبیعت کے مالک تھے۔آپ اپنے مرید خاص بابا خیر یتی سے بہت محبت کرتے تھے اور ان پر ہمیشہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔ بابا خیر یتی شاہؒ کی والدہ بہت امیر گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں لیکن یہاں ان کے سسرال میں غربت اور تنگدستی کا عالم تھا۔حضرت بابا قادر بخشؒ ایک دن بی بی جان کے میکے میں گئے اور کہا کہ اپنی بیٹی کے لئے ایک عدد سوتی جوڑا دے دو۔لیکن وہ لوگ کافی خوشحال تھے کپڑا بننے کی ان کی بہت سی دستی کھڈیاں تھیں۔آج کل کے دور کے مطابق وہ ٹیکسٹائل مل کے مالک لیکن ان کے دل بہت تنگ تھے۔انہوں نے حضرت بابا قادر بخشؒ کے کہے پر عمل نہ کیا۔بابا جیؒ قلندر بادشاہ ناکام واپس گھر آئے۔ بابا خیر یتی شاہؒ کی والدہ نے حاضر ہو کر پوچھا کہ سرکار کہاں سے آئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ’’ربّ دے پٹیاں کولوں آیا واں‘‘ یعنی ربّ کے اجاڑے ہوئے لوگوں کے پاس سے آیا ہوں۔بی بی جان یہ سن کر کانپ اٹھیں۔وہ بہت پارسا اور عبادت گزار خاتون تھیں۔بابا قادر بخشؒ کے جملے میں پوشیدہ بات سمجھ چکی تھیں۔وہ ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئیں اور عرض کرنے لگیں: سرکار میرے جیتے جی ایسا نہ ہو۔آپ خاموش ہو گئے۔بی بی جان کے انتقال کے بعد وہ خاندان ایسا اجڑا کہ ایک ایک دن میں کئی جنازے اٹھے اور کچھ ہی دنوں کے اندر ان کا محل نما گھر محض ستونوں کا ڈھانچہ نظر آنے لگا جیسے صدیوں سے اجڑی عمارت ہو۔

بابا پیر قادر بخشؒ قلندر بادشاہ کا بحرِ فیض، بابا خیر یتی شاہؒ کے ذریعے جاری رہا۔ اگرچہ آستانہ عالیہ کی گدی آپ کی ذمہ داری میں آئی لیکن آپ کے خلفاء دیگر

مقامات پر بھی موجود ہیں جو آپ کے فیوض وانوار کو جاری کئے ہوئے ہیں۔ ہجرت کے بعد اگرچہ آپ کے سجادہ نشین بابا جلال الدین قادریؒ پاکستان میں آ گئے اور چک 297 ج ب گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ڈیرہ لگایا لیکن بیرم پور شریف میں موجود دربار شریف آج بھی پوری شان وشوکت سے قائم ودائم ہے۔ کچھ عرصہ قبل میرے بڑے بھائی محمد بشیر اور بہنوئی محمد حبیب اللہ ساکنان فیصل آباد بیرم پور گئے تو دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ وہاں کا انتظام مقامی اوقاف کے سپرد ہے اور ذمہ دار لوگ بہت عقیدت اور محبت سے دربار شریف کا خیال رکھتے ہیں۔ سالانہ عرس مبارک بھی دھوم دھام سے منعقد ہوتا ہے جس میں دور دراز سے لوگ شریک ہوتے ہیں۔

حضرت بابا خیریتی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

حضرت قبلہ بابا خیریتی شاہؒ بیرم پوری خلیفہ پیر جلال الدین قادری کے جدّ امجد ہیں۔ آپ کو حضرت بابا پیر قادر بخشؒ سے خلافت ملی اور ان کے وصال کے بعد بیرم پور شریف کی خانقاہ معلّیٰ کی سجادہ نشینی کا شرف بھی آپ کو ملا۔ اگر چہ اس وقت دیگر خلفاء بھی موجود تھے مثلاً پیر سید عبدالحکیم شاہؒ وغیرہ لیکن حضرت پیر بابا قادر بخشؒ کی اپنے مرشد سے گہری عقیدت ومحبت اور خدمت کا صلہ کا تھا سجادہ نشینی کا تاج آپ کے سر رکھا گیا۔

ایں سعادت بزور باز ونیست

روایت ہے کہ حضرت بابا خیریتی شاہؒ مراد تھے مرید نہ تھے اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ مرید وہ ہے جو اپنی لگن اور عقیدت سے مرشد کی طرف راغب ہو اور راہ سلوک کا متمنی ہو۔ اس کے برعکس مراد وہ ہے جسے خود مرشد اپنی طرف بلائے اور اس کی ناز برداریاں کر کے مقام ولایت سے سرفراز کرے۔ واقعہ اس طرح سے ہے کہ بچپن میں حضرت بابا خیریتی شاہؒ بہت معصوم اور بھولے بھالے تھے اور بیرم پور کی خوبصورت وادی میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت بابا قادر بخشؒ کے آستانے کے پاس سے گزرتے ہوئے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔ ان کے منہ سے بے ساختہ آواز نکلی ''ہائے او ربّا''۔ بابا قادر بخشؒ مسکرائے اور فرمانے لگے: ''بیٹا ربّ بھلا کانٹوں میں کہاں سے آ گیا؟ آ تجھے ہم بتلائیں ربّ کہاں ہے!''۔ اس کے بعد بابا قادر بخشؒ نے ان کو آغوش رحمت میں لے لیا اور ان کی دینی اور روحانی تربیت بذات خود

کی۔سلوک اور طریقت کی تمام منزلیں اپنی نگرانی میں طے کرائیں اور جب وہ مرتبہ کمال تک پہنچ گئے تو اپنی خلافت سے نوازا اس طرح آپ کو ولایت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز کر دیا

حضرت بابا خیریتی شاہؒ کی تربیت اپنے پیرو مرشد بابا قادر بخشؒ کی ذاتی نگرانی میں ہوئی تھی اس لئے آپ کو دینی علوم پر بھی عبور حاصل تھا اور روحانیت کی دنیا میں تو آپ کو ممتاز مقام حاصل ہی تھا۔آپ نے اپنی اس دینی اور روحانی تربیت کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کی بھرپور رہنمائی کی۔ بیرم پور جیسے دور افتادہ اور کفار و مشرکین کے قبیلوں اور بستیوں کے درمیان آباد مسلمانوں کے اقلیتی خاندانوں کو دین اسلام سے نہ صرف وابستہ بھی رکھا بلکہ ان کی باطنی اور روحانی پاکیزگی کا پورا اہتمام کیا۔علماء کرام اور دینی اسکالرز تو اس علاقے میں موجود نہ تھے۔آپ ہی اس علاقے کے مکینوں کے لئے نماز، جمعہ اور عیدین وغیرہ کا اہتمام کرتے اور خود امامت فرماتے یا کوئی مرید یہ فریضہ سرانجام دیتا۔اسی طرح آپ مریدین کے معاشرتی معاملات اور مسائل میں بھی ان کی پوری پوری راہنمائی فرماتے تھے گویا آپ کی خانقاہ معلّیٰ اس دور میں تمام مسلمانوں اور خاص طور پر مریدوں کے لئے ایک یونیورسٹی کا درجہ رکھتی تھی جہاں ان کی ہر طرح سے راہنمائی اور تربیت کا اہتمام موجود تھا۔انہی بزرگوں اور صوفیاء کرام کی وجہ سے اسلام کا چراغ آج بھی روشن اور فروزاں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اجالا پھیلا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے مزار اقدس پر کروڑوں رحمت نازل فرمائے۔

حضرت خلیفہ جلال الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ

(شخصیت اوراور روحانی خدمات)

پیدائش اور ابتدائی تعلیم

سرتاج اولیاء، ماہ ولایت غوث زماں قلندر بادشاہ پیر خلیفہ جلال الدین قادریؒ کی ولادت بیرم پور شریف ضلع ہوشیار پور بھارت کے علمی، روحانی اور دینی گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی کا نام حضرت بابو صاحبؒ ہے۔ جو آستانہ عالیہ قادریہ قلندریہ کے عظیم بزرگ حضرت بابا پیر خیریتی شاہؒ کے بیٹے تھے۔ آپ کی ولادت سے پورے خاندان میں اور آستانہ عالیہ سے وابستہ عقیدت مندوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ کا سن ولادت صحیح طور پر معلوم نہیں لیکن قرائن کے مطابق آپ کی ولادت انیسویں صدی کے آخری عشرے میں ہوئی۔ ان کا نام جلال الدین رکھا گیا۔ یہ نام اس بات کی دلیل تھا کہ یہ بچہ آگے جا کر بہت ہی جلالت اور عظمت کا مظہر ہوگا اور اس کے دامن سے وابستہ ہو کر مسلمانوں کی کثیر تعداد فیوض و برکات سے اپنی جھولیاں بھرے گی۔ اس وقت کے رواج کے مطابق ابتدائی تعلیم کا آغاز گھر پر ہی ہوا۔ دینی کتب آپ نے جید عالم دین مولانا محمد جمیلؒ سے حاصل کیں۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے سکول میں بھی داخلہ لے لیا اور یہ سلسلہ ہائی سکول بیرم پور جاری رہا۔ آپ نے اعلیٰ نمبروں سے میٹرک پاس کیا۔ اس وقت پٹوار کورس ایک بہت اہم پروفیشنل کورس ہوتا تھا۔ آپ نے وہ بھی اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ اس کورس کی سند

حاصل کرنے کے بعد آپ نے پٹواری کی پوسٹ کے لئے درخواست دیدی۔ آپ چاہتے تھے کہ سرکاری ملازمت کریں لیکن آپ کے دادا جان پیر خیر یتی شاہؒ نے بہت ملائمت اور پیار سے آپ کو سمجھایا کہ آپ دنیا داری کے لئے نہیں آئے' آپ کے ذمے تو لوگوں کی روحانی اور اخلاقی راہنمائی کا فریضہ ہے۔ آپ نے اپنے دادا جانؒ کی باتوں کو پلے باندھ لیا اور پٹواری کی ملازمت کا ارادہ ترک کر کے تمام تر توجہ باطنی' پاکیزگی اور روحانی طہارت کی جانب مبذول کر دی۔ تزکیہ نفس کی منازل طے ہونے لگیں آپ کے دادا جان پیر خیر یتی شاہؒ نے آپ کی روحانی تربیت کا فریضہ سنبھالا۔ ان کی نظر کرامت نے آپ کا ظاہر و باطن ہیرے کی طرح تراش دیا۔ روحانی منازل طے کرتے کرتے آپ ولایت کے اعلیٰ مرتبے تک جا پہنچے ویسے بھی طبعاً حضرت بابا جیؒ کا رجحان دین اور تصوف طرف تھا یہی وجہ ہے کہ آپ بچپن میں بھی لہو ولعب اور کھیل کود سے دور رہتے تھے بلکہ زیادہ تر آپ اللہ رب العزت کی یاد اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں مگن رہتے تھے۔

دور شباب تک پہنچتے پہنچتے آپ ہر لحاظ سے ایک مکمل عالم اور جدید تعلیم یافتہ نوجوان بن چکے تھے۔ آپ نے فقر و تصوف اور سلوک و معرفت کی تمام منزلیں بھی طے کر لی تھیں۔ اب آپ ایک مکمل قلندر اور درویش بے مثال کے قالب میں ڈھل چکے تھے۔ پورے بیرم پور میں آپ کے برابر تعلیم یافتہ اور پڑھا لکھا کوئی اور نہ تھا۔ بیرم پور میں اگر کبھی کوئی ٹیلی گرام یا سرکاری خط آتا تو لوگ فوراً آپ کی طرف دوڑتے تھے۔ آپ کو اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی' فارسی' عربی' پنجابی اور گرمکھی پر مکمل عبور تھا۔ آپ کی لائبریری میں عربی' فارسی اور اردو کتب کا ایک ذخیرہ موجود تھا جس میں قدیم اور جدید کتابیں موجود تھیں۔ مذہبی مسائل میں کوئی مسئلہ حل طلب ہوتا تو فوراً حل کر دیتے تھے۔ دینی اور روحانی علوم کے ساتھ ساتھ آپ کو طب کے میدان میں بھی

یدطولیٰ حاصل تھا۔ دنیائے طبّ کی بہت سی کتابیں آپ کے زیرِ مطالعہ رہیں۔ اگر چہ آپ کے چھوٹے بھائی حکیم غلام غوث باقاعدہ طبیب تھے اور اس میدان میں ان کا ثانی کوئی نہ تھا۔ حکیم صاحب کئی سال تک گوجرہ شہر میں مطب چلاتے رہے جہاں سے ہزارہا مریضوں نے شفا پائی لیکن حکیم صاحب بھی بعض امراض میں باباجیؒ سے راہنمائی لیا کرتے تھے بلکہ وہ تو کم از کم خاص مریضوں سے کہتے تھے کہ باباجیؒ سے نظر کرم کی درخواست کرو۔ اس طرح کرم بالائے کرم ہو جائے گا۔

حضرت بابا خیریتی شاہؒ کی وفات کے بعد خلافت کا بوجھ آپ کے کاندھوں پر آ پڑا۔ سلسلہ قادریہ کی اس قلندرانہ سجادہ نشینی کے منصب پر فائز ہونے کے بعد آپ نے تقریباً ساٹھ سال تک اس فریضہ کو سرانجام دیا اور اپنے مریدین کی روحانی، اخلاقی اور دینی تربیت بھرپور انداز میں فرمائی۔

لباس، خوراک اور رہن سہن

حضرت پیر بابا جلال الدین قادریؒ فطرتاً بہت سادگی پسند تھے۔ نمود و نمائش اور ظاہری رکھ رکھاؤ آپ کو پسند نہ تھا۔ اگرچہ آپ بیرم پور جیسے سرسبز و شاداب علاقے میں وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی آستانہ عالیہ کی سرزمین کے وارث تھے۔ آستانہ بھی ایسا جہاں سینکڑوں کمرے اور رہائش گاہیں موجود تھیں بلکہ پھلدار پودوں اور درختوں سے بھی سرسبز و شاداب تھا۔ اس کے علاوہ ہزارہا مریدوں اور عقیدت مندوں کی ایک جماعت بھی جو آپ کے ایک اشارے پر اپنا جان و مال آپ کے قدموں پر نثار کرنے کے لئے تیار رہتے تھے لیکن باباجیؒ نے سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت پر چلتے ہوئے فقر و غنا کو پسند کیا اور اپنے وَلِیِّ نعمت مولائے کائنات سیدنا علی حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم کے نقش قدم پر چلتے

ہوئے سادگی اور قناعت کی زندگی پسند فرمائی اور دنیا کی شان وشوکت اور نمود ونمائش کو خیر باد کہہ دیا اس طرح آپ نے اصحابِ صفہ کی روایت کو بھی زندہ رکھا۔

آپ کا رنگ انتہائی سفید، قد لمبا، جسم دبلا پتلا اور آپ کا چہرہ نہایت پرنور اور حسن وجمال کا پیکر تھا آپ اکثر سفید رنگ کا لباس زیب تن کرتے، سفید لباس میں کئی جگہ پیوند لگے ہوتے تھے گویا آپ نے گدڑی پہن کر صوفیاء کرام کی روایت کو زندہ رکھا۔ کالے رنگ کا جوتا آپ کو ہرگز پسند نہ تھا۔ یہ آقائے کریم (ﷺ) سے محبت کا کمال تھا کہ آپ کو حضور سرکارِ مدینہ علیہ التحیۃ والسکینہ کی کالی کملی سے نسبت کی بناء پر کالا رنگ پاؤں میں پہننا پسند نہ تھا بلکہ اپنے مریدوں کو بھی ایسا کرنے سے منع کرتے تھے۔

زلفوں اور داڑھی مبارک کے نورانی بالوں کو سرخ مہندی لگانا پسند کرتے تھے۔ سرخ مہندی کا رنگ چہرے اور سر کے بالوں کو اتنا حسن بخشتا کہ دیکھنے والے آپ کے حسن کے جلووں میں گم ہوکر رہ جاتے۔ آپ کی جلد کا رنگ پھلبہری کی وجہ سے سفید ہوگیا تھا۔ ایسے سفید چہرے پر مہندی کا رنگ اتنا پرکشش لگتا تھا جیسے چاند کے گرد ہالہ ہو۔ آپ کو آنکھوں میں سرمہ لگانا بہت مرغوب تھا۔ عطر اور خوشبو بھی پسند فرماتے اور وقتاً فوقتاً اس کا استعمال کرتے۔

حضرت باباجیؒ کو کھانے میں بھی سادگی اور نفاست پسند تھی مرغن غذاؤں کی بجائے سادہ دال روٹی آپ کو مرغوب تھی۔ جب کسی مرید کے ہاں جانا ہوتا تو اسے کہتے کہ جو کچھ گھر میں پکا ہے وہی کھانے کے لئے لے آؤ۔ آخر عمر میں آپ صرف دو چار لقمے لیتے تھے اور چائے کے چند گھونٹ پیتے تھے بلکہ کئی کئی روز تک بھوکے رہتے اور یادِ الٰہی میں مگن رہتے۔ کھانے کے معاملے میں صوفیاء کرام کی اس روایت پر پورا عمل کرتے تھے جس کے مطابق صرف اتنا ہی کھاؤ جتنا زندہ رہنے کے

لئے ضروری ہے۔اسی طرح سونے اور آرام کرنے کے معاملے میں بھی بے حد سادہ تھے۔نرم گرم بستر کی بجائے کھجور کے بان کی بنی ہوئی چارپائی پسند کرتے۔مخملیں بستر کی بجائے سادہ چادر پر استراحت کرتے۔رات تو اکثر عبادت میں گزر جاتی تھی۔ صرف تھوڑی دیر کے لئے کمر سیدھی کرتے اور آنکھ لگاتے پھر ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔

محبت اہل بیت اور سادات کرام کا احترام

مولائے کائنات شیر خدا سرچشمہ بحر ولایت سیدنا علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے جس عظیم مقام و مرتبہ اور عزت و عظمت سے نوازا ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ نبی آخر الزمان سرور سروراں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں کہا تھا: ''جس کا میں مولا اس کا علی مولا''۔ آپ کو یہ شرف ساری کائنات میں ممتاز کرتا ہے کہ آپ عم زاد رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ زمانے بھر کی تمام خواتین کی سردار سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا وسلام اللہ علیہا کے سرتاج ہیں۔ جنت کے جوانوں کے سردار شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور شبیہہ رسول سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ہیں۔ آپ سے محبت اور عقیدت اہل ایمان کا خاصہ ہے۔ چوتھے خلیفہ راشد ہونے کی وجہ سے آپ کو صحابہ کرام میں بھی خصوصی مقام حاصل ہے ایسی عظیم شخصیت سے جتنا بھی پیار کیا جائے کم ہے۔ باباجی خلیفہ پیر جلال الدین قادریؒ حضور مولائے کائناتؓ سے بے حد محبت کرتے تھے اور آپ کے عظیم المرتبت خاندان سے عقیدت و احترام میں بہت آگے ہوتے تھے۔ اسی محبت اور عقیدت کا نتیجہ ہے کہ 1391 ہجری/1971ع میں جب آپ کا وصال ہوا تو اس دن رمضان المبارک کی 21 تاریخ تھی جو سیدنا مولانا علی رضی اللہ عنہ کا بھی یوم وصال

ہے۔اس طرح سے آستانہ عالیہ قادریہ کے مریدین اور عقیدت مندوں کو یہ منفرد شرف حاصل ہے کہ ہر سال 21 رمضان المبارک کو دونوں ہستیوں کا یوم وصال منانے کی توفیق ملتی ہے۔

سادات کرام سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ جب بھی ملتان تشریف لے جاتے تو حضرت سید موسیٰ پاک شہیدؒ کے آستانہ عالیہ پر ضرور حاضر ہوتے۔وہاں کے سجادہ نشین بھی آپ کی بہت تکریم و تعظیم کرتے تھے۔سادات کی عزت اور تعظیم کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ایک بار آپ فتووال گاؤں تشریف لے گئے۔آپ کے میزبان ایک سید صاحب تھے۔اہل گاؤں جوق در جوق آپ کی زیارت کو آتے اور اپنا اپنا دامن مراد بھر کر لے جاتے۔کافی دن یہ سلسلہ چلا۔آپ نے واپسی کا ارادہ کیا۔سارا گاؤں آپ کو رخصت کرنے کے لئے آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا لیکن ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ابھی تک ان کی دیدار کی طلب پوری نہ ہوئی تھی۔ابھی ان کا دل آپ کی زیارت سے بھرا نہیں تھا۔بالآخر انہوں نے اپنے دل کی بات کہہ ڈالی کہ سرکار آپ تو بہت جلد واپس جا رہے ہیں ابھی تو ہمارا کشکول نظر آپ کے دیدار سے بھرا نہیں ہے۔ ابھی ہماری روح آپ کے رخ زیبا کو دیکھنے کی مشتاق ہے۔آپ چند روز اور ٹھہر جائیں تو بہت اچھا ہو۔آپ نے ان لوگوں کا ذوق دیکھتے ہوئے کہا کہ اگر سید صاحب حکم دیں تو میں ٹھہر جاتا ہوں۔سارے گاؤں کی نگاہیں شاہ صاحب پر آ کر رک گئیں۔شاہ صاحب نے لب کھولے اور احترام کے ساتھ صرف اتنا کہا کہ حضور میری کیا مجال کہ حکم دوں بلکہ اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں تین دن تک یہاں سے نہ ہٹوں گا۔آپ مسکرائے اور سید صاحب کا اشارہ سمجھ کر جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور وہاں آپ نے پورا ایک مہینہ قیام کیا۔

موضع روڈا سلطان ضلع وہاڑی کے رہنے والے بابا سلطان مرحوم بیان

کرتے تھے کہ میں مرشد کی تلاش میں تھا۔مختلف آستانوں پر حاضری دینا اور بزرگوں سے ملنا میرا شوق تھا۔ میں بیعت ہونے کی نیت سے فتووال کے رہنے والے ایک بزرگ سید طالب حسین شاہ کی خدمت میں حاضرا ہوا اپنی خواہش کا اظہار کیا۔شاہ صاحب نے کہا کہ مجھ میں طاقت نہیں تم ایسا کرو کہ گوجرہ میں خلیفہ جلال الدین کے پاس چلے جاؤ۔ میں وہاں سے روانہ ہوا اور باباجیؒ کی خدمت اقدس میں حاضری کے لئے روانہ ہو گیا۔ یہاں پہنچا اور باباجیؒ کے چہرے کی نورانیت دیکھ کر میرے دل کی دنیا روشن ہوگئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ میری منزل مراد آپ ہی ہیں۔ میں نے حوصلہ کر کے عرض کیا کہ مجھے سید طالب حسین شاہ صاحب نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے آپ شاہ صاحب کا نام سن کر بے حد مسرور ہوئے اور کہا کہ ''اچھا وہ سائیں' وہ بھی ہمارا تم بھی ہمارے''۔ پھر آپ نے شاہ صاحب کی نسبت سے مجھ پر خصوصی کرم نوازی فرمائی۔ یہ شفقت ہمیشہ جاری رہی۔ جب بھی میں حاضر ہوتا' آپ خصوصی شفقت اور توجہ سے نوازتے۔

حضور غوث اعظم دستگیرؒ سے خلیفہ جلال الدینؒ کی محبت وعقیدت

یوں تو ہر ولی کو حضور شہنشاہ بغداد الشیخ السید عبدالقادر جیلانی غوث اعظم دستگیر رحمتہ اللہ علیہ سے محبت اور عقیدت ہوتی ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مرتبہ ولایت پر وہ شخص ہی فائز ہوسکتا ہے جس پر مہر ولایت حضور غوث اعظمؒ لگا دیں۔ باباجی پیر جلال الدینؒ کو حضور غوث اعظمؒ سے بے انتہا محبت اور عشق تھا۔ وہ اپنی محفل میں حضور غوث پاکؒ کا تذکرہ اکثر و بیشتر کرتے رہتے تھے۔ آپ کا نام اکثر باباجی کے ورد زباں رہتا تھا۔ وہ حضور غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات اور تعلیمات کے نورانی

تذکرے سے مریدین اور سائلین کی روحانی تربیت فرماتے تھے۔ میاں محمد بخشؒ کی پنجابی زبان میں لکھی ہوئی منقبت "مدح غوث اعظمؒ" ان کو بہت پسند تھی اور وہ اکثر و بیشتر اسے پڑھا کرتے تھے۔ ہر مرید کو تاکید تھی کہ وہ منقبت زبانی یاد کرے اور فجر کے وقت شجرہ شریف کے ساتھ ساتھ اس کا ورد کرے۔ خوش قسمتی سے حضور بابا جیؒ کی اپنے دست مبارک سے تحریر کردہ یہ منقبت میرے پاس محفوظ ہے۔

حضور غوث الاعظمؒ سے بابا جی رحمتہ اللہ علیہ کی محبت اور عقیدت کا ایک اور سلسلہ یہ ہے کہ تمام مریدین کے ہاں گیارہویں شریف کا ختم شریف نہایت احسن طریقے سے اور پورے اہتمام سے دلایا جاتا ہے۔ اس میں امیر غریب کی کوئی قید نہیں۔ ہر مرید کے لئے ضروری ہے کہ اگر ممکن ہو تو گیارہویں رات کو ورنہ جب بھی توفیق ہو تو ختم غوثیہ کا اہتمام ضرور کرے۔

حضرت بابا جیؒ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت پیر مولوی غلام دستگیرؒ نے حضور غوث اعظمؒ کی گیارہویں شریف کے سلسلے کو اور وسعت دی۔ اور اس طرح سے حلقہ قائم کیا کہ کوئی نہ کوئی صاحب استطاعت ہر ماہ اپنے گھر ختم شریف کا اہتمام کرتا ہے۔ جس میں علاقے کے دیگر پیر بھائی بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس محفل میں محفل نعت و منقبت کے بعد لنگر غوثیہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آستانہ عالیہ قادریہ پر بھی ختم شریف کا سلسلہ ہر ماہ منعقد ہوتا ہے جس میں ختم شریف ہوتا ہے اور لنگر غوثیہ گاؤں بھر میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ بڑی گیارہویں شریف کے موقعہ پر وسیع پیمانے پر ختم شریف کا اہتمام ہوتا ہے۔ موجودہ سجادہ نشین پیر فضا دستگیر مدظلہ العالی اس سلسلہ میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں۔

بابا جی پیر جلال الدینؒ اپنے مریدین کو مختلف وظائف اور اذکار کی تلقین کرتے تو ان کو درود شریف کے ساتھ ساتھ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ! کا وظیفہ

بتلایا کرتے تھے۔ پنجاب میں لکھی گئی ''مدح غوث اعظمؒ '' تو آپ کو بہت پسند تھی۔ جو میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کے فکروفن کا شاہکار ہے۔

حضورغوث الاعظمؒ سے محبت اور عقیدت کا نتیجہ ہی ہے کہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک بزرگان دین سے خاص طور پر بہت انس رکھتے تھے اور جب بھی کسی دوسرے مقام پر جاتے تو بزرگوں کی بارگاہ میں حاضری ضروری سمجھتے تھے۔ خاص طور پر جب لاہور تشریف لے جاتے تو حضرت داتا گنج بخشؒ کی بارگاہ میں حاضری کے ساتھ ساتھ سلسلہ قادریہ کے عظیم بزرگ حضرت میاں میرؒ کے آستانہ پرانوار پر ضرور حاضر ہوتے تھے۔

حضرت باباجیؒ جب بھی کسی کو بیعت فرماتے تو اسے کہتے کہ یہ ہاتھ میرا ہاتھ نہیں ہے بلکہ حضورغوث اعظمؒ کا ہاتھ ہے اور کالی کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ ہے۔ یوں معرفت وحقیقت کے اس سلسلے کو بغداد کے راستے مدینہ منورہ تک پہنچادیتے تھے۔ کیونکہ یہی دینی اوراخروی کامیابی کی ضمانت ہے۔

فرشتو روکتے کیوں ہو مجھے جنت میں جانے سے
یہ دیکھو ہاتھ میں دامن ہے کس کا؟ غوث اعظمؒ کا

مسلک اہل سنت و جماعت سے وابستگی

آستانہ عالیہ قادریہ کے زیب سجادہ حضرت پیر جلال الدین قادریؒ کو مسلک حق اہلسنت و جماعت سے خصوصی وابستگی تھی۔ آپ اپنے اس سچے مسلک کی ترویج اورحمایت کے لئے ہمیشہ مصروف عمل رہے۔ آپ کا انداز اگرچہ عالمانہ یا واعظانہ نہ تھا لیکن آپ نے اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کی تربیت اس انداز میں کی تھی کہ وہ

کسی غیر مسلک کے لوگوں سے راہ ورسم رکھنا بھی ناپسندیدہ سمجھتے تھے۔ آپ کے حلقہ ارادت سے وابستہ خاندانوں میں یہ بات ناممکن ہے کہ ان میں کوئی فرد دیوبندی یا وہابی خیالات کا حامل ہو۔

حضرت پیر جلال الدین قادریؒ نقاہت' کمزوری اور ضعیف العمری کی وجہ سے محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ کی محافل اور خطبات جمعہ میں بہت کم شریک ہوسکے۔ تاہم آپ کے بھتیجے اور موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر فضا دستگیر مدظلہ العالی کے والد بزرگوار حضرت پیر ضیاء دستگیرؒ تسلسل کے ساتھ ہر سال حضرت شیخ الحدیث علامہ سردار احمدؒ کے عرس کے موقعہ پر 29-30 رجب کو فیصل آباد ضرور آتے۔ وہاں آپ مختلف علماء کرام کے وعظ اور تقاریر سنتے اور کتابوں کے سٹالوں سے مختلف دینی کتابیں خرید کر اپنے ساتھ لے جاتے۔ عرس کے علاوہ آپ جب کبھی فیصل آباد تشریف لاتے تو جمعتہ المبارک کی ادائیگی کے لئے محدث اعظم پاکستان کے شاگرد رشید حضرت علامہ سید زاہد علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز تقریر سننے کے لئے بغدادی مسجد گلبرگ تشریف لے جاتے۔

موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر فضا دستگیر مدظلہ العالی بھی ہمیشہ مسلک اہلسنت کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ آپ کی کاوشیں بجا طور پر لائق تحسین ہیں۔ کالج کے زمانے میں انجمن طلباء اسلام گوجرہ کی تقریبات میں جاتے اور ATI کی جدوجہد کو ہمیشہ سراہتے رہے۔ مختلف قومی اور مقامی انتخابات میں پہلے جمعیت علماء پاکستان کے امیدواروں کی حمایت کرتے تھے اور اب بھی دور جدید کے تقاضوں کے مطابق کوشش کرتے ہیں کہ ایسے امیدوار کی حمایت کی جائے جو مسلک اہل سنت کے لئے معاون ثابت ہو۔ آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ ہر جمعتہ المبارک گوجرہ میں خطیب پاکستان

علامہ صوفی غلام حسین گوجروی کی مسجد میں ادا کیا جائے تاکہ ان کے میٹھے اور پیارے انداز بیاں سے استفادہ ہو سکے۔

آپ گاؤں کی مرکزی میلاد کمیٹی کے سرپرست ہیں جو سال بھر گاؤں میں محافل میلاد کا سلسلہ جاری رکھتی ہے۔ آپ کی سرپرستی میں گاؤں کے نوجوان اور طلباء ان محافل میں بڑے جوش وخروش سے شامل ہوتے ہیں۔ اعلحضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمت سے آپ کو بہت محبت اور پیار ہے۔ اس لئے ہر ختم پاک میں ان کی روح کے لئے ایصال ثواب کر کے ان کی خدمات کو خراج عقیدت پیش ہیں جبکہ آپ کے لخت جگر صاحبزادہ محسن رضا دستگیر مدظلہ العالی اعلحضرتؒ کا مشہور زمانہ سلام' مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام' بہت ذوق کے ساتھ ہر جمعتہ المبارک کو مرکزی جامع مسجد میں پڑھتے ہیں۔ آپ بجا طور پر فرماتے ہیں کہ اس وقت اہل سنت کی دو بڑی جماعتیں دعوت اسلامی اور ادارہ منہاج القرآن بہت اچھا کام کر رہی ہیں ہمیں ان کی حمایت کرنی چاہئے۔ الغرض مسلک اہل سنت سے پختہ وابستگی اور عقائد اہل سنت کے لئے کام کرنا اس آستانے کا امتیازی وصف ہے۔

وصال مبارک اور روضہ اقدس

حضرت بابا جلال الدین قادریؒ نے تقریباً ساٹھ سال تک رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دینے کے بعد 21 رمضان 1391ھ بمطابق 11 نومبر 1971ء بروز جمعرات وصال فرمایا۔ آپ اگرچہ عرصہ دراز سے صاحب فراش تھے اور نحیف وکمزور ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود چند یوم قبل منعقد ہونے والے 5 نومبر کے عرس کا مکمل انتظام وانصرام آپ نے اپنی نگرانی میں خود کرایا تھا۔

اس وقت کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ آپ چندروز بعد ہم سے جدا ہونے والے ہیں اور معرفت وطریقت کا ایک آفتاب غروب ہونے والا ہے۔آپ نے جس وقت وصال فرمایا اس وقت آپ کی عمر تقریباًاسی (80) سال تھی آپ کو آستانہ عالیہ کے اندر احاطے میں دفن کیا گیا۔وصال کے چند سال بعد آپ اپنے ایک مرید حاجی نواب علیؒ کے خواب میں آئے اور اسے کہا کہ میرا روضہ اور مزار تعمیر کرو۔

حاجی نواب علی ان دنوں سعودی عرب میں ملازمت کرتے تھے۔ وہ وہاں سے واپس آئے تو محمد بشیر انصاریؒ سے مل کر مزار اقدس تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔اس مقصد کے لئے عطیات جمع کرنے کی باقاعدہ مہم چلائی گئی اور سب مریدوں نے اس عظم کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔عطیات جمع کرنے کی مہم میں ناچیز بھی شامل تھا اور پھر آہستہ آہستہ تعمیر کا آغاز ہوا اور آج ایک خوبصورت مزار پاک سب مریدوں اور عقیدت مندوں میں فیوض وبرکات تقسیم کرنے کا مرکز ہے۔

باباجیؒ کا روضہ مبارک سفید رنگ کے گنبد پر مشتمل ہے جس پر سفید چینی مٹی کے ٹکڑوں سے سجاوٹ کی گئی ہے۔آپ کے مرقد انور کے ساتھ بائیں جانب آپ کے بھائی حکیم غلام غوثؒ کی قبر ہے۔اردگرد کچھ جگہ تلاوت اور ذکر و دعا کے لئے ہے۔ جنوب میں مرکزی دروازہ ہے جبکہ شرقی اور غربی جانب دو چھوٹے دروازے ہیں جن پر سبز رنگ کا پینٹ کیا گیا ہے۔ باہر چاروں جانب برآمدہ ہے اس برآمدے میں دائیں طرف پیر غلام دستگیرؒ اور بائیں جانب برآمدے سے باہر کھلی جگہ پر پیر ضیاء دستگیرؒ اور پیر عطاء دستگیرؒ کی قبریں ہیں۔ برآمدے کے باہر چاروں جانب روش ہے' جہاں عقیدت مند آرام سے بیٹھ سکتے ہیں اور فیوض وبرکات سمیٹ سکتے ہیں۔ دربار شریف کی دیواروں پر سفید ٹائل کا کام ہوا ہے جبکہ نیچے سادہ چپس لگی ہوئی ہے یہ روضہ

ہندوستان میں واقع بابا قادر بخشؒ کے روضہ پاک کے نقشے کے مطابق بنایا گیا ہے۔ اب منصوبہ یہ ہے کہ آستانہ عالیہ کے زیر اہتمام علاقے میں دینی تعلیم و تربیت اور سماجی ورفاہی کام کے لئے ایک مسجد، دینی مدرسہ اور فری ڈسپنسری کا انتظام کیا جائے تاکہ روحانی فیوض و برکات کے ساتھ ساتھ دنیاوی فائدہ بھی لوگوں تک پہنچ سکے۔

آپ کے روضہ مبارک پر یہ اشعار درج ہیں:

بدر منیر کامل فیض علی معظّم	دریائے نور وحدت قادر بخش معظّم
خیریتی شاہ زاہد لخت جگر قلندر	دیوے ترت مراداں بوہڑے پل دے اندر
منگتا آوے فیض پاوے قادر پیر دی گلی دا	دربار کھلا اے میراں غوث جلی دا

حرمین شریفین میں قبلہ پیر جلال الدین قادریؒ کا ذکر خیر

حضرت باباجی پیر جلال الدین قادریؒ کا روحانی مقام بہت ارفع واعلیٰ ہے اور آپ کو حضور پرنور سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں خصوصی مقام حاصل ہے۔ اس بات کا اندازہ مجھے حرمین شریفین کی حاضری کے دوران ہوا۔

1999ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ کا شرف ملا۔ مدینہ طیبہ کی پیاری پیاری گلیوں میں مسجد بلال کے قریب اپنے ایک بہت ہی محترم دوست عاشق مدینہ حاجی محمد یٰسین کے ہاں دعوت طعام تھی۔ وہاں ایک صوفی منش آدمی صوفی محمد مشتاق سے ملاقات ہوئی وہ نہایت محبت کے ساتھ ہمیں کھانا پیش کر رہے تھے۔ باتوں باتوں میں پتہ چلا کہ وہ صوفی رانا محمد صادقؒ کے مرید ہیں۔ جن کا تعلق فیصل آباد کے قریب ایک قصبے ستیانہ سے تھا۔ صوفی رانا صادقؒ ہمارے باباجی

خلیفہ جلال الدینؒ کے مرید تھے۔صوفی مشتاق صاحب بہت محبت اور عقیدت سے اپنے دادا مرشد حضور باباجیؒ کا ذکر خیر کررہے تھے۔جب میں نے بتایا کہ میں بھی ان کے آستانے کا ادنیٰ سا ریزہ خوار ہوں تو وہ بہت خوش ہوئے اور فرط عقیدت سے جھوم اٹھے۔اس محفل میں باباجیؒ کا تذکرہ خوب ہوا اور ایسا محسوس ہوا کہ یہ دعوت کھانے کی دعوت نہیں ہے بلکہ باباجیؒ کے ذکر کی محفل ہے اور آپ خود مدینہ منورہ میں اپنی حاضری لگوانے آئے ہیں اور ہمیشہ اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

2001ء میں رمضان المبارک کے مبارک مہینے میں پھر مدینہ طیبہ کی حاضری اور عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔رمضان المبارک کا تیسرا جمعتہ المبارک حرم کعبہ میں پڑھنے کا شرف ملا اور عصر تک عمرہ کے ارکان ادا کئے۔بعد میں اپنے عزیز اور باباجی خلیفہ جلال الدینؒ کے ارادت مند محترم محمد شفیق کے ہاں قیام کے لئے پہنچا۔وہ وہاں پر 34/33 سال سے مقیم ہیں اور حج بیت اللہ کی سعادت کئی مرتبہ حاصل کر چکے ہیں۔ان کے ہاں پہنچا تو افطاری کا وقت ہونے کو تھا۔اس دن سعودی عرب میں رمضان المبارک کی 22ر تاریخ تھی جبکہ پاکستان میں 21ر رمضان المبارک۔یہ دن خلیفہ راشد مولائے کائنات سیدنا علی حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم کا یوم شہادت ہے اور ہمارے پیر و مرشد حضرت باباجیؒ نے بھی اسی دن وصال فرمایا تھا۔اس مناسبت سے آستانہ عالیہ قادریہ میں ہر سال ختم پاک اور محفل میلاد کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں مریدین کثیر تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔حاجی محمد شفیق کے ہاں ہم کل چار افراد یعنی میں، حاجی محمد شفیق، ان کے چھوٹے بھائی حاجی محمد شریف (جو اس سال رمضان المبارک میں مکہ مکرمہ میں اللہ کو پیارے ہوگئے) اور حاجی ظہیر احمد موجود تھے جو عرصہ دراز سے سعودی عرب میں قیام پذیر ہیں۔مکہ مکرمہ میں اس دن باقاعدہ محفل منعقد ہوئی اور حضور باباجیؒ کے لئے ختم شریف کا اہتمام کیا گیا۔گویا یوں محسوس ہوا کہ آپ کا

عرس بیک وقت آستانہ عالیہ قادریہ گوجرہ اور مکۃ المکرّمہ میں منعقد ہو رہا ہے اور آپ خود ہمارے قرب وجوار میں موجود ہیں۔

ہم عصر مشائخ کے ہاں حضرت بابا جلال الدینؒ کا مقام و مرتبہ

حضرت بابا خلیفہ جلال الدین قادریؒ کے چہرۂ انور سے ایسا نور عیاں ہوتا تھا کہ دوسرے لوگ آپ کا ادب واحترام کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ اس میں اپنے یا غیر' مسلم یا غیر مسلم' مقامی یا غیر مقامی کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ آپ کی نورانیت کا عالم یہ تھا کہ بقول چوہدری مقبول احمد آف ورن شیخوپورہ آپ کے حجرہ مبارک میں روشنی نہ ہونے کے باوجود اتنا نور ہوتا تھا کہ تمام حجرہ منور ہو جاتا تھا اور دیا جلانے کی نوبت پیش نہ آتی تھی۔ غیر مسلم آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اور بارہا آپ کے آستانہ عالیہ پر عرس کے موقعہ پر جوق در جوق حاضر ہوا کرتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد اب تک بیرم پور شریف میں عرس کا عظیم الشان اہتمام مقامی غیر مسلم لوگ ہی کرتے ہیں۔

محمد بشیر انصاری قادری بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت بابا جیؒ اپنے مریدوں کے ہمراہ بیرم پور شریف کے آستانہ عالیہ میں تشریف فرما تھے اور وعظ ونصیحت کر رہے تھے۔ باہر ایک جوگی پنڈت اپنے چیلوں کے ہمراہ گزرا۔ اس نے یکدم اپنے چیلوں سے کہا کہ کیا تم نے رب دیکھنا ہے کہ کیسا ہے؟ سب نے کہاں کہ ہاں' کیوں نہیں؟ وہ چیلوں کو ہمراہ لے کر آستانہ کے اندر حاضر ہو گیا اور ان سے کہنے لگا یہ دیکھ لو رب ایسا ہوتا ہے چنانچہ ان سب نے عقیدت سے آپ کو سلام کیا اور دعاؤں کے طالب ہوئے۔

ایک بار آپ بیرم پور شریف میں تشریف فرما تھے۔ مریدین کا حلقہ آپ کے گرد موجود

تھا۔قریب سے سکھوں کا کارواں ڈھول بجاتا ہوا گزرا سب نے زرق برق لباس اور مخصوص پگڑیاں باندھی ہوئی تھیں۔ پتہ چلا کہ یہ سب لوگ انند پور میں اپنے گرو کا میلہ دیکھنے جارہے ہیں۔حضرت باباجیؒ نے بھی اپنے مریدوں سے کہا کہ سب تیار ہوکر آجاؤ چنانچہ سب لوگ فوراً تیار ہوکر آ گئے۔آپ نے سب کو ہمراہ لیا اور انند پور کی جانب روانہ ہوگئے۔وہاں سکھوں کا ایک گاؤں تھا۔وہ لوگ آپ کا جاہ وجلال اور حسن وجمال دیکھ کر فریفتہ ہوگئے اور انہوں نے اپنے گھروں میں دعوتیں کیں اور نذرانے بھی پیش کئے چنانچہ اتنے پیسے جمع ہوگئے کہ آپ نے تمام مریدوں سے کہا کہ تمہارا جتنا خرچہ ہوا ہے اتنے پیسے یہاں سے لے لو۔مرید کچھ ہچکچائے تو آپ نے شفقت سے فرمایا کہ تم سب لوگ میرے کہنے پر یہاں آئے ہو لہذا تمہارا خرچہ بھی میرے ذمے ہے۔اللہ اللہ مریدوں کا اتنا خیال تھا چنانچہ سب نے اپنے خرچے کی رقم اٹھالی۔

غیر مسلموں کے علاوہ ہم عصر اولیاء کرام اور سجادہ نشین حضرات بھی آپ کی بہت احترام کرتے تھے اس سلسلے میں روایت ہے کہ لاٹھیانوالہ کے پیر سید نیاز احمد شاہؒ کے والد گرامی جب بھی آپ کے علاقے میں آتے یا آپ کے مریدوں کے گاؤں میں جاتے تو ادب سے کہتے کہ حضور آپ کی اجازت سے ادھر آیا ہوں۔

موجودہ سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ فضا دستگیر بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ ملتان میں حضرت سید موسیٰ پاکؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضری کے بعد سجادہ نشین صاحب کے ہاں بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور آپ کا جلوہ دیکھ کر کہنے لگی کہ میں اپنے بچے کو آپ ہی سے دم کراؤں گی۔آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب موجود ہیں۔ ان سے دم کرواؤ لیکن اس نے اصرار کیا اور سجادہ نشین حضرت نے بھی اجازت دیدی تو آپ نے دعا کی۔اس وقت سجادہ نشین صاحب نے کہا کہ ان کی زیارت کرلو اس طرح کے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔

مریدوں سے حسن سلوک

پیر خلیفہ جلال الدین قادریؒ اپنے مریدوں اور طالبان طریقت سے بے حد محبت کرتے تھے اور ان پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ آپ اپنے مریدوں کو ایک کنبے کی طرح سمجھتے تھے۔ ان کی دینی' دنیاوی' مادی اور روحانی ضروریات کا مکمل ادراک رکھتے ہوئے انہیں پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اپنے مریدوں کے ساتھ شفقت و محبت اور ان کی کفالت و استعانت کی کئی جہتیں تھیں جن کا مختصراً تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

دین کی طرف ترغیب

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے آپ کا قیام ضلع گڑھ شنکر مشرقی پنجاب کے قصبے بیرم پور میں تھے۔ جہاں آپ کا آستانہ عالیہ مرکز خاص و عام تھا اور سالانہ عرس مبارک علاقے کے ہر طبقے کے لئے ایک دلچسپی کی چیز تھا۔ آپ کے مریدین کا ایک بہت بڑا حلقہ بیرم پور کے قرب و جوار کے علاقوں مثلاً ڈیٹاں' اونہ' کلیڑہ' دہلیڑ وغیرہ میں مقیم تھا۔ جہاں سکھ اور ہندو بھاری اکثریت میں رہتے تھے۔ وہاں ایک مخلوط معاشرہ قائم تھا' جس کی وجہ سے مسلمانوں کی اقلیت اپنا اسلامی و ملی تشخص اور پہچان کھو چکی تھی۔

اس کی ایک مثال ہے کہ مسلمانوں کے نام تک ہندوؤں جیسے تھے۔ چنانچہ حضرت بابا جلال الدین قادریؒ نے دیگر ہندووانہ رسومات کی بیخ کنی کے ساتھ ساتھ ایک کام یہ کیا کہ اپنے مریدوں کے نام اسلامی رکھے۔ اگر زیادہ عمر کے مریدوں کے نام بھی بدلنا پڑے تو آپ نے بدلے۔ اس طرح جس مرید کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو وہ

آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ اس بچے کا نام تجویز فرماتے تھے۔آپ کے تجویز کردہ نام انتہائی خوبصورت اور پر کشش تھے۔خود ہمارے گھر میں محمد بشیر' محمد نذیر' عبدالمجید' عبدالغفور اور راقم کا نام عبدالشکور آپ کے تجویز کردہ ہیں۔ یہاں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ کے ایک مرید جن کا نام محمد سالم ہے۔ان کا نام ذرامنفرد تھا اور وہ اس سے کچھ پریشان بھی ہوتے لیکن جب ملازمت کے سلسلہ میں سعودی عرب گئے تو وہاں یہ نام عرب لوگوں میں بہت عام تھا اور وہ انہیں بھی عرب ہی سمجھتے تھے۔ اسی طرح حضرت باباجیؒ نے بچیوں کے نام بھی تجویز کئے وہ بہت پیارے ہوتے تھے

مریدوں کے درمیان باہمی رشتہ داریاں

ہجرت مدینہ کے بعد سرکار دوعالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجر صحابہ اور انصار مدینہ کے مابین مؤاخات یعنی بھائی چارے کا سلسلہ قائم فرمایا۔ ان انصاری بھائیوں نے اپنے مکی مہاجر بھائیوں کو ہر چیز میں حصہ دار بنالیا۔ یہاں تک کہ اگر ایک صحابی کی دو بیویاں تھیں تو انہوں نے ایک کو طلاق دے کر دوسرے صحابی بھائی کے نکاح میں دیدیا۔

کالی کملی والے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت کو زندہ کرتے ہوئے نائب غوث الوریٰ حضرت خلیفہ جلال الدین قادریؒ نے بھی اپنے مریدین کے مابین رشتہ داری کا تعلق قائم فرمایا۔خاص طور پر قیام پاکستان سے قبل انڈیا میں اکثر خاندانوں میں لڑکوں کی کثرت تھی جبکہ لڑکیاں کم کم تھیں۔اس لئے بچوں کی شادی بہت مسئلہ ہوتا تھا لیکن حضور قبلہ باباجیؒ اپنے مریدوں کی خواہشات کے مطابق رشتہ داریاں قائم فرماتے۔ جسے مریدین بلاچون و چرا قبول کر لیتے تھے۔ یہ سلسلہ پاکستان میں بھی جاری رہا۔اس سلسلہ میں بہت سی مثالیں ہیں۔ دلچسپی کے

لئے اپنے والدین کی روایت ان کی شادی کے حوالے سے بیان کرتا ہوں۔ میری والدہ محترمہ زینت بی بیؒ بہت خوشحال گھرانے کی بیٹی تھیں اور پورے خاندان میں اکلوتی تھیں۔ ہمارے نانا جان محترم محمد عبدہ بھی کھاتے پیتے' پڑھے لکھے اور نہایت زیرک آدمی تھے۔ لیکن والد صاحب ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ تاہم باباجیؒ کے ساتھ دادا جان اور ان کے خاندان کی محبت' عقیدت اور ارادت مندی بے مثال تھی۔ اسی تعلق کی وجہ سے باباجیؒ نے یہ رشتہ طے کیا۔ ہمارے نانا جان نے بلاچوں و چرا سر تسلیم خم کیا۔ اس طرح آپ کے توسط سے یہ گھرانہ بہت خوش و خرم ٹھہرا۔ آپ کی دعاؤں کے طفیل اس کنبے میں ڈاکٹر' آرمی آفیسر' بزنس مین' ٹیچر' صوفی اور حافظ قرآن سبھی موجود ہیں۔ یہ سب باباجیؒ کی نظر کرم کا صدقہ ہے۔

مریدوں کی کفالت

حضرت بابا جلال الدین قادریؒ کا آستانہ عالیہ نادار' مفلس اور بے سہارا مریدوں اور عقیدت مندوں کے لئے ایک پناہ گاہ اور آسرا تھا۔ جہاں بہت سے بھوکے پیٹ بھرتے اور اپنی مشکلات حل کرواتے۔

مریدین دور دراز کے دشوار گزار علاقوں اور پہاڑی مقامات سے آتے اور آستانہ قادریہ پر آ کر کئی روز قیام کرتے۔ جہاں ان کی خوب خاطر مدارات کی جاتی اور ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھا جاتا۔ لنگر کا سلسلہ سال کے بارہ ماہ اور مہینے کے تیس دن چلتا رہتا تھا۔

آپ کے مرید صادق ڈاکٹر محمد عالم مرحوم کی زوجہ زینب بی بی بیان کرتی ہیں کہ شادی سے قبل جب وہ اپنے والدین کے پاس تھیں تو ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ خاندان میں اور کسی نے سہارا نہ دیا ان کی والدہ کی نظر اپنے پیر و مرشد کی طرف اٹھی۔

وہ دونوں ماں بیٹی پیدل سفر کرتی ہوئی کئی میل کا سفر طے کر کے شام ڈھلے حضرت بابا جلال الدین قادریؒ کے آستانے پر حاضر ہوگئیں۔آپ نے نہایت شفقت ومحبت سے ان کے سروں پر ہاتھ رکھا اور کچھ پریشان بھی ہوئے کہ دونوں عورتیں اتنا لمبا سفر کرتی ہوئی یہاں آئی ہیں پھر کئی برس تک باباجیؒ نے دونوں کو اپنے بچوں کی طرح پالا۔

فری ڈسپنسری اور مفت ادویات کی فراہمی کا اہتمام

آج کے جدید دور میں NGO یعنی غیر سرکاری فلاحی اداروں کا بڑا شوروغوغا ہے اوران کی رائی برابر خدمات کا پروپیگنڈہ پہاڑ کی طرح کیا جاتا ہے۔لیکن ہمارے اسلاف اوراولیاء کرام نے خانقاہی نظام اورروحانی مراکز کے ذریعے غریب عوام کی خدمت وسہولیات کا ایسا نظام قائم کیا ہے جس کی مثال پیش کرنا ناممکن ہے۔ ان خانقاہوں میں مفت تعلیم، مفت رہائش، مفت خوراک اور مفت علاج معالجہ کی سہولتیں شامل ہیں۔آستانہ قادریہ بیرم پور شریف میں بھی ایک بہت بڑا رفاہی شفاخانہ قائم تھا۔جہاں حضرت بابا خلیفہ جلال الدینؒ کے بھائی حضرت حکیم غلام غوث قادریؒ خدمات سرانجام دیتے تھے۔حکیم صاحب بہت تجربہ کار، فاضل طب اور حاذق طبیب تھے۔ان کے پاس بے حد مجرب اور کارگر نسخہ جات تھے لیکن ان کی آخری بات یہ ہوتی کہ باباجیؒ سے دعا کروالو۔حکیم صاحب کے پاس ہر قسم کی ادویات اور نسخہ جات تیار ہوتے جب کوئی مرید عرس کے موقع پر یا سال کے باقی ایام میں بیمار ہوتا تو اسے مفت دوا فراہم کرتے۔حکیم صاحب کا کمال یہ تھا کہ وہ طبی خدمات کے ساتھ ساتھ آستانہ عالیہ کے منتظم بھی تھے۔چنانچہ عرس کا اہتمام، لنگر کا انتظام، مریدوں کے قیام کا بندوبست یہ سب سلسلہ آپ کی زیرنگرانی ہی چلتا تھا۔

حکیم غلام غوث قادریؒ کے اس ویلفیئر مشن کو 1967ء میں ان کے وصال

کے بعد ڈاکٹر محمد عالم (مرحوم) نے جاری رکھا اور اب گذشتہ تیں (30) سال سے آستانہ عالیہ قادریہ چک 297 ج ب گوجرہ میں عرس کے موقعہ پر تین روزہ فری میڈیکل کیمپ کا اہتمام آپ کے مرید صادق ڈاکٹر شیراز احمد ایم بی بی ایس سینئر میڈیکل آفیسر سوشل سیکورٹی ڈسپنسری لاہور کی زیر نگرانی ہر سال باقاعدگی سے ہوتا ہے جہاں راقم ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ڈاکٹر ہونے کے ناطے ایک عام خادم آستانہ کی طرح خدمات سرانجام دیتا ہے۔

غریب مریدوں سے خصوصی محبت وشفقت

جس طرح ہمارے پیارے آقا مولا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اپنے غریب ومفلس اور نادار صحابہ سے خصوصی محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت باباجی خلیفہ جلال الدین قادریؒ بھی اپنے غریب مریدوں پر بہت شفیق تھے۔ کسی دوسرے گاؤں میں جاتے تو غریب مرید کے ہاں قیام فرماتے اور اس کی روکھی سوکھی دعوت کھا کر بے حد خوش ہوتے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کافی عرصہ تک گورونانک پورہ فیصل آباد میں ہمارے اور تایا جان مرحوم کے گھر میں قیام پذیر رہے اور بڑے خوش وخرم رہتے تھے۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ آپ کے مریدوں میں بڑے بڑے رئیس، سرمایہ دار، زمیندار اور کاروباری حضرات شامل تھے لیکن آپ اپنے غریب مریدوں کے ہاں قیام فرما کر ان کی دلجوئی فرماتے۔

والد مرحوم بیان کیا کرتے تھے کہ میں نے عرض کیا کہ پاکستان آنے کے بعد حالات تنگی اور عسرت سے گزر رہے ہیں آپ نظر کرم فرمائیں تو ہمارے بھی دن پھر جائیں گے آپ نے فرمایا کہ فضل محمد میں غریبوں کو پسند کرتا ہوں اور ان کے درمیان ہی رہنا چاہتا ہوں اور اپنے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

طرح قیامت کے روز غریبوں کے ساتھ ہی موجود ہوں گا۔

اسی طرح مریدین بیان کرتے ہیں کہ جب کبھی ہم لوگ خدمت میں حاضر ہوتے اور نذرانے کے طور پر دو (2) روپے پیش کرتے تو ایک رکھ لیتے اور ایک واپس کر دیتے کہ تم کرایہ لگا کر آئے ہو۔ اسی طرح جب کوئی مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اس کی بھرپور تواضع کی جاتی پہلے پانی، شربت وغیرہ پھر کھانا دیا جاتا اور چائے کا اہتمام بھی ہوتا۔ یہ سلسلہ آج بھی آستانہ عالیہ گوجرہ میں جاری ہے جہاں حضرت پیر فضا دستگیر قادری کی زیرِ پرستی ہر مرید کو ایک خصوصی مہمان کی حیثیت دی جاتی ہے اور اس کی خدمت و تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی۔ اللہ تعالیٰ حضور غوث پاکؒ کے صدقہ میں حضرت صاحبزادہ فضا دستگیر کے دینی ذوق، روحانی درجات اور قلندرانہ مراتب میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین۔

بیرم پور شریف میں عرس مبارک کا احوال

حضرت قبلہ بابا جیؒ دورِ شباب میں پٹوار کورس کرنے کے بعد سرکاری ملازمت کی وجہ سے قیام پذیر آستانہ نہ رہے۔ حضرت بابا خیر یتی شاہؒ ضعیف ہو چکے تھے اور خلیفہ جلال الدین صاحب عرس کے معاملات میں بھرپور حصہ نہ لیتے تھے لیکن پیر و مرشد اور دادا حضور کی ایسی نظر کرم ہوئی کہ عرس کے موقع پر کھنچے چلے آئے اور خود تمام معاملات سنبھال لئے۔ جب حضرت بابا خیر یتی شاہؒ کے وصال کے بعد باقاعدہ دستار فضیلت سر پر بندھی تو آپ نے سلسلہ فیض کو باضابطہ بنایا۔

دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ عرس مبارک ہر سال نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہوتا تھا۔ آستانہ عالیہ قادریہ کے قرب و جوار میں بیرم پور شریف کی گلیاں اور بازار ہفتہ پہلے ہی سج جاتے۔ ان میں بڑی بڑی دکانیں، کھوکھے اور فرشی سٹال لگائے جاتے

جہاں انواع واقسام کی چیزیں اور عام استعمال کی ہر نعمت موجود ہوتی۔لوگ مذہب' نسل اور رنگ کے امتیاز کے بغیر آتے اور عرس میں شریک ہوتے۔محفل سماع کا انعقاد ہوتا جس میں دور دور سے آئے ہوئے مشہور و معروف قوال حضرات اپنے فن کا مظاہرہ کرتے۔

زائرین اور مریدین کے لئے آستانہ عالیہ میں بیسیوں کوٹھڑیاں تھیں جو علاقہ کے لحاظ سے الاٹ کر دی جاتیں۔لنگر وافر مقدار میں ان کوٹھڑیوں میں ہی دے دیا جاتا تھا۔قیام پاکستان کے بعد کچھ عرصہ یہ سلسلہ موقوف رہا لیکن اب پھر ایک کمیٹی کی زیرِ نگرانی مزار شریف اور آستانہ عالیہ کی مسجد کی دیکھ بھال اور ترقی و تعمیر کا سلسلہ دوبارہ سے جاری ہے۔عرس کا یہ انداز بعینہ اب بھی آستانہ عالیہ قادریہ چک 297 گوجرہ میں پایا جاتا ہے اور فیوض و برکات کا غوثیہ سلسلہ اسی آب و تاب سے جاری و ساری ہے۔

حضرت خلیفہ جلال الدین قادریؒ کے جانشین

پیر مولوی غلام دستگیر رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خلیفہ جلال الدین قادریؒ کی حقیقی اولاد کوئی نہ تھی۔ آپ نے اپنے بھائی حکیم غلام غوثؒ کے بڑے صاحبزادے پیر مولوی غلام دستگیر کو حقیقی اولاد کی طرح پالا اور ان کی بہترین انداز میں تربیت فرمائی تاکہ آپ کے وصال کے بعد وہ سلسلہ طریقت کو جاری وساری رکھ سکیں۔ مولوی غلام دستگیر صاحب بہت عالم فاضل شخصیت کے مالک اور روحانی علوم میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ دینی اور دنیاوی تعلیم آپ نے بیرم پور شریف انڈیا میں ہی حاصل کی۔ عربی' فارسی' پنجابی اور اردو پر آپ کو مکمل عبور تھا۔ آپ طبّ کی دنیا میں بھی شغف رکھتے تھے۔

شاعری میں بھی خوب ذوق رکھتے تھے۔ عارفانہ کلام آپ کو بخوبی یاد تھا اور بڑے پرسوز انداز میں پڑھتے تھے۔ خطابت اور وعظ وتقریر اگرچہ آپ کا شعبہ نہ تھا لیکن جب بھی آپ خطاب فرماتے یا مریدین کو کوئی نصیحت فرماتے تو الفاظ و معانی کے دریا بہا دیتے۔ آپ کی آواز بے حد بلند تھی عرس مبارک اور ختم شریف کے موقع پر آپ خود ختم شریف پڑھتے۔ پورا اجتماع آپ کی آواز لاؤڈ سپیکر کے بغیر ہی بہت اچھی طرح سن لیتا تھا روحانی علوم میں بھی آپ کمال کی مہارت رکھتے تھے۔ گنڈا تعویز وغیرہ عموماً نہ فرماتے لیکن اگر کوئی نہایت قریبی مرید اصرار کرتا تو یہ کام بھی احسن انداز

میں کرتے۔

حضرت پیر غلام دستگیر کی زندگی نہایت ناز ونعم میں بسر ہوئی اور شروع میں شہزادوں کی طرح آپ کی پرورش ہوئی جس کے نتیجے میں آپ کے مزاج میں نزاکت اور حساسیت بہت تھی بلکہ طبیعت میں جلالیت آ گئی تھی۔عرس اور دیگر مواقع پر آپ آستانہ عالیہ گوجرہ میں تمام تقریبات کا اہتمام خود اپنی نگرانی میں کرواتے۔آنے والے شرکاء ومریدین کی خاطر تواضع میں ذرہ برابر بھی کمی نہ آنے دیتے۔ایک بار ہم لوگ عرس مبارک کے سلسلہ میں آستانہ عالیہ پر حاضر تھے ختم شریف کے بعد میں اور میرے کزن ڈاکٹر شیراز احمد (سینئر میڈیکل آفیسر) لنگر شریف کھا چکے تھے۔آپ نے ہم دونوں کو خصوصی طور پر اپنے پاس بلایا قورمہ اور کباب منگوا کر کھلائے اور نہایت شفقت فرمائی۔اسی طرح عرس کے انتظامات میں مصروف عمل کارکنوں کا بے حد خیال کرتے اور بار باران کے کھانے پینے اور رہائش کے بارے میں استفسار کرتے۔

آپ 11 نومبر 1971ء کو مسند خلافت پر بیٹھے اور تقریباً اٹھائیں سال سلسلہ رشد و ہدایت چلانے کے بعد 21 دسمبر 1998ء کو بمطابق یکم رمضان المبارک 1419ھ اس دنیائے فانی سے پردہ فرما گئے۔آپ نے خود اپنا تابوت بنوایا اور قبر کے لئے وصیت کی تین دن پہلے ہی فرمانے لگے کہ ہم یکم رمضان کو آپ سے جدا ہو جائیں گے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔آپ پیر خلیفہ جلال الدینؒ کے پہلو میں برآمدے میں دفن ہیں۔خدا آپ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

☆☆☆

قبلہ پیر فضا دستگیر مدظلہ العالی (موجودہ سجادہ نشین)

حضرت پیر فضا دستگیر مدظلہ العالی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور جہاندیدہ شخص ہیں مگر اس کے باوجود طبیعت میں انتہائی سادگی اور مزاج میں انتہائی انکساری ہے۔ دنیاوی مال و زر سے بے نیاز ہیں۔ اسی لئے ان کے ہاں آنے والے مریدین میں امیر، غریب، زمیندار، سرکاری ملازم اور کاروباری سبھی لوگ شامل ہیں لیکن ان کے ہاں سب کے لئے مساوی محبت اور چاہت ہے سب پہ یکساں کرم نوازی فرماتے ہیں۔ خوش لباس، خوش خوراک اور خوش مزاج ہیں۔ دربار پر کام کرنے والے خادمین اور منتظمین کا اپنے بچوں کی طرح خیال رکھتے ہیں اور ان کیلئے اچھی رہائش اور عمدہ لذیذ کھانوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ مریدین کو اپنا کنبہ سمجھتے ہیں ان کی خوشی غمی میں شامل ہونے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ شادی یا خوشی کا موقعہ ہو بمعہ احباب دعوت میں شامل ہوتے ہیں اور محفل یا کھانے کو خوب رونق بخشتے ہیں۔ کہیں فوتگی ہو جائے تو سردی گرمی کی شدت کی پرواہ کئے بغیر اکثر پہنچتے ہیں اور غم میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

مال و دولت سے مستغنی ہیں۔ اس لئے کسی مرید یا عقیدت مند سے کبھی کسی چیز کا تقاضا نہیں کرتے حالانکہ ان کے مریدین کثیر تعداد میں بیرون ملک خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اگرچہ طبی مسائل اور پیچیدہ بیماریوں کے علاج میں اپنے دادا جان حکیم غلام غوث کے فن کے وارث ہیں اور نایاب نسخوں کے بنانے میں عبور رکھتے ہیں لیکن اس فن طبّ کو دولت کمانے کا ذریعہ نہیں بناتے۔ اسی طرح ان کے تعویذات اور دم شفایابی کا اکسیر نسخہ ہیں لیکن وہ یہ کام صرف انتہائی ضرورت کے وقت ہی کرتے ہیں وہ اگر چاہیں تو اس روحانی کام سے ہی لاکھوں روپیہ اکٹھا کر سکتے ہیں لیکن وہ سب کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتے ہیں۔

پیر فضا دستگیر مدظلہ العالی انتہائی خوش مزاج ہیں اور اخلاق حسنہ کے مالک ہیں۔تحمل، برداشت، صبر، حلم، قناعت، ایثار اور بے لوث محبت کے جذبات اور عادات ان کی شخصیت کا خاصہ ہیں۔عقیدت و شب بیداری ان کا شوق ہے۔رات کو اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرنا اور اس کی بارگاہ میں سجدہ و رکوع کے ذریعے جھکتے رہنا انہیں حضور غوث اعظمؒ سے ورثے میں ملا ہے۔تکبّر، رعونت، لالچ، خود غرضی اور غصہ ان کے مزاج میں نہیں ایسے نفیس مزاج اور سیرت و گفتار کے غازی نفوس قدسیہ کا وجود ہی اس دور کا طرہ امتیاز ہے۔

پیر فضا دستگیرؒ شریعت مطہرہ کی پابندی کا بے حد خیال رکھتے ہیں نماز، روزہ، حج اور زکوۃ سب ارکان کے اہتمام کا حکم دیتے ہیں۔عرس کے دوران یہاں تک کہ قوالی کی محافل کے درمیان میں وقفہ کر کے پنڈال میں ہی نماز باجماعت کا اہتمام کراتے ہیں۔جس میں تمام مریدین شامل ہوتے ہیں مزار کو سجدہ کرنے یا روضے کا طواف کرنے جیسے کاموں کو خلاف شریعت قرار دیتے ہیں اور اس سے منع فرماتے ہیں کیونکہ ایسے اعمال مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات کے خلاف ہیں۔

آستانہ عالیہ قادریہ قلندریہ کے دروازے ہر وقت مریدین، زائرین اور سائلین کے لئے کھلے ہیں۔دوسرے شہروں سے مریدین جب زیارت اور حاضری کے لئے آتے ہیں تو پیر فضا دستگیر خود ان کی خاطر مدارات کرتے ہیں اور کھانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ان کا لنگر خانہ ہر وقت اور ہر ایک کے لئے کھلا رہتا ہے۔حضرت پیر فضا دستگیر مدظلّہ العالی کے دو صاحبزادے ہیں جن کے نام محسن رضا دستگیر اور احسن ذکا دستگیر ہیں۔

دونوں صاحبزادگان ابھی دینی اور دنیاوی تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ دونوں اپنے والد ماجد کی طرح انتہائی خوش مزاج، خوش طبع اور سادگی کا پیکر ہیں۔

متانت، حلم، رواداری، محبت اور سب سے پیار کرنے میں وہ دونوں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں صاحبزادگان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور انہیں روحانیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز فرمائے (آمین)

حضرت پیر جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات

ماہِ ولائت آفتابِ معرفت حضرت پیر جلال الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات لاتعداد ہیں اور فیوض و برکات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ہم یہاں صرف چند کرامات کا ذکر کررہے ہیں جو راقم نے ذاتی طور پر متعلقہ مریدوں اور احباب سے سنی ہیں۔

☆ بخشش جیلانی سابق چیف اکاؤنٹنٹ NIBGE فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد علم دین (متوفی 2000ع) بالکل ان پڑھ تھے۔وہ کسی سکول میں داخل نہ ہوئے تھے اور نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔وہ ایک دن اپنے مرشد پاک خلیفہ بابا جلال الدین قادریؒ کے پاس حاضر تھے۔بابا جیؒ کا چشمہ فیض عروج پر تھا۔انہوں نے کہا کہ اے علم دین! حضور غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی شہنشاہ بغداد کی منقبت (مدح غوث اعظمؒ) پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے عرض کیا سرکار! میں تو بالکل ان پڑھ ہوں۔مجھے تو ابجد کا بھی پتہ نہیں ہے۔بابا جیؒ مسکرائے اور کہا کہ منقبت پہ ہاتھ رکھو اور میرے ساتھ دہراتے جاؤ۔انہوں نے ایسا ہی کیا اور بابا جی کے ساتھ ساتھ منقبت دہرانی شروع کر دی۔مرشد کی نظر کرم کا فیض دیکھئے کہ اس کے بعد علم دین مرحوم خود ہی ساری منقبت پڑھنے لگے۔بابا جیؒ کے فیض نے ایسا اثر کیا کہ وہ پھر اردو کی چھوٹی موٹی

کتابیں بھی پڑھنے لگے۔

☆ اس کرامت کے بارے میں ڈاکٹر شیراز احمد (لاہور) بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن محترم علم دین مرحوم کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ ایک پرانا ڈائجسٹ پڑھ رہے تھے میں نے ویسے ہی پوچھا کہ آپ کہاں تک پڑھے ہوئے ہیں۔تب انہوں نے باباجی جلال الدینؒ کی یہ کرامت بیان کی۔

☆ محمد حبیب اللہ (فیصل آباد) بیان کرتے ہیں کہ باباجی خلیفہ جلال الدین قادریؒ کے ایک مرید تھے جن کا نام ابراہیم (متوفی 1996ع) تھا اور وہ غلام محمد آباد فیصل آباد کے رہنے والے تھے۔وہ تعلیم یافتہ نہ تھے اور طبیعت کے بھی کچھ گرم تھے۔ وہ ایک دن باباجیؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔کسی موضوع پر گفتگو چل نکلی۔ باباجیؒ نے کوئی بات کی تو ابراہیم نے شدید اختلاف کیا اور وہ ادب و احترام کی حدیں بھی پار کرتے ہوئے گستاخانہ لہجے میں بات کر گئے۔ باباجیؒ بھی جلال میں آ گئے۔آپ نے غصے میں فرمایا کہ اگر میں حاکم وقت ہوتا تو تمہیں پانچ سو چھتر مارتا اور چھ ماہ قید کا حکم دیتا۔

☆ محمد ابراہیم ریشمی دھاگے اور کپڑے کا کام کرتے تھے۔ان دنوں حکومت کی طرف سے اس کی درآمد پر پابندی تھی اور اسے اسمگل شدہ آئیٹم سمجھا جاتا تھا۔ چند دن بعد ایک مجسٹریٹ نے ابراہیم کے گھر چھاپہ مارا اور اسمگل شدہ دھاگہ اور کپڑا برآمد ہوا۔سزا بہت سخت تھی مجسٹریٹ نے موقعہ پر ہی سزا سنائی کہ ابراہیم کو پانچ سو چھتر مارے جائیں اور چھ ماہ قید رکھا جائے۔تب ان کو سمجھ میں آیا کہ مرشد برحق کی زبان سے نکلا ہوا فقرہ پورا ہو کر رہتا ہے۔اسے اس کے گستاخانہ انداز کی وہی سزا ملی ہے جو مرد درویش کی زبان سے نکلی تھی۔اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء کرام کی ادنیٰ سی گستاخی سے بھی محفوظ رکھے ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندے

کی بے ادبی کی سزا بہت سخت دیتا ہے اور ضرور دیتا ہے۔

☆ گلی نمبر 14 گورونا نک پورہ، فیصل آباد کے رہائشی سابقہ بی ڈی ممبر حاجی قدر بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دن اپنی رہائش گاہ کے باہر کھڑے تھے کہ باباجی خلیفہ جلال الدین قادریؒ کہیں سے تشریف لا رہے تھے۔ ان کا قیام ان دنوں گورونا نک پورہ میں ہی تھا۔ سخت گرمی تھی اور دھوپ بھی خوب چمک رہی تھی حاجی قدر نے آگے بڑھ کر باباجیؒ کو خوش آمدید کہا اور عرض کیا کہ سرکار پانی پی کر آگے جائیے گا۔ باباجیؒ اس کے پاس کچھ دیر رکے۔ حاجی قدر نے عرض کیا کہ سرکار میں بی ڈی ممبر کا الیکشن لڑ رہا ہوں میری کامیابی کی دعا کیجئے اور دوسری عرض یہ کہ میں بے اولاد ہوں۔ میرے لئے اولاد کی دعا بھی فرمائیے۔ باباجیؒ نے مسکرا کر دعا دی اور وہاں سے تشریف لے گئے۔ حاجی قدر کہتے ہیں کہ چند دن بعد الیکشن ہوا اور میں بھاری اکثریت سے ممبر منتخب ہو گیا، کرم بالائے کرم ایک سال کے اندر میرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی اور میرا نخل تمنا سرسبز و شاداب ہو گیا۔ یہ کرامت حاجی قدر سے میں نے خود سنی تھی۔

☆ فرمان علی (فیصل آباد) کی والدہ جینی بی بی کا بیان ہے کہ قیام پاکستان کے کچھ ہی عرصہ بعد گورونا نک پورہ گلی نمبر 12 کے رہائشی عبدالستار عرف ہزارا بابا کے بیٹے کی شادی تھی میں بھی شادی میں شریک ہوئی۔ ولیمے کے دن نیوندرا دینے کا وقت آیا اور میں نے پیسے دیئے تو بابا ہزارا نے ہمدردی سے کہا کہ اے جینی بی بی! تو نیوندرا لگانے کو رہنے دے، تیری کونسی اولاد ہے جو تو یہ نیوندرا واپس لے گی۔ اس وقت تک ان کے ہاں اولاد نہ تھی جبکہ شادی کو کافی عرصہ گزر چکا تھا اور اس کا شوہر مستا اب بڑھاپے کی جانب قدم بڑھا چکا تھا۔ بی بی جینی کہتی ہے کہ وہ روتی ہوئی واپس ساتھ والی گلی میں اپنے بھائی سعید احمد مرحوم کے گھر آ گئی۔ ان

دنوں بابا جی خلیفہ جلال الدینؒ وہیں قیام پذیر تھے۔ اسے روتے ہوئے دیکھا تو بابا جیؒ نے وجہ پوچھی۔ بی بی جینی نے ساری بات بتائی۔ بابا جیؒ کا چشمہ فیض جاری ہوا۔ کچھ دیر چپ رہے اور پھر بی بی جینی سے کہا کہ تو اسی طرح پیسے لیکر بابا ہزارہ کے پاس جا اور اسے رقم دے کر کہہ کہ میرا نیوندرا لکھو' میں اسے وصول کروں گی۔ اور ضرور کروں گی۔ سب لوگ حیران تھے اور پھر کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ مرد قلندر کی بات پوری ہوئی اور بی بی جینی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام فرمان علی رکھا گیا۔ آج ماشاءاللہ وہ صاحب اولاد ہے اور اس کے گھر میں خوب چھل پہل ہے بی بی جینی اپنے پوتے پوتیوں کو دیکھ کر بہت خوش و خرم ہوتی ہے۔

ماسٹر عبدالغفور اختر فیڈرل گورنمنٹ ہائی سکول آدم جی روڈ صدر راولپنڈی سے چند سال پہلے سینئر ٹیچر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے فوج میں بھرتی ہونے کا بے حد شوق تھا اور میں اس کے لئے خوب تیاری بھی کر رہا تھا۔ ایک دن بابا جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن بابا جیؒ تو کچھ اور ہی دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے میری بات سننے کے بعد کہا بیٹا سنا ہے ماسٹر بننے میں بہت فائدہ ہے چھ ماہ پڑھانا اور چھ ماہ چھٹیاں۔ میں آپ کے اس اشارے کو نہ سمجھ سکا اور میں اپنی ہی دھن میں مگن رہا۔ تین بار PAF میں بھرتی کی کوشش کی۔ لیکن Select نہ ہو سکا۔

☆ ہمارے بزرگ محترم نیاز احمد PAF میں سینئر آفیسر تھے اور انہوں نے مجھ سے قبل بہت سے نوجوانوں کو بھرتی کروایا تھا لیکن ان کی سر توڑ کوشش کے باوجود میں سلیکٹ نہ ہو سکا۔ مایوس ہو کر میں نے بامر مجبوری ٹیچر بننے کے لئے درخواست دی اور تیسرے ہی دن مجھے کال آ گئی۔ میں ٹیچر بن گیا اور میں نے تقریباً چالیس سال تک بچوں کو پڑھایا اور خوش و خرم زندگی گزاری۔

ماسٹر عبدالغفور اختر مزید بیان کرتے ہیں کہ باباجیؒ کی نظر کرم سے میری آرمی میں جانے کی آرزو ناکام نہ ہوئی۔ میں نے اپنی آرزو کو اس طرح ثمر آور ہوتے دیکھا کہ میرا بیٹا عمران غفور فوج میں کمیشن لے کر بھرتی ہوا اور اب ماشاءاللہ کرنل کی حیثیت سے اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ گویا باباجیؒ کا فیضان کرم نسلوں کے اندر بھی جاری وساری ہے۔

☆ ونگ کمانڈر (ریٹائرڈ) ریاض احمد (لاہور) جو دو سال قبل وفات پا گئے ان سے یہ کرامت میں نے خود سنی۔ وہ بیان کرتے تھے کہ ان کے دادا جان لبھو خان مرحوم پیر بابا جلال الدین قادریؒ کے دادا جان پیر خیریتی شاہؒ سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ گویا وہ باباجی کے پیر بھائی تھے۔ اس نسبت کی وجہ سے باباجیؒ لبھو خان سے بہت پیار کرتے تھے۔ ایک دن دونوں اکٹھے بیٹھے تھے یہ بیسویں صدی کے ابتدائی دور کے ایام تھے۔ باباجیؒ موج میں تھے اور ان کی نظر آنے والے وقت کو دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے بابا لبھو خاں کی طرف دیکھا۔ آسمان کی طرف نگاہ کی اور آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھا اور بابا لبھو خاں سے مخاطب ہو کر کہا کہ لبھو خان تیری اولاد ایک دن آسمانوں میں اڑے گی یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی کہ کیسے اڑے گی کیونکہ ابھی جہازوں اور طیاروں کا دور نہیں آیا تھا۔ اگر یورپ یا امریکہ کے کسی علاقے میں جہاز موجود بھی تھے اور اڑتے تھے تو ہوشیار پور بھارت کے اس دور افتادہ پہاڑی علاقے میں بیٹھ کر اس کے حوالے سے سوچنا بات کرنا اوران جہازوں میں سوار ہو کر فضاؤں میں اڑنے کا تصور بھی محال تھا۔ باباجیؒ کی زبان سے نکلی ہوئی بات زبان حق کی بات تھی وقت گزرتا گیا زمانے نے دیکھا کہ بابا لبھو کا بڑا بیٹا باؤ نیاز احمد مرحوم انڈیا ایئر فورس میں بھرتا ہوا اور جہازوں میں بیٹھ کر فضاؤں میں اڑتا پھرا بلکہ دوسرے دونوں بیٹے غلام محمد

اور حاجی نواب علی مرحوم بھی پاکستان ایئر فورس میں بھرتی ہوئے اور انہوں نے بھی فضاؤں کے سینے کو چیرتے ہوئے آسمانوں میں سواری کی۔ یہ تھا مردقلندر کا فرمان جو حرف بحرف سچ ثابت ہوا۔

☆ پھر یوں یہ سلسلہ کرم مزید آگے بڑھا۔ بابالبھو خان کے پوتے اور باؤ نیاز احمد مرحوم کے بڑے صاحبزادے ریاض احمد پاکستان ایئر فورس میں آفیسر کے طور پر بھرتی ہوئے اور ونگ کمانڈر کے طور پر ریٹائر ہوئے اسی طرح حاجی نواب علی مرحوم کے بیٹے حق نواز نے بھی کئی سال پاکستان ایئر فورس میں ملازمت کی۔ ریاض احمد مرحوم کے ایک بیٹے میجر اعجاز احمد پاک آرمی سے وابستہ ہیں جبکہ دوسرے بیٹے عیاض احمد ایک انٹرنیشنل ایئر لائن میں ملازمت کر رہے ہیں گویا ہواؤں میں اڑنے کا یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔

☆ فلائنگ آفیسر ریٹائرڈ ریاض احمد (متوفی 2011ع) نے راقم کو اپنی شادی کے حوالے سے باباجیؒ خلیفہ جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت کے بارے میں نہایت تفصیل سے بتایا تھا بلکہ کئی واقعات کا تو میں خود بھی گواہ ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ فلائیٹ لیفٹیننٹ بننے کے بعد میں اپنے گھر آیا تو میری شادی کے حوالے سے مشاورت کا سلسلہ چلنے لگا۔ میرے گھر والوں کی خواہش کسی اور جگہ تھی جبکہ میری چاہت یہ تھی کہ میرے شادی انکل ڈاکٹر عالم مرحوم کی منجھلی بیٹی سے ہو۔ کام بہت دشوار تھا سب افرادِ خانہ میرے خلاف لٹھ لے کر کھڑے ہو گئے۔ میرے خلاف اتنا محاذ بنا کہ میرے لئے نہایت مشکل ہو گیا کہ میں گھر والوں کی مخالفت کروں، لیکن میں بھی چٹان کی طرح ڈٹ گیا کہ یہ تو میری ساری زندگی گزارنے کا معاملہ ہے اور زبردستی کی شادی کر کے میری زندگی کو کانٹوں کا بستر تو نہ بنایا جائے۔

پریشانی، کشمکش اور سختیوں کے ان دنوں میں ایک ہی سہارا تھا کہ اپنے مرشد عظیم بابا جیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی خواہش کا اظہار کروں اور ان سے راہنمائی کی درخواستوں کروں۔ کچھ دنوں بعد میں چھٹی پر آیا تو فیصل آباد میں کو کیا نوالہ کے علاقے میں قیام پذیر بابا جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بابا جیؒ مجھے دیکھ کر مسکرائے پیار کیا اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ خادم میرے لئے شکر کا شربت بنا کر لایا۔ بابا جیؒ نے گلاس اپنے ہاتھوں میں تھاما اور آنکھیں بند کر لیں۔ کافی دیر بعد گلاس مجھے دیا اور پینے کا کہا میں نے ٹھنڈا اور میٹھا شربت پیا تو اس کا سرور ہی اور تھا اور میرے جسم کے روئیں روئیں میں کیف سا چھا گیا۔ اب گفتگو کا سلسلہ چل پڑا۔ بابا جیؒ نے مجھ سے کہا کہ ڈاکٹر عالم کی دوسرے نمبر کی بیٹی کا نام کیا ہے۔ میں نے بتایا کہ امینہ ہے۔ کہنے لگے نہیں کچھ اور ہے۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ آپ امینہ کو پیار سے کسی اور نام سے پکارا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ خاموش ہو گئے اب میں سوچ رہا تھا کہ بابا جی ڈاکٹر عالم کی تیسری بیٹی کا نام پوچھیں گے تو میں اپنے دل کی تمنا عرض کروں گا لیکن خاموشی اور سکوت چھا گیا اتنے میں کچھ اور مریدین آ گئے اور بات کا سلسلہ رک گیا۔ اب کوشش کے باوجود مجھے اپنی بات پوری کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ شام ہوئی تو میں گورونا نک پورہ فرید گنج میں اپنے کزن الطاف حسین کے گھر آ گیا جس سے میری یاری بھی بہت گہری تھی اور ہم دونوں دل کی بات بھی کر لیا کرتے تھے۔

آتے ہی میں نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اتنے میں الطاف حسین کے والد حکم دین کمرے کے اندر سے باہر میرے پاس آ گئے۔ وہ ہماری ساری گفتگو سن رہے تھے جہاندیدہ بزرگ تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا بابا جیؒ امینہ کے نام پر رک گئے تھے میں نے بتایا کہ ہاں ایسا ہی ہوا اور آپ اگلی بیٹیوں کی طرف

نہیں آئے۔ انہوں نے کہا کہ بیٹا اب یہ سمجھ لو کہ تمہاری شادی امینہ سے ہی ہو گی۔ میں چپ ہو گیا۔ پھر حالات نے پلٹا کھایا اور میری شادی امینہ سے ہو گئی۔ دونوں کی جوڑی بہت آئیڈیل ثابت ہوئی اور انہوں نے بہت خوبصورت انداز میں اپنی زندگی بسر کی۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو غریق رحمت کرے اور نہیں جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔ بابا جیؒ نے جو اشارہ کیا اور جو راہ دکھائی وہی پوری ہوئی۔

فلائنگ آفیسر ریاض احمد مرحوم نے حضرت بابا جی خلیفہ جلال الدینؒ کی ایک اور کرامت کا تذکرہ بھی کیا جو الطاف حسین کے والد حکم دین مرحوم نے اس موقعہ پر بیان کی اور بتایا کہ کس طرح آپ کا فرمایا ہوا پورا ہو کر رہتا تھا۔ زمانہ ایسے ہی آپ کا دیوانہ نہ تھا بلکہ آپ کی ذات میں وہ کشش تھی کہ مضطرب لوگ دیوانہ وار آپ کے قدموں پر نثار ہونے کو چلے آتے تھے اور آپ کی زبان سے جو بات نکلتی تھی وہ ہمیشہ پوری ہوتی تھی گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ یعنی آپ کی زبان کا کہا ہوا فقرہ گویا اللہ تعالیٰ کا فرمان بن جاتا تھا۔

☆ حکم دین مرحوم نے بتایا کہ بابا جیؒ سے میاں لبھو خاں نے اپنے بیٹے کے رشتے کے حوالے سے راہنمائی چاہی تو آپ نے انہیں کہا کہ سرگودھا میں بابا غلام رسول کے پاس چلے جاؤ اور اس سے میرے حوالے سے بات کرنا۔ میاں لبھو خاں سرگودھا پہنچے اور بابا غلام رسول سے بات کی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا کیونکہ ان دنوں وہ ذرا خوشحال تھے جبکہ میاں لبھو کی فیملی تنگدستی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ میاں لبھو نہایت دلبرداشتہ ہو کر فیصل آباد واپس آئے جہاں بابا جی مقیم تھے۔ فیصل آباد میں ان کی ملاقات اسی خاندان کے ایک اور بزرگ حسین دین سے ہو گئی انہوں نے میاں لبھو کا حال چال پوچھا اور سارا ماجرا سنا۔ وہ بابا غلام رسول کی اس حکم عدولی پر لرز اٹھے کیونکہ اللہ کے پیاروں کی بات رد کر دینا اصل

میں اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہوتا ہے۔انہوں نے اسی وقت کہا کہ اب ہمیں ایک کیا تین بیٹیاں آپ کے ہاں بھیجنا پڑیں گی۔ پھر زمانے نے دیکھا کہ میاں لبھو خاں کے دو بیٹوں غلام محمد اور حاجی نواب علی اور ان کے بھتیجے عبدالغفور کی شادیاں اسی فیملی کی بچیوں سے ہوئیں۔سبحان اللہ کیا اعلیٰ شان ہے اللہ کے پیاروں کی!

☆ اس کتاب کا مصنف ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری بیان کرتا ہے کہ 1984ع کی بات ہے میں علامہ اقبال میڈیکل کالج لاہور میں چوتھے سال کا طالب علم تھا۔ایک دن میرے بڑے بھائی محترم محمد بشیرؒ نے فیصل آباد سے مجھے فون کر کے اطلاع دی کہ کل صبح تم گوجرہ پہنچو۔ وہاں حضرت پیر جلال الدین قادریؒ کے جسد انور والے تابوت کو پرانی قبر مبارک سے نکال کر نئی جگہ منتقل کیا جائے گا جہاں مزار شریف اور گنبد شریف تعمیر ہو گا۔اس سے قبل آپ کی قبر مبارک موجودہ مزار سے تھوڑا سا ہٹ کر مشرق کی طرف ایک درخت کے نیچے تھے بھائی بشیر نے مزید بتایا کہ تابوت باہر نکالا جائے گا اور آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت بھی سب کو کرائی جائے گی۔

میں باباجیؒ کا بہت زیادہ عقیدت مند تھا کیونکہ میرے والد مرحوم اور والدہ مرحومہ نے ہمیشہ ہمیں باباجیؒ کی باتیں اور کرامتیں بہت ذوق وشوق اور عقیدت سے سنائی تھیں اور جب بھی باباجیؒ کا ذکر ہوتا تھا تو دونوں کی آنکھیں روشن ہو جاتیں اور چہرہ گلاب کی طرح کھل اٹھتا تھا۔ ایک طرف باباجیؒ سے بے انتہا عقیدت اور محبت اور دوسری طرف میڈیکل کالج کا سٹوڈنٹ ہونے کے ناطے ذہن میں طرح طرح کے وسوسے جنم لے رہے تھے۔ مجھے یہ وسوسہ خاص طور پر بہت پریشان کر رہا تھا کہ اگر میں گوجرہ گیا اور وہاں تابوت کھولا گیا اور وہاں عام

لوگوں کی طرح محض ہڈیاں موجود ہوئیں تو میری عقیدتوں کا محل دھڑام سے نیچے آ گرے گا۔ میں نے بہت سوچ بچار کے بعد انتہائی پریشانی کے عالم میں یہ فیصلہ کیا کہ میں گوجرہ نہیں جاؤں گا۔ میں نے اپنے قریبی دوستوں کو بھی تمام بات بتائی اور اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔

رات ہوئی بستر پر لیٹا اور نیند کی آغوش میں پہنچا تو میں نے خواب دیکھا کہ میں دربار عالیہ قادریہ میں موجود ہوں دربار شریف کے احاطے میں بہت سے مریدین گھوم پھر رہے ہیں۔ ان مریدوں میں میرے بہن بھائی اور دیگر عقیدت مند موجود ہیں۔ سب لوگ بہت خوش وخرم ہیں اور روشن مسکراتے چہروں کے ساتھ ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں۔ احاطے میں ایک کھلی قبر موجود ہے۔ جسے اوپر سے بند نہیں کیا گیا ہے جیسے جنگ کے دوران کھلی خندقیں کھودی جاتی ہیں اس قبر میں بابا جیؒ لیٹے ہوئے ہیں اور اسی طرح لیٹے ہوئے ہیں جیسے زندہ آدمی چارپائی پر لیٹا ہو۔ میں جب آپ کے قریب ہو کر دیکھتا ہوں تو آپ لیٹے ہوئے اپنی چھڑی اٹھاتے ہیں جو بہت خوبصورت ہے اور اس کی لوہے سے بنی نوک کو میرے پیٹ میں آہستہ سے چبھوتے ہیں۔ ساتھ ہی فرماتے ہیں ''اوئے! توں ساڈے بارے وچ کیہہ کہندا پھرداایں'' یعنی تو ہمارے بارے میں کیا کہتا پھرتا ہے۔ اس کے فوراً بعد میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ میں تیزی سے آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھ جاتا ہوں۔ میرا کمرہ بہت روشن روشن اور خوشبو سے مہکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ میں حیران و پریشان ہوتا ہوں مگر کچھ ہی دیر میں یہ حیرانی راحت اور تسکین قلب میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ تہجد کا وقت تھا۔ باہر ایک سکوت طاری تھا۔ سب لوگ گہری نیند کے مزے لے رہے تھے۔

میں ابھی سویا تھا مگر میری قسمت جاگ اٹھی تھی۔ بابا جیؒ نے خود تشریف لا کر

میرے تمام وسوسوں کو دور کر دیا تھا۔اب میں بالکل مطمئن تھا اور گوجرہ جانے کے لئے سامان پیک کرنے لگا اپنے دوستوں کو جگا کر بتایا کہ میں ابھی روانہ ہونے والا ہوں۔

سب دوست حیران ہو کر مجھ سے روانگی کی وجہ پوچھ رہے تھے میں خواب والی بات سب کو بتائی تو سب حیران رہ گئے۔میں شام تک گوجرہ چک 297 ج ب پہنچ گیا۔ جہاں آستانہ عالیہ پہ بہت چہل پہل تھی۔رات کے اندھیرے نے اپنی ردا پھیلائی تو شمعیں چراغ اور لالٹینیں روشن ہو گئیں اس وقت تک واپڈا نے اس گاؤں کو بجلی نہیں دی تھی۔تقریباً نصف شب کو قبر شریف کی کھدائی کر کے تابوت باہر نکالا گیا اور کافی پیچھے دوسرے احاطے کے برآمدے میں رکھ دیا گیا تا کہ سب مریدین زیارت کر لیں سب لوگ باری باری آتے اور درود وسلام اور کلمہ شریف کا ورد کرتے ہوئے حضرت بابا جیؒ کے چہرہ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوتے جاتے۔

میں جب آگے بڑھا تو دیکھا کہ فضا میں ایک عجیب سی نورانیت ہے۔بہت پیاری خوشبو ہر سو بکھری ہوئی ہے اور سب لوگ نہایت خاموشی اور سکون سے زیارت کرتے جا رہے ہیں۔میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بابا جیؒ کا چہرہ مبارک اسی طرح روشن اور تروتازہ ہے جیسے دنیاوی حیات میں ہوتا تھا۔آپ زلفوں کو مہندی لگایا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ 14 سال گزرنے کے باوجود آپ کی زلفوں کا رنگ حنائی سرخ تھا۔ایسے محسوس ہوتا تھا کہ جیسے چاند جیسے چہرے کے گرد سرخ رنگ کی روشنی نے ہالہ بنا رکھا ہے۔وہ نورانی منظر آج بھی میری نگاہوں میں گھوم رہا ہے اور میرے وجود میں خوشبو سی مہک اٹھتی ہے اور میں انوار کا ایک سلسلہ اپنے چار سو پھیلا ہوا محسوس کرتا ہوں۔اس وقت پورا

آستانہ عالیہ انوار و تجلیات سے جگمگ جگمگ کر رہا تھا اور بہشتی خوشبوؤں سے مہکا ہوا تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

☆ صوفی غریب نواز (فیصل آباد) کی والدہ ماجدہ جو حضرت بابا جیؒ کی خادمۂ خاص تھیں بیان کرتی ہیں کہ ایک دن شیخوپورہ سے رانا امجد خان مینجر حبیب بینک کی والدہ اختری بی بی حاضری کیلئے آئیں۔ وہ گردن کے گلہڑ کی بیماری سے بہت تنگ تھیں اور سخت تکلیف میں تھیں۔ انہوں نے بابا جیؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ سرکار دعا فرمائیں میری یہ بیماری دور ہو جائے۔ ڈاکٹروں نے اس کے علاج کے لئے سرجری تجویز کی ہے۔ بابا جیؒ ہنسے اور فرمانے لگے کہ بھئی اس بیماری کا علاج تو ڈاکٹر ہی کرتے ہیں۔ ان کے پاس ہی اس مرض کا مداوا ہے۔ اختری بی بی نے کہا کہ سرکار آپ کی نظر کرم ہو گی تو سب مرض دور ہو جائیں گے۔ بابا جیؒ مسکراتے رہے۔ اس مریدہ صادقہ نے پھر عرض کیا کہ سرکار میں تو آپ ہی سے علاج کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔

رات ڈھلی اور اندھیرا پھیلنے لگا تو دو بجے کے قریب بابا جیؒ اختری بی بی کے پاس آئے اور کہاں کہ کیا بیٹی سو گئی ہو۔ ان کی آنکھ فوراً کھل گئی۔ وہ ادب کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بابا جیؒ نے ارشاد فرمایا بھئی لوگ کہتے ہیں کہ حقہ پینے سے گلہڑ کا یہ مرض دور ہو جاتا ہے۔ آپ کا نظر کرم فرمانے کا یہ خاص انداز تھا اشارہ میں بات کرتے تھے براہ راست نہیں کہتے تھے۔ اختری بی بی فوراً سمجھ گئیں اور جلدی سے اٹھ کر بابا جیؒ کے حقے کی جانب بڑھیں جو کچھ دیر پہلے ہی تازہ کیا گیا تھا۔ انہوں نے جلدی جلدی چند کش کھینچے اور پھر کرم ہو گیا صبح کی لو نمودار ہوتے ہوتے ان کا گلہڑ دور ہو چکا تھا اور ایسے محسوس ہوتا تھا کہ ان کو کبھی یہ مرض تھا ہی نہیں۔ پچھلے سال عرس کے موقعہ پر اختری بی بی نے بھی خود تفصیل سے یہ

کرامت مجھے سنائی تھی۔

☆ باباجیؒ کی ایک کرامت ایسی ہے جو موضع ورن ضلع شیخوپورہ اور فیصل آباد میں موجود تمام مریدوں کو اچھی طرح ازبر ہے۔ میں نے بہت سے لوگوں سے اس کرامت کا ذکر سنا ہے۔ چند روز پہلے عمرہ کی سعادت اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد میں اس باسعادت سفر کے ساتھی میجر اعجاز احمد اور ان کی فیملی کے ہمراہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا تو خود موجودہ سجادہ نشین قبلہ پیر فضا دستگیر مدظلہ العالی نے بھی تفصیل سے اس بارے میں بتایا۔ موضع ورن شیخوپورہ کے ایک زمیندار چوہدری شیر محمد راجپوت کے چار پوتے وہاں کے ایک بہت طاقتور مخالف زمیندار نے قتل کے ایک ناجائز مقدمے میں پھنسا دیئے۔ مقدمہ اتنا مضبوط تھا کہ سزا یقینی تھی کیونکہ تمام شواہد ان کے خلاف جا رہے تھے۔ ان کے وکیل بھی مایوس تھے۔

چوہدری شیر محمد نہایت بے بسی اور پریشانی کے عالم میں نظر کرم کی درخواست کرنے حضور قبلہ باباجیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کیف وجذب کی کیفیت میں مبتلا تھے۔ درد سے کراہ رہے تھے۔ چوہدری شیر محمد نے بہت بے بسی اور لاچاری سے سارا ماجرا کہا اور رو رو کر درخواست کی کہ سرکار آپ نظر کرم فرمائیں۔ آپ نے اگلے دن صبح ان سے کہا کہ جاؤ تمہارے پوتے رہا ہو گئے ہیں۔ وہ صبح صبح اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اسٹیشن سے باہر آئے تو کسی واقف کار نے بتایا کہ مبارک ہو تمہارے پوتے مقدمے میں رہا ہو کر آ گئے ہیں اور پھر جوں جوں وہ آگے بڑھتے گئے لوگ مبارکبادیں دیتے گئے۔ چوہدری شیر محمد کو یقین تھا کہ مجھ پر اتنا کرم ہو گیا ہے۔ ناممکن ممکن ہو گیا ہے۔ گھر پہنچ کر انہوں نے اپنے پوتوں کو دیکھا تو ان کی کیفیت عجیب تھی۔ خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ

تھا۔ وہ اپنے پوتوں کو لے کر بابا جی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بابا جیؒ خوشگوار موڈ میں تھے۔ ان کو آتے دیکھ کر مسکرانے لگے۔ چوہدری شیر محمد نے نذرانے کے طور پر زمین کا ایک قیمتی ٹکڑا آپ کے نام کر دیا ان کے پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں آج بھی نہایت عقیدت اور محبت سے آتے ہیں اور آستانہ عالیہ پر حاضری دیتے ہیں۔

☆ حضرت پیر بابا جلال الدینؒ قادری کی خادمہ آپا جیباں (گُوکیانوالہ فیصل آباد) بیان کرتی ہیں کہ انہیں بہت عرصہ آپ کی خدمت کا موقع ملا۔ ایک دن میں اپنے چھوٹے گود والے بچے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت میرے پانچ بیٹے تھے یہ گود والا بچہ بہت روتا تھا اور تنگ کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے میری زندگی کے معمولات بری طرح متاثر ہو گئے تھے۔ میں نے اپنے اس روتے چلاتے بچے کو بابا جیؒ کے قریب ہی لٹا دیا اور خود روہانسی آواز میں کہنے لگے۔ بچے تو پانچ ہی کافی ہیں میں نے یہ بات ذرا اونچی آواز میں بابا کو سنانے کے لئے کہی تھی۔

بابا جیؒ نے سنا اور فوراً کہنے لگے ناں ناں جیباں! ابھی تو غریب نواز آ رہا ہے۔ میرے دیگر بچوں کے نام محمد نواز، علی نواز، بندہ نواز وغیرہ تھے۔ میں نے یہ بات بابا جیؒ کی بہو کو بتائی۔ وہ دانائے راز تھیں۔ بات سن کر مسکرائیں اور کہنے لگیں کہ اب یقین کر لو کہ تیرے ہاں اب صرف ایک ہی بچہ ہوگا اور وہ بھی بیٹا ہو گا۔ آپاں جیباں کہتی ہیں کہ بابا جیؒ لجپالؒ کی فرمائی ہوئی بات حرف بحرف درست ثابت ہوئی اور میرے ہاں ایک اور بیٹا پیدا ہوا جس کا نام غریب نواز رکھا۔ جو ماشاءاللہ دینی وروحانی علوم سے بہرہ مند ہے اور فقر و سلوک کی منازل کا راہی ہے۔ سبحان اللہ رب العزت کے مقرب بندے اس کی عطا کردہ نور

بصیرت سے ماضی و مستقبل کے تمام احوال پر نظر رکھتے ہیں۔

گورونا نک پورہ فیصل آباد کے رہنے والے چوہدری یٰسین اور چوہدری اللہ رکھا (حال مقیم امریکہ) کے والد گرامی چوہدری فضل محمد کی دوسری بیوی سے اولاد نہ تھی۔ وہ دونوں میاں بیوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نظر کرم فرمانے کی استدعا کی۔ بابا جیؒ کا چشمہ فیض جوش پر تھا۔ اس زمانے میں بجلی اتنی عام نہ تھی۔ وہ آپ کو دستی پنکھے سے ہوا دینے لگی۔ آپ نے اسے منع کیا اور کہا کہ تم تو امیر گھرانے سے ہو' تمہارے ہاں تو بجلی سے پنکھے چلتے ہیں۔ مجھے ہوا جھلنے کی تکلیف نہ کرو۔ لیکن وہ تو اپنے دامن مراد کو بھر کر لے جانے کی آرزو لئے آئی تھی۔ اس نے عرض مدعا کیا۔ بابا جیؒ نے نظر کرم اٹھائی۔ قریب پڑے ہوئے چار سیب اور ایک کینو اٹھایا اور اس کی گود میں ڈال دیا۔ پھر زمانے نے دیکھا کہ اس کے ہاں چار بیٹے اللہ رکھا' محمد یٰسین' محمد سعید اور محمد صدیق اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ چوہدری یٰسین کی یہ روایت ہے کہ ہر سال عرس کے موقعہ پر وہ نان حلوے کا ناشتہ زائرین میں تقسیم کرتے ہیں۔

☆ عبدالمجید (فیصل آباد) بیان کرتے ہیں کہ میں شہر میں کسی کے ہاں ڈرائیور کی حیثیت سے کام چلایا کرتا تھا۔ ایک دن میں کار لئے کہیں جا رہا تھا کہ اچانک ایک طرف سے ایک بچی دوڑتی ہوئی آئی اور میری کار سے ٹکرا گئی۔ جس سے اس کو کچھ چوٹ لگ گئی۔ بچی کے والدین نے میرے خلاف مقدمہ درج کرا دیا۔ عدالت میں کیس چلا۔ اتفاق سے جس دن فیصلہ سنایا جانا تھا' وہی دن عرس کا تھا۔ سب مریدین گوجرہ کی جانب رواں دواں تھے جبکہ میں کام کے سلسلے میں کار لے کر لاہور گیا ہوا تھا۔ لاہور سے سیدھا عدالت پہنچا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ اس مقدمہ میں کم از کم سزا چھ ماہ قید ہے۔ میں بہت پریشان تھا۔ اسی حال میں

میں نے باباجیؒ کا تصور کیا اور عرض کیا کہ سرکار میں نے تو عرس میں کبھی بھی ناغہ نہیں کیا۔ ہر سال حاضر ہوتا ہوں۔ اب اگر آپ نے نظرِ کرم نہ فرمائی تو میں یہ عرس جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزاروں گا۔ اس وقت میرے ساتھ گھر سے بھی کوئی نہ پہنچا تھا۔ فیصلہ کی گھڑی آئی اور جج کرسی پر براجمان ہوا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ جج کی کرسی پر تو باباجیؒ خود موجود ہیں۔ جج نے جو فیصلہ سنایا وہ صرف یہ تھا کہ 70 روپے جرمانہ ادا کرو اور آئندہ احتیاط کرو۔ میں نے اپنی جیب ٹٹولی تو اتنی رقم بھی موجود نہ تھی۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے بھائی محمد بشیر دروازے سے کمرہ عدالت میں داخل ہوئے۔ میرا پژمردہ چہرہ کھل اٹھا۔ بھائی نے جرمانے کی رقم ادا کی اور ہم بس میں سوار ہو کر عرس میں شریک ہو گئے۔ میں شکرانے کے آنسوؤں اور خوشی بھرے جذبات سے باباجیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مریدوں کے جھرمٹ میں بیٹھے تھے۔ میری طرف دیکھ کر آپ مسکرائے اور میرے کچھ عرض کرنے سے پہلے ہی فرمانے لگے کہ مجید! تم تو ایسے ہی پریشان ہو گئے تھے۔ پھر ایک مرید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگے کہ سنا ہے اس طرح کے کیس میں ستر بہتر روپے جرمانہ ہوتا ہے۔ عبدالمجید کہتے ہیں کہ میں نے عقیدت سے آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھ چومے اور عرض کیا کہ سرکار آپ کو تو سب معلوم ہے۔ سبحان اللہ۔

ڈاکٹر شیراز احمد سابق پرنسپل میڈیکل آفیسر سوشل سکیورٹی ہسپتال لاہور نے اپنے والد نیاز احمد مرحوم وارنٹ آفیسر پاک فضائیہ کے حوالے سے ایک کرامت کا ذکر کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت قبلہ باباجیؒ کا سلسلہ جود و کرم دورِ شباب سے ہی شروع ہو چکا تھا اور آپ تقریباً پچاس سال سے زیادہ سجادہ نشین رہے اور اس دوران عطاؤں اور عنایات کا سلسلہ فیض جاری و

ساری رہا۔

☆ باؤ نیاز احمد مرحوم کے والد شدید بیمار ہو گئے۔ وہ ان دنوں رائل انڈین ایئر فورس میں بھرتی ہو کر گھر سے دور ایک مقام پر اپنی ڈیوٹی ادا کر رہے تھے۔ وہ چھٹیاں لے کر اپنے والد کی عیادت کے لئے پہنچے۔ ان دنوں چھٹیوں کا ملنا بہت مشکل تھا کیونکہ جنگ عظیم دوم جاری تھی۔ باؤ نیاز احمد گھر آئے تو خود بیمار ہو گئے۔ ان کی صحت یابی ہونے میں کئی روز لگ گئے مقررہ چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں اور مزید چھٹیاں بھی ہو رہی تھیں۔ وہ بہت پریشان ہو رہے تھے۔ انگریز قطعاً پسند نہ کرتے تھے کہ ڈسپلن کی خلاف ورزی ہو اور مقررہ چھٹیوں سے زیادہ چھٹیاں کی جائیں۔ خاص طور پر ان کا کمانڈنگ آفیسر تو بہت سخت مزاج تھا۔ باؤ نیاز احمد کو یقین تھا کہ سخت ترین سزا ملے گی۔ کم از کم بہت دور دراز کینٹ میں ٹرانسفر ہونا تو لازم تھا۔ اسی پریشانی کے عالم میں وہ بابا جیؒ کے آستانے پر حاضر ہوئے اور آپ سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بابا جیؒ میٹرک کے بعد ہونے والا پٹواری کورس پاس کئے ہوئے تھے اور فارسی، پنجابی، اردو، عربی، سنسکرت کے علاوہ انگریزی پر بھی عبور رکھتے تھے۔ آپ نے ایک کاغذ پر اپنے ہاتھ سے کچھ تحریر کیا اور کہا کہ اس آفیسر کو یہ رقعہ دے دینا۔

باؤ نیاز اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوئے۔ کمانڈنگ آفیسر کی طرف سے بڑی سختی سے آپ کو پیش ہونے کا حکم ملا۔ وہ نہایت خوفزدہ۔ ڈرتے ڈرتے سہمے ہوئے آفیسر کے پاس پہنچے۔ آفیسر نے بہت غضبناک انداز میں ان کی طرف دیکھا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا باؤ نیاز نے بابا جیؒ کا رقعہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے رقعہ دیکھا اسے پڑھا۔ اس کے چہرے پر غصے کی بجائے نرمی آ گئی۔ آنکھوں سے آگ کے شعلے نکلنے کی بجائے شفقت کی روشنی نکلنے لگی۔ اس نے

اطمینان سے لمبا سانس لیا۔ باؤ نیاز کی طرف سے غور سے دیکھا اور رقعہ باؤ نیاز کی فائل میں لگا دیا اور ان سے کہا کہ جاؤ اپنی ڈیوٹی پر پہنچ جاؤ۔ باؤ نیاز احمد حیرانی ' شادمانی اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے دفتر سے باہر نکلے اور آرام سے اپنی ڈیوٹی پر پہنچ گئے۔ باؤ نیاز احمد اس واقعہ کو یاد کرتے ہوئے عقیدت' محبت اور چاہت کی دنیاؤں میں کھو جاتے تھے۔

☆ ڈاکٹر شیراز احمد سابق پرنسپل میڈیکل آفیسر سوشل سکیورٹی ہسپتال لاہور کا بیان ہے کہ ایک بار میں اپنے والد محترم کے ہمراہ بابا جیؒ کی خدمت میں حاضر ا ہوا۔ میں ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ ہم بابا جیؒ کے پاس ادب سے بیٹھ گئے۔ آپ نے اپنا درست کرم میرے سر پر پیرا اور پوچھا بیٹا بڑے ہو کر کیا بننے کا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کیا سرکار میں ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر بابا جیؒ نے اپنا ہاتھ میرے سر پر پھیرنے کی بجائے ایک جگہ روک لیا اور کافی دیر ایسے کیئے رکھا۔ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا جیسا کیف اور سرور کی روشنی میری روح تک اتر رہی ہے۔ میرے دل کرے کاش یہ لمحات یہیں رکے رہیں اور وقت کا پہیا گھومنا بند کر دے تا کہ میں کیف و سرور کی اس کیفیت کو روح کے ذرے ذرے تک سمو لوں آپ نے کچھ دیر بعد ہاتھ اٹھایا اور پیار سے میری طرف دیکھ کر فرمایا جاؤ ڈاکٹر بنو گے۔

جس دن میرا داخلے کے لئے انٹرویو تھا اس دن قبلہ بابا جیؒ میرے والد صاحب کے خواب میں آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ کھیر بانٹ رہے ہیں۔ صبح والد صاحب نے خواب سنایا اور بتایا کہ یہ خوشی کا خواب ہے اور آج ان شاء اللہ تم پاس ہو جاؤ گے۔ واقعی میرا داخلہ پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد میں ہو گیا اور آج میں الحمد للہ ایک کامیاب ڈاکٹر ہوں۔ یہ سب میرے بابا جیؒ کی نظر کرم کا

صدقہ ہے۔

☆ ڈاکٹر شیراز احمد (لاہور) نے حضرت پیر بابا جلال الدینؒ قادری کی ایک اور کرامت بیان کی۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے بڑے بھائی ریاض احمد نے ایف ایس سی کے بعد ایئر فورس میں فلائٹ لیفٹیننٹ کی حیثیت سے بھرتی ہونے کے لئے ٹیسٹ دیا۔ وہ مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے آخری مرحلے آئی ایس ایس بی تک پہنچے اور امتحان دیا۔ جس دن رزلٹ کا پتہ چلنا تھا اس دن صبح ہم اپنے محلے میں رہنے والے کالے علم کے ماہر رمضان عرف جاناں کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ہمیں اپنے علم کے زور پر بھائی ریاض کے ٹیسٹ کے حوالے سے کوئی معلومات دے۔ اس نے زائچہ وغیرہ بنایا اور خوشی سے ہمیں بتایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ متعلقہ سینئر آفیسر کے پاس آئے ہیں جو حلیہ بتایا وہ ہو بہو ہمارے باباجیؒ کا تھا۔ وہ بزرگ اپنے ہاتھ سے ایک چٹ اس آفیسر کو دے کر کہنے لگے کہ اسے فرسٹ قرار دینا ہے ہم گھر واپس آ گئے اور چند گھنٹوں بعد ایئر فورس کی طرف سے ہمیں ٹیلی گرام ملا جس سے یہ اطلاع دی گئی کہ بھائی ریاض احمد آئی ایس ایس بی کے ٹیسٹ والے اس بیچ میں اول آئے ہیں اور وہ فلائٹ لیفٹیننٹ کی حیثیت سے سلیکٹ کر لئے گئے ہیں۔

☆ حاجی نواب علی مرحوم کراچی میں رہتے تھے۔ انجینئرنگ اور تعمیرات سے کافی شغف تھا۔ وہ باباجیؒ کے مزار شریف پر گنبد تعمیر کرنے کا عزم لے کر آئے۔ تمام مریدین کے تعاون سے کام کا آغاز ہوا۔ گنبد کی تعمیر کے لئے کسی ماہر راج کی ضرورت تھی۔ تحقیق کرنے کے بعد پتہ چلا کہ گوجرہ شہر میں صرف ایک ہی معمار ایسا ہے جو مسجدوں اور مزاروں کے گنبد اور مینار تعمیر کرنے میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ حاجی نواب علی اس راج کے گھر پہنچے جنہیں سب لوگ حاجی صاحب کہتے تھے۔

حاجی صاحب سے حاجی نواب علی کو بٹھایا اور آنے کا مقصد پوچھا۔ تو انہوں نے مزار شریف کی تعمیر کے حوالے سے اپنا مدعا بیان کیا۔ حاجی صاحب نے بتایا کہ جناب میں تو Frozen-Sholdar یعنی کندھے کے جوڑ کے جام ہونے کی وجہ سے کام کرنے سے معزور ہوں اور کافی عرصہ سے کام چھوڑ چکا ہوں۔ میری طرف سے معذرت قبول فرمائیے۔ حاجی نواب علی مایوس ہو کر دربار شریف واپس آ گئے۔ مزار شریف کی تعمیر ایک ادھورا خواب لگنے لگا تھا۔ اسی ناامیدی اور مایوسی کے عالم میں رات گزاری۔ صبح کی نو نمودار ہوئی اور اجالے کا راج چار سو ہو گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی معمار یعنی راج حاجی صاحب کندھے پر اپنے اوزار لٹکائے خراماں خراماں چلے آ رہے ہیں۔ حاجی نواب علی کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ سمجھے شاید کوئی خواب دیکھ رہے ہیں لیکن حقیقت میں حاجی صاحب ان کے سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے۔ حاجی نواب علی نے حاجی صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا کل تک تو آپ صاف جواب دے چکے تھے اور آج اپنے اوزار اٹھائے کام کے ارادے سے چلے آ رہے ہو۔

حاجی صاحب نے اطمینان سے جواب دیا کہ آج رات میں سویا تو قسمت جاگ اٹھی۔ خواب میں بابا جی جلال الدین قادریؒ تشریف لائے اور مجھ سے کہنے لگے کہ تم ہمارا مزار کیوں نہیں تعمیر کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ سرکار میرے کندھے اور بازو میں شدید درد اور سوزش ہے۔ آپ نے اپنا دست کرم میرے کندھے اور بازو پر پھیرا۔ آج صبح جب میں سو کر اٹھا ہوں تو نہ سوزش کا نشان ہے اور نہ درد کی کوئی شکایت ہے۔ اب میں حاضر ہوں اور انشاءاللہ روضہ مبارک کو پائے تکمیل تک پہنچاؤں گا۔ دن، ہفتے اور مہینے گزرتے گئے آخر سفید رنگ کا خوبصورت گنبد والا مزار شریف مکمل ہو گیا۔ اس عظیم کام کی تکمیل پر سبھی بہت

خوش تھے اور حیرت کی بات یہ کہ اس مشن کے مکمل ہونے کے اگلے ہی روز موصوف حاجی صاحب کا انتقال ہو گیا۔

☆ 1998ع کی بات ہے۔ راقم ڈاکٹر عبدالشکور ساجد کے ہاں چھوٹے بیٹے حسان کی ولادت متوقع تھی۔ میری اہلیہ ہسپتال میں داخل تھیں۔ گائنا کالوجسٹ نے مناسب انتظار کے بعد فیصلہ کیا کہ بڑا آپریشن ہو گا کیونکہ نارمل ڈلیوری مشکل تھی۔ میں چاہتا تھا کہ سارا معاملہ نارمل انداز میں حل ہو جائے مگر مجبوراً اب ہمیں آپریشن کے لئے تیار ہرنا پڑا۔ خون کی بوتلیں اور دیگر ضروری ادویات بھی خرید لی گئیں۔ اس وقت فجر کا وقت تھا مجھے اپنی والدہ کی نصیحت یاد آئی کہ بیٹا جب کوئی مشکل آ پڑے تو باباجیؒ کی طرف ضرور دھیان کر لیا کرو۔ میں نے آنکھیں بند کیں، درود شریف پڑھا اور قبلہ باباجیؒ سے عرض کیا کہ سرکار آپ کے تصدق میں ہمیشہ ہی میرے مسئلے اور مشکلات حل ہو جاتے ہیں۔ اب بھی مجھ پہ نظر کرم فرمایئے۔ میری مشکل حل کیجئے۔ ابھی میں عرض کرنے میں ہی مصروف تھا کہ بھتیجے نے آ کر مجھے بتایا کہ ماشاء اللہ! اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا ہے خوشی اور تشکر کے جذبات سے آنسو تیرنے لگے۔ اس طرح کرم فرماتے ہیں اللہ کے دوست اور ولی۔ سبحان اللہ۔

☆ پیر بابا جلال الدین قادریؒ کے لطف وعنایات کا سلسلہ ان کے وصال کے بعد بھی جاری و ساری ہے۔ گورنمنٹ جنرل ہسپتال غلام محمد آباد کے میڈیکل ٹیکنیشن ڈاکٹر ممتاز علی 94-1992ء میں میرے ساتھ ایک بنیادی مرکز صحت B#4 میں ملازمت کرتے تھے۔ ایک دن مرکز سے واپس آتے ہوئے راستے میں انہوں نے بات کی میری اولاد بیٹیاں ہی ہیں۔ ہم دونوں کی شدید خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک بیٹا بھی عطا کرے۔ میں نے اس سے کہا کہ تم ایسا کرو

ہمارے پیرومرشد بابا جلال الدین قادریؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضری کا ارادہ کر لو۔ ان شاء اللہ رب قدیران کے تصدق سے آپ کو اولادنرینہ سے نوازے گا۔ انھوں نے ارادہ کیا کہ جب ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا تو وہ آستانہ عالیہ قادریہ کی زیارت اور حاضری کے لئے گوجرہ جائیں گے۔ ڈاکٹر ممتاز علی بیان کرتے ہیں کہ میری بیوی کی ڈلیوری سے ایک ہفتہ پہلے میری بہن کے خواب میں ایک بزرگ تشریف لائے۔ جو بہت خوبصورت' بارعب اورنورانی شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے میری بہن کو خوشخبری دی کہ تمہارے بھائی کے گھر بیٹا پیدا ہوگا۔ اس نورانی بزرگ کا جو حلیہ بہن نے بتایا وہ ہو بہو ہمارے بابا جیؒ کا تھا۔ چند دن بعد ڈلیوری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک خوبصورت بیٹے سے نوازا۔ ڈاکٹر ممتاز علی عرس کے موقعہ پر مٹھائی اور نذرانہ لے کر دربار شریف حاضر ہوئے۔ وہ اب وقتاً فوقتاً حاضری کے لئے جاتے رہتے ہیں۔ اللہ کے پیارے بندے یوں اپنے عقیدت مندوں اور چاہنے والوں کو نوازتے ہیں۔

☆ راقم الحروف بڑے بھائی محمد بشیر قادری اور دربار شریف کے خادم میں شامل تھے۔ وہ لنگر کے انتظامات کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ وہ ایک بار کراچی گئے تو وہاں گرنے سے ان کے ہاتھ کے جوڑ پر چوٹ لگ گئی جس سے ہڈی کو ضرب لگی اور ہلکا سا فریکچر ہو گیا۔ مناسب علاج نہ کرانے سے ضرب کی جگہ پر سوزش رہنے لگی اور جوڑ بھی صحیح جگہ نہ بیٹھ سکا جس سے ان کے کام کرنے میں کافی رکاوٹ ہوئی اور وہ تکلیف بھی محسوس کرتے۔ کوئی دوا یا مرہم بھی کارگر ثابت نہ ہو رہی تھی۔ شدید کرب اور ابتلاء کے عالم میں انہوں نے بابا جیؒ کے آستانے کی طرف رخ کر کے عرض کیا کہ میرے حال پر رحم فرمائیں۔ رات کو بابا جیؒ بھائی بشیر کے خواب میں تشریف لائے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ مبارک بھائی کے متاثرہ

جوڑ پر پھیرا۔ صبح جب وہ اٹھے تو ان کی درد بھی ختم ہو چکی تھی اور ہاتھ بھی نارمل طریقے سے کام کرنے لگا تھا۔ بھائی بشیر قادریؒ بڑے مسرت اور عقیدت سے بھرے انداز میں یہ کرامت لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ اور اپنا متاثرہ ہاتھ بھی دکھاتے جواب بالکل ٹھیک ہو چکا تھا۔

☆ رانا عتیق الرحمٰن (حال مقیم امریکہ) بیان کرتے ہیں کہ ان کے آبائی گاؤں ستیانہ کے قریب ایک سید صاحب رہتے تھے۔ باباجیؒ جب کبھی ہمارے ہاں ستیانہ آتے تو وہ شاہ صاحب بھی آپ سے شرف ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔ وہ بھی صاحب سجادہ تھے اور ان کے آستانے کے مریدین کی تعداد بھی بہت تھی۔ ایک دن شاہ صاحب اپنے صاحبزادے سید نزاکت شاہ کو اپنے ساتھ لے کر باباجیؒ سے ملنے تشریف لائے۔ صاحب نظر اللہ کے مقرب بندوں کو فوراً پہچان لیتے ہیں شاہ صاحب بھی باباجیؒ کے روحانی مقام و مرتبہ سے واقف تھے۔ انہوں نے باباجیؒ سے کہا کہ سرکار میرے بیٹے کے لئے دعا کریں کہ اسے کوئی اچھی سی سرکاری ملازمت مل جائے۔ بی اے کرنے کے بعد فارغ ہی رہتا ہے۔ باباجیؒ نے نظر کرم اٹھائی اور کہا کہ جہازوں کا محکمہ کیسا ہے۔ یعنی پی آئی اے انہوں نے کہا کہ بہت اچھا ہے اور اس محکمے میں ملازمتوں کے لئے درخواستیں بھی مانگی گئی ہیں۔ شاہ صاحب کے بیٹے نے پی آئی اے میں درخواست دی۔ انٹرویو کے لئے بلایا گیا چند دن بعد منتخب امیدواروں کی فہرست اخبار میں شائع ہوئی مگر شاہ صاحب کے بیٹے کا نام اس میں نہ تھا۔ شاہ صاحب اخبار اور بیٹے کو لے کر باباجیؒ کے پاس حاضر ہو گئے۔ ان کو یقین اتنا پختہ تھا کہ باباجیؒ نے اگر کہا ہے تو اللہ کے حکم سے ضرور پورا ہو گا۔ شاہ صاحب نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ سرکار جو لسٹ چھپی ہے اس میں میرے بیٹے کا نام نہیں ہے۔ باباجیؒ نے رخ

انور ان کی طرف کیا اور فرمایا کہ تم نے لسٹ اچھی طرح دیکھی ہے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ جی حضور بہت اچھی طرح دیکھا ہے۔ بابا جیؒ نے کہا کہ ایک بار پھر دیکھو۔ اب کے انہوں نے لسٹ دیکھی تو سب سے اوپر نام ان کے بیٹے کا ہی تھا۔ ان کا بیٹا پی آئی اے میں بھرتی ہوا اور مدت ملازمت پورے کرنے کے بعد چند سال قبل ہی ریٹائر ہوا ہے۔ شاہ صاحب اب مدینہ ٹاؤن فیصل آباد میں رہائش پذیر ہیں اس طرح اللہ کے دوست نظر کرم فرمایا کرتے ہیں۔

☆ موضع ورن شیخوپورہ کے چوہدری غلام محمد کی بیوہ اور بیٹوں رانا احسان، رانا انعام نے بتایا کہ ایک بار ان کی فصل کٹائی کے بعد کھیتوں میں پڑی ہوئی تھی رات کو اچانک آگ بھڑک اٹھی اور تیزی سے اردگرد کی فصل کو بھی گھیرے میں لینے لگی۔ چوہدری غلام محمد اور ان کے عزیز واقارب سب بالٹیاں لے کر بھاگے اور پانی آگ پر پانی پھینکنے لگے۔ اسی اثناء میں ان کے ایک ہمسائے نے جو دوسرے نظریے کا تھا۔ چوہدری صاحب سے کہا کہ اب بلاؤ اپنے پیر کو جس کے لئے تم سب کچھ نچھاور کرنے کے لئے دیوانے بنے رہتے ہو۔ چوہدری غلام محمد کے کانوں تک یہ آواز پہنچی تو نہوں نے زور سے اپنے عزیزوں ساتھیوں سے کہا کہ رک جاؤ اب کوئی پانی نہ پھینکے۔ اب میرا مرشد ہی آگ بجھائے گا یہ کہا اور اپنے مرشد کے آستانے کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگے۔

مرشد کامل کب اپنے چاہنے والوں کو مایوس کرتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے آگ بجھنے لگی اور کچھ ہی دیر میں آگ ختم ہوگئی اور ہر طرف سکون سا چھا گیا۔ ساتھ ہی اس طنزاً بولنے والے ہمسائے کا منہ بھی بند ہو گیا اور وہ شرمندگی سے وہاں سے چلا گیا۔ چوہدری غلام محمد کی بیوہ جب یہ کرامت بیان کر رہی تھیں تو ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی اور وہ زبان سے کہہ رہی تھیں کہ بابا

جیؒ کی کون کونسی بات کی جائے۔ زور آور (باباجیؒ) کی تو شان ہی نرالی ہے اور ان کی عظمت کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ باباجیؒ کے لطف و کرم کو یاد کر کے کافی دیر تک ان کی آنکھوں میں خوشی اور طمانیت کے موتی لہراتے رہے۔

☆ بابا سلطان حضور قبلہ باباجیؒ کا مرید صادق تھا۔ وہ موضع روڈو سلطان ضلع وہاڑی کا رہنے والا تھا۔ اسے مخالفین نے پرانی دشمنی کی وجہ سے قتل کے ایک جھوٹے مقدمے میں ایک اور آدمی کے ساتھ نامزد کرا دیا اس نے باباجیؒ سے فریاد کی کہ حضور میں تو بے گناہ پھنسا دیا گیا ہوں کرم فرمائیں اور میری جان چھڑائیں۔ ایک دن خواب میں باباجیؒ کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ تمہارا کیس حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ کے پاس چلا گیا ہے۔ ادھر فیصلہ ہوگا اس نے رخت سفر باندھا اور باباجیؒ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا آپ نے اسے شکر کا شربت پلایا اور فرمایا کہ لجپال کرم کماون گے۔ بابا سلطان کا کہنا ہے کہ مقدمہ کچھ عرصہ چلا' تاریخیں پڑیں اور فیصلے میں بابا سلطان کو بری کر دیا گیا جبکہ دوسرے ملزم کو پھانسی کی سزا ہوگئی۔ اس طرح کرم کماتے ہیں کرم کمانے والے۔ سبحان اللہ۔

☆ حضور قبلہ خلیفہ جلال الدین قادریؒ کا ایک مرید علی محمد قادری چک نمبر 388 ج ب کا رہنے والا تھا۔ وہ عرصہ دراز سے سرکاری زمین کے ایک قطعے پر کاشتکاری کیا کرتا تھا۔ اس نے ایک بار عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ یہ زمین کا ٹکڑا میرے نام ہو جائے۔ میں یہاں کا مزارعہ ہوں اور میرا حق بنتا ہے۔ باباجیؒ نے فرمایا اے علی محمد! تو زمین کا مالک بنے گا۔ آپ نے فرمایا ہوا سچ ثابت ہوا۔ قانون کے مطابق جو مزارعہ بیس (20) سال مسلسل ایک زمین کا شتکار کرتا تھا۔ اس کا کچھ حصہ اسے مل جاتا تھا۔ چنانچہ آدھا مربع زمین علی محمد کے نام ہوگئی اور یوں اس کی دلی آرزو پوری ہوگئی۔

☆ موضع ورن ضلع شیخوپورہ کے چوہدری شیر محمد کے والد اولاد سے محروم تھے۔ بابا جی قادر بخش قلندرؒ کا دور تھا۔ وہ اپنی آرزو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بابابا قادر بخشؒ نے فرمایا کہ چوہدری تیرے ایک ہی بیٹا ہوگا اور اس کا نام شیر محمد رکھنا۔ درویش کا کہا ہوا سچ ثابت ہوا اور چوہدری شیر محمد کی پیدائش ہوئی۔ آج ماشاء اللہ ان کے خاندان میں پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کی چہل پہل ہے۔ پس قلندر کبھی اپنے مرید کو نامراد نہیں لوٹاتا بلکہ اس کی جھولی بھر کر ہی اسے بھیجتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

☆ راقم کی زوجہ کے دائیں انگوٹھے پر بچپن سے ہی ایک موہکہ تھا جو پورے انگوٹھے کو گھیرے ہوئے تھا۔ شادی سے قبل فضائیہ کے ایک سرجن نے اس کا آپریشن کیا تھا جبکہ شادی کے بعد میں نے اپنے سینئر سکن اسپیشلسٹ ڈاکٹروں سے مشورے کے بعد بہت سے لوشن اور کریمیں استعمال کیں لیکن وہ درست ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ بلکہ اس کے وائرس میرے بچوں کے جسم پر بھی موہکے بنانے لگے۔ میں بہت سی کوشش کے بعد بھی اس موہکے سے جان چھڑانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ بالآخر میں نے اپنے ایک دوست حاجی محمد یٰسین سے مشورہ کیا جو مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے کہ لوگ مختلف آستانوں پر نذرانہ کی منت مانتے ہیں اور موہکے ختم ہو جاتے ہیں۔ تو میرے محترم دوست نے کہا کہ کسی اور آستانے پہ کیوں جانے کا سوچ رہے ہو۔ تمہارے مرشد بابا جلال الدین قادریؒ ایک ولی کامل ہیں۔ ان کے درِ اقدس پہ حاضری کی نیت کرلو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور آپ کی کرامت دیکھئے کہ صرف چند ہفتوں میں وہ موہکے ایسے ختم ہو گئے جیسے کبھی زندگی میں بنے ہی نہیں تھے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے اللہ والوں کی!۔

☆☆☆

فرموداتِ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

بابا جی پیر خلیفہ جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ قادری سلسلہ کے فیوض و برکات تقسیم کرنے کا اہم فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ اسی نسبت تے حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی منفرد تصنیف "غنیۃ الطالبین" ترجمہ از مولانا عبد الاحد قادری مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ لاہور کے چند اقتباسات ان کے شکریہ کے ساتھ قارئین کی روحانی پیاس بجھانے کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

غوثِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ درمیانِ اولیا
چوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیانِ انبیاء

ذکرِ خداوندی

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ذکر کے سلسلہ میں فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب:41)

ترجمہ۔''اے ایمان والو! تم کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو۔

اور ارشاد ہوتا ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرۃ:152)

ترجمہ۔''تم میری یاد کرو، میں تم کو یاد رکھوں گا اور تم میرا شکر بجالاؤ، ناشکری نہ کرو''

اس آیت کی تشریح و تفسیر میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ میری اطاعت کے ساتھ میرا ذکر کرو (یعنی عبادت کی شکل میں) میں اپنی مدد سے تم کو یاد کروں گا۔ ایک آیت میں آیا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (العنکبوت:69)

ترجمہ''جو لوگ ہمارے راستے کی تلاش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہ دکھاتے ہیں''

سیدنا سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت کے معنی ہیں:

''میری طاعت کی صورت میں میری یاد کرو' میں معاف کرنے میں تم کو فراموش نہیں کروں گا''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَطِیْعُوااللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (آل عمران:132)

ترجمہ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو تاکہ تم رحمت کے حقدار بنو''

حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ اس فرمان الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ ''میری اطاعت کے ساتھ میرا ذکر کرو میں اپنے ثواب سے تمہیں فراموش نہیں کروں گا''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا (الکہف:30)

ترجمہ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم ان کا اجر ضائع نہیں کرتے' نیک کام کرنے والوں کے لئے عدن کی بہشت ہے''۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت کی تو حقیقت میں اس نے اللہ کی یاد کی' خواہ اس کی نمازیں' اس کے روزے اور قرآن کریم کی تلاوت کم ہو اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی وہ اللہ کو بھول گیا خواہ اس کی نماز روزے اور قرآن کی تلاوت زیادہ ہو۔ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: ''عبادت کے لئے توحید کافی ہے اور ثواب کے لئے جنت کافی ہے''۔

حضرت ابن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: ''میری یاد

کرو یعنی شکر کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا'' یعنی زیادہ اجر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ (ابراہیم:7)

ترجمہ ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ دوں گا''۔

بعض علماء نے کہا کہ (اس کے معنی ہیں) میری یاد کرو یعنی مجھے واحد جانو اور مجھ پر ایمان لاؤ میں تمہاری یاد کروں گا یعنی جنت میں اعلی مراتب عطا کروں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ (البقرۃ:25)

ترجمہ ''ان لوگوں کو بشارت ہے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں''۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی ہیں تم زمین کے اوپر ہونے کی حالت میں میرا ذکر کرو جب تم زمین کے اندر ہو گے اور اوپر والے تم کو بھول جائیں گے تو اس وقت میں تم کو یاد رکھوں گا۔ جیسا کہ حضرت اصمعیؒ نے کہا ہے کہ میں نے عرفہ کے دن ایک اعرابی کو میدان عرفات میں دیکھا کہ وہ کھڑا کہہ رہا تھا: الٰہی! طرح طرح کی زبانوں میں تیری طرف آوازیں بلند ہو رہی ہیں (لوگ اپنی اپنی زبان میں تجھے پکار رہے ہیں) لوگ تجھ سے حاجتیں مانگ رہے ہیں میری مراد صرف یہ ہے کہ تو مجھے مصیبت کے وقت میں یاد رکھنا جبکہ میرے گھر کے لوگ مجھے فراموش کر دیں گے۔

اس آیت کے معنی اور تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''تم مجھے دنیا میں یاد رکھو میں آخرت میں تمہیں یاد رکھوں گا''۔ ایک قول اس سلسلہ میں یہ بھی ہے کہ اس کے معنی ہیں: ''تم عبادت کے ساتھ مجھے یاد کرو، میں ہر دکھ سے بچانے میں تمہیں نہیں بھولوں

گا''۔

اس قول کی تائید اس ارشاد خداوندی سے ہوتی ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل:97)

ترجمہ''جس مرد یا عورت نے ایماندار ہو کر نیک اعمال کئے تو ہم ضرور (آخرت میں) پاکیزہ زندگی دیں گے''۔

یہ قول بھی (اس کی تفسیر وتشریح میں) آیا ہے کہ تم مجھے کھلے عام یا تنہائی میں یاد کرو' میں تمہیں جلوت اور خلوت میں یاد کروں گا' اس سلسلہ میں ایک روایت ہے کہ:

تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا

اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں (صحیفوں) میں فرمایا کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں۔ میرے بارے میں وہ جیسا چاہے گمان کرے' جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں اسے باطن سے یاد کرتا ہوں اور جو مجھے ظاہر میں یاد کرتا ہے میں اسے ظاہر میں یاد کرتا ہوں۔ جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں' جو میری طرف چل کر آتا ہے' میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں' جو میرے پاس اتنے گناہ لے کر آتا ہے کہ ساری زمین ان سے بھر جائے تو میں اتنی ہی مغفرت اس کو عطا فرماتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو (شرک کا گناہ اس سے سرزد نہ ہوا ہو)۔

بعض علماء نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے عیش وعشرت میں یاد کرو گے تو میں تم کو پریشانی اور مصیبت میں یاد کروں گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَوْلَآ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ. لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ. (الصافات:144-143)

ترجمہ ''اگر وہ (یونس) اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے''۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بندہ جب خوشی میں اللہ کو پکارتا ہے (اللہ کو عیش میں یاد رکھتا ہے) پھر اس پر مصیبت پڑتی ہے تو اس وقت فرشتے بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں پروردگار! تیرے بندے پر مصیبت آ پڑی ہے (اس کو دور فرما دے) اس طرح جب فرشتے اس کی سفارش کرتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی سفارش قبول فرمالیتا ہے اور بندہ اگر عیش وعشرت میں اللہ کو نہیں پکارتا (اس کی یاد نہیں کرتا) اور دکھ کے وقت پکارتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اب اللہ کو پکارتا ہے اور فرشتے اس کی شفاعت وسفارش نہیں کرتے' اس کی توضیح فرعون کے قصہ سے ہوتی ہے کہ جب ڈوبتے وقت فرعون ایمان لایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ (یونس:91) ''(اب توبہ کرتا ہے : حالانکہ پہلے نافرمانی کرتا رہا)۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ'' مجھے تم فرمانبرداری اور عاجزی کے ساتھ یاد کرو' تو بہترین طریقہ پر میں تمہارا ذکر کروں گا''۔ اس کی تائید اس ارشاد ربانی سے ہوتی ہے:

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (الطلاق:3)

جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ اسی سلسلے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ''تم شوق ومحبت سے میری یاد کرو' میں وصل وقربت کے ساتھ تمہارا ذکر کروں گا۔

جیسے تم خدا کو یاد کرو گے ویسے ہی وہ تمہیں یاد کرے گا

بعض نے کہا ہے کہ ''حمد وثناء کے ساتھ میرا ذکر کرو' میں عطا و جزا کے ساتھ تمہارا ذکر کروں گا'' ایک قول ہے کہ میرا ذکر توبہ کے ساتھ کرو میں تمہارا ذکر گناہوں کی بخشش کے ساتھ کروں گا۔ تم مجھ کو دعا میں یاد کرو' میں تم کو عطا میں یاد کروں گا۔ تم سوال کے ساتھ مجھے یاد کرو' میں بخشش اور عطا کے ساتھ تمہیں یاد کروں گا' تم بغیر غفلت کے مجھے یاد کرو گے' میں بغیر تأخیر کے تمہیں یاد کروں گا۔ تم گناہوں پر پچھتاوے کے ساتھ مجھے یاد کرو' میں لطف و کرم کے ساتھ تمہیں یاد کروں گا۔ تم عذر گناہ کے ساتھ میری یاد کرو' میں مغفرت سے تم کو فراموش نہیں کروں گا۔ تم خلوصِ ارادہ کے ساتھ میری یاد کرو میں تمہیں فائدہ پہنچانے سے یاد کروں گا۔ تم نگاہوں سے بچ کر میرا ذکر کرو' میں تمہارا ذکر مصیبتیں دور کر کے کروں گا۔ تم بغیر فراموشی کے میرا ذکر کرو' میں تمہارا ذکر امن دے کر کروں گا۔ تم محتاجی سے میری یاد کرو' میں اپنے اقتدار سے تمہاری یاد کروں گا' تم توبہ و استغفار کے ساتھ میری یاد کرو' میں اپنی رحمت اور مغفرت کے ساتھ تمہاری یاد کروں گا' تم ایمان کے ساتھ میری یاد کرو' میں جنت دے کر تم کو یاد کروں گا۔ تم اسلام کے ساتھ مجھے یاد کرو' میں عزت بخش کر تمہیں یاد کروں گا۔ تم دل سے میری یاد کرو' میں حجاب اٹھا کر تم کو یاد کروں گا۔ تم میرا ذکر عاجزی کے ساتھ کرو' میں تمہارا ذکر فضل فرمان کر کروں گا' تم اعتراف گناہ کے ساتھ میرا ذکر کرو' میں تمہارا ذکر تمہارے گناہوں کو مٹا کر کروں گا۔

تم میرا ذکر اپنے اندر کی پاکیزگی کے ساتھ کرو' میں تمہارا ذکر خالص نیکی کے ساتھ کروں گا۔ تم میرا ذکر صدق کے ساتھ کرو' میں تمہارا ذکر مہربانی و الفت کے ساتھ کروں گا۔ تم میرا ذکر تعظیم سے کرو' میں تمہارا ذکر عزت سے کروں گا۔ تم میرا ذکر

اللہ اکبر (میری عظمت و جلال) کے ساتھ کروں میں تمہارا ذکر دوزخ سے نجات کے ساتھ کروں گا۔تم میرا ذکر ظلم کو ترک کر کے کروٗ میں تمہارا ذکر راز کی وفا کی نگہداشت کے ساتھ کروں گا' تم میرا ذکر ترک خطا سے کروٗ میں تمہارا ذکر طرح طرح کے لطف و عطا سے کروں گا۔تم میرا ذکر عبادت میں مشقت اٹھا کروٗ میں تم پر نعمت تمام کر کے تمہارا ذکر کروں گا' تم میرا ذکر جیسا کہ میں ہوں اس طرح کروں گا۔بے شک وشبہ اللہ عالیٰ کا ذکر بہت بڑا ہے۔

حضرت ربیعؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کو یاد فرمایا ہے کہ بندہ شکر بجالاتا ہوں اللہ تعالیٰ اس پر مزید اِکرام فرماتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے اس پر عذاب کرتا ہے۔حضرت سدیؒ نے اس آیت کے سلسلہ میں کہا جو بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے اللہ اس کا ذکر فرماتا ہے جو مومن اللہ کا ذکر کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ اس کا ذکر کرتا ہے۔کافر اللہ کو یاد نہیں کرتا' اللہ اس کو عذاب کے ساتھ یاد کرتا ہے۔

حضرت سفیان عینیہؒ نے کہا کہ ہم تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کو وہ کچھ دے دیا ہے کہ اگر حضرت جبرئیلؑ اور حضرت میکائیلؑ کو دیتا تو گویا انہیں بہت کچھ دیا ہوتا۔میں نے ان سے کہا تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اور میں نے موسیٰ سے کہہ دیا تھا کہ ظالموں سے کہہ دو کہ میری یاد نہ کریں کیونکہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں اور میرا ظالموں کو یاد کرنا' اس طرح ہے کہ میں ان پر لعنت کرتا ہوں۔

حضرت ابوعثمان ہندیؒ نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ میرا رب مجھے کس وقت یاد کرتا ہے لوگوں نے کہا کہ یہ کس طرح؟ آپ نے کہا اللہ نے فرمایا ہے:

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (البقرۃ:152)

پس جس وقت میں اللہ کی یاد کرتا ہوں' اسی وقت وہ میری یاد کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗدؑ پر وحی نازل فرمائی کہ ''داوٗدؑ تم مجھ سے ہی خوشی حاصل کرو اور میری ہی یاد سے راحت پاؤ''۔

ذکرِ الٰہی سے شیطان بے ہوش ہو جاتا ہے

سیدنا سفیان ثوریؒ نے فرمایا ہر چیز کے لئے ایک عذاب (موجود) ہے عارف کا عذاب ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دور ہو جانا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب دل میں یادِ الٰہی متمکن ہو جاتی ہے اور شیطان اس کے قریب ہو جاتا ہے تو بے ہوش ہو جاتا ہے جس طرح انسان کے قریب جن آتا ہے تو انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اس وقت دوسرے شیطان پوچھتے ہیں' اس کو کیا ہو گیا؟ جواب ملتا ہے اس کو انسان کا سایہ ہو گیا ہے۔ یعنی انسان کے چھونے سے یہ بے ہوش ہو گیا ہے۔

سیدنا سہیل بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کوئی گناہ اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ ذکرِ خفی کو فرشتے اٹھا کر نہیں لے جاتے۔ اس لئے کہ ذکرِ خفی بندے اور اللہ کے درمیان مخفی رہتا ہے اس کی خبر فرشتوں کو نہیں ہوتی۔

حکایت

ایک شخص نے کہا کہ مجھ سے ایک ایسے ذاکر کی تعریف کی گئی جو ایک جنگل میں رہتا تھا۔ میں اس کے پاس گیا' ہم بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ ایک بڑا درندہ آیا اور ذاکر کے پنجہ مارا' اور اس کا گوشت نوچ کر لے گیا' ذاکر اس صدمہ سے بیہوش ہو گیا'

مجھ پر بھی (ہیبت سے) بے ہوشی طاری ہو گئی' جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ تھا؟ ذاکر نے جواب دیا اللہ نے مجھ پر اس درندہ کو مسلط فرما دیا ہے۔ جب اللہ کی یاد میں مجھ سے سستی ہوتی ہے تو یہ آ کر مجھے اسی طرح کاٹتا ہے جیسا تم نے ابھی دیکھا۔

فضائلِ دعا

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں قرآن حکیم میں فرماتا ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن:60)

ترجمہ ''اور تمہارے رب نے فرمایا مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا''

فرمان خداوندی ہے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْo وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْo (انشراح:8-7)

ترجمہ ''تو جب آپ نماز سے فارغ ہوں تو دعا میں محنت کریں اور اپنے رب کی طرف رغبت کرو''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرۃ:186)

ترجمہ ''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں قریب ہوں، میں دعا مانگنے والے کی، دعا قبول کرتا ہوں جب بھی مجھے پکارے''۔

اس آیت شان نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

حضرت کلبی، ابوصالح اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا مدینہ طیبہ کے یہودیوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا ہمارا

رب ہماری دعائیں کیسے سنتا ہے حالانکہ آپ کے خیال میں ہمارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا راستہ ہے اور ہر آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہی ہے' اس پر یہ آیت کریمیہ نازل ہوئی: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن:60)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارا رب کہاں ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

حضرت عطاءؒ اور حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن:60) نازل ہوئی تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم اپنے رب کو کیسے اور کب پکاریں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت سَأَلَكَ عِبَادِیْ نازل فرمائی۔

حضرت ضحاک ؒ فرماتے ہیں بعض صحابہ کرام نے پوچھا کیا' ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے مناجات کریں یا دور ہے کہ ہم اسے پکاریں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ بالا اتاری۔

اہل تحقیق فرماتے ہیں اس میں کچھ الفاظ پوشیدہ ہیں گویا یوں فرمایا ''فَقُلْ لَّهُمْ '' آپ ان سے فرمادیں یا ''فَاعْلَمْهُمْ '' آپ انہیں بتادیں کہ ''اِنِّیْ قَرِیْبٌ بِالْعِلْمِ '' میں علم کے ساتھ قریب ہوں۔ ارباب معرفت فرماتے ہیں بندے اور خدا کے درمیان واسطے کو اٹھا دینا قدرت کا اظہار ہے۔

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِی. یعنی عبادت کے ساتھ میرا حکم مانیں' کہتے ہیں ''اَجَابَ '' اور ''اِسْتَجَابَ '' دونوں کا ایک معنی ہے۔ ابو رجاء خراسانیؒ فرماتے ہیں: اس کا مطلب ہے کہ مجھے پکاریں ''اجابت '' لغت میں فرمانبرداری اور سوال کے مطابق عطا کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے ''اجابت السماء بالمطر'' ''واجابت الارض بالنبات'' یعنی آسمان سے بارش مانگی گئی تو اس نے

دے دی اور زمین سے سبزی مانگی گئی تو اس نے دے دی، اجابت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو عطا کرنا مراد ہے اور بندے کی طرف نسبت ہو تو فرمانبرداری کرنا مقصود ہوتا ہے۔

وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ. ترجمہ "اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

دعا قبول نہ ہونے کی وجہ

اب سوال کیا جائے کہ جب آیت: اجیب دعوہ الداع اور ادعونی استجب لکم میں دعا کی قبولیت اور اس کا وعدہ موجود ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں؟ ان کے جواب میں دونوں آیتوں کی تفسیر و توضیح مختلف معانی کے ساتھ کی گئی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ دعا سے مراد اطاعت اور اجابت سے مراد ثواب ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ میری اطاعت کرے گا تو میں اس کو ثواب دوں گا۔ بعض علماء اور مفسرین نے کہا ہے کہ دونوں آیتوں کے الفاظ اگرچہ عام ہیں لیکن ان کے معنی خاص ہیں اصل کلام یوں تھا: **اجیب دعوۃ الداع شیئت یا اذا افق القضاء یا اذالم یسال محالاً یا اذا کافت الاجابت خیراً اله.**

یعنی میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں اولاً اگر میری مشیت ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ جب وہ دعا تقدیر (بندہ) کے موافق ہو۔ تیسرے جب وہ ناممکن کا سوال نہ کرے، چوتھے جب دعا کا قبول کرنا اس کے حق میں بہتر ہو۔ یہ تمام شرائط محذوف ہیں اور ان کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو علی ابی متوکلؓ نے بروایت حضرت ابوسعیدؓ نقل کیا ہے اور رسول اللہ نے فرمایا کہ "جب مسلمان اللہ تعالیٰ سے

دعا کرتا ہے اور اس میں رشتہ داری سے قطع تعلق یا پھر کوئی گناہ کا سوال نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور تین چیزوں میں سے ایک چیز عطا فرما دیتا ہے یا تو اس کا مدعا فوراً دنیا میں پورا کر دیتا ہے' یا آخرت میں جمع کر دیتا ہے' یا کسی آنے والی برائی سے اس کو بچا لیتا ہے۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ایسی صورت میں تو ہم اور زیادہ دعا کیا کریں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! اس کی عطا بہت زیادہ ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ دعا کے کچھ آداب اور شرائط ہیں' انہی پر کامیابی اور اجابت کا مدار ہے۔ جو شخص دعا میں ان کو ملحوظ رکھتا ہے اور ان شرائط کی تکمیل کرتا ہے' وہ مقبول الدعا ہوتا ہے اور جو ان کو ترک کرتا ہے یا ان میں کچھ نقص پیدا کر دیتا ہے وہ دعا کے راستہ سے ہٹ جاتا ہے۔ منقول ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا وجہ کہ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں مگر وہ ان کو قبول نہیں فرماتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے ہو مگر آپ کے طریقے پر نہیں چلتے ہو' قرآن کو جانتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے' اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں کھاتے ہو مگر اس کا شکر ادا نہیں کرتے' جنت سے واقف ہو مگر اس کو طلب نہیں کرتے' دوزخ کا اقرار کرتے ہو مگر اس سے خوف نہیں کھاتے۔ شیطان کو پہچانتے ہو مگر اس سے مقابلہ نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس اس کی موافقت کرتے ہو' موت سے آگاہ ہو مگر اس کی تیاری نہیں کرتے' مردوں کو دفن کرتے ہو مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے' تم نے اپنے عیبوں کو چھوڑ دیا ہے اور لوگوں کے عیبوں (کے بیان کرنے) میں لگے ہو۔ (پھر تمہاری دعائیں کس طرح قبول ہوں؟)۔

☆☆☆

اخلاص کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُو اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البینۃ:5)

ترجمہ"اوران کونہیں حکم دیا گیا مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، خالص اسی پر عقیدہ رکھتے ہوئے"۔

اور فرمان خداوندی ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (الزمر:3)

ترجمہ"ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج:37)

ترجمہ"اللہ تعالیٰ تک ان (قربانیوں کے جانوروں) کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے"۔

اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ج وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ (البقرۃ:139)

ترجمہ"اور ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال اور

ہم خالص اس کی عبادت کرتے ہیں"۔

اخلاص کیا ہے؟

اخلاص کے معنی میں (اہل علم) لوگوں کا اختلاف ہے۔ سیدنا حسنؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ اخلاص کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخلاص کے بارے میں پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ اخلاص کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا اخلاص کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وہ میرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہوں اس کے دل میں رکھتا ہوں۔

حضرت ابوادریس خولانیؒ سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا ہر حق کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور بندہ اس وقت تک اخلاص کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اسے رضائے الٰہی کے لئے کئے ہوئے کام پر تعریف ناپسند نہ ہو۔

سیدنا سعید جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے دین اور عمل کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کردے، وہ اپنے دین میں کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہرائے اور نہ کسی کو دکھانے کے لئے عمل کرے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل چھوڑ دینا ریا کاری ہے اور لوگوں کے لئے عمل کرنا شرک ہے۔ اخلاص ان دونوں کے خوف کا نام ہے۔

سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ عمل کو عیب سے اس طرح ممتاز کردیا جائے جس طرح دودھ گوبر اور خون سے ممتاز اور الگ ہوتا ہے۔

حضرت ابوالحسنین بوشنجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اخلاص وہ چیز ہے جس کو فرشتے نہ لکھیں، شیطان اسے نہ توڑ سکے اور انسان اس پر مطلع نہ ہو سکے۔

حضرت رویمؒ فرماتے ہیں اخلاص عمل سے ریاکاری کو اٹھا دینے کا نام ہے۔ کہا گیا ہے کہ اخلاص وہ چیز ہے جس سے حق وصداقت کا اظہار ہو۔

کہا گیا ہے کہ اخلاص وہ چیز ہے جس پر کوئی آفت نازل نہیں ہوتی اور اس میں تاویل کی گنجائش ہوتی ہے ایک قول یہ ہے کہ اخلاص وہ ہے جو مخلوق سے پوشیدہ اور آلائشوں سے پاک ہو۔

حضرت حذیفہ مرعشیؒ فرماتے ہیں۔ اخلاص یہ ہے کہ انسان کے ظاہری وباطنی اعمال ایک جیسے ہوں۔

حضرت ابویعقوب مکفوفؒ فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ گناہوں کی طرح اس کی نیکیاں بھی پوشیدہ ہوں۔

حضرت سہیل بن عبداللہؒ کے نزدیک افلاس یعنی غریبی کا نام اخلاص ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین باتوں میں مومن کا دل خیانت نہیں کرتا، خالص اللہ تعالیٰ کیلئے عمل کرنا، حکمرانوں کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت سے وابستگی اختیار کرنا۔

کسی نے کہا اخلاص یہ ہے کہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ کیا جائے یعنی عبادت کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کا قرب مقصود ہو، مخلوق کو خوش کرنا مقصد نہ ہو نہ مخلوق کے لئے عمل کرے اور نہ اس سے تعریف چاہے اور نہ اس عمل کے سبب ان کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ عبادت کو اپنی ذات سے ملامت و مذمت دور کرنے کا باعث بھی نہ بناوے۔

ایک قول یہ ہے کہ عمل کو لوگوں کے دکھانے سے پاک رکھنا اخلاص ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں۔ اخلاص اس وقت تک پورانہیں ہوتا جب تک عمل میں صداقت اوراس پر صبر نہ ہواور صداقت کے لئے ہمیشہ اخلاص کی ضرورت ہے۔

حضرت ابو یعقوب سوسی ؒ فرماتے ہیں جب لوگ اپنے اخلاص کی گواہی دیں تو ان کا اخلاص بھی اخلاص کامحتاج ہوگا۔

تین باتیں اخلاص کی نشانی ہیں

حضرت ذوالنون مصری ؒ فرماتے ہیں تین باتی اخلاص کی نشانی ہیں: (۱) عام لوگوں کی طرف سے تعریف و مذمت کی برابری (۲) اعمال میں ریا کاری کو بھول جانا (۳) اورعمل کا ثواب آخرت میں چاہنا اور آپ فرماتے ہیں اخلاص وہ چیز ہے جو دشمن کے خراب کرنے سے محفوظ ہو۔

عام وخاص کا اخلاص

حضرت ابوعثمان مغربیؒ فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ اس میں نفس کا کسی حال میں کوئی حصہ نہ ہو‘ یہ عوام کا اخلاص ہے۔ خاص لوگوں کا اخلاص ان کے خلاف جاری ہوتا ہے ان کے حق میں جاری نہیں ہوتا چنانچہ ان سے عبادات کا ظہور قصدوارادہ کے بغیر ہوتا ہےاورکوئی ایسی علامت ظاہر نہیں ہوتی جس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس سے ارادہ کیا ہے۔ یہ خاص لوگوں کا اخلاص ہے۔

حقیقی اخلاص

حضرت ابوبکر دقاق ؒ فرماتے ہیں کہ ہر مخلص کو اپنے اخلاص کے دیکھنے

سے نقصان پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کے اخلاص کو پسند فرمالیتا ہے تو پھر اس کے اخلاص کو اس کی نظر سے گرا دیتا ہے۔ یعنی مخلص پر نظر نہیں رکھتا۔ اس طرح وہ مخلص اپنے اخلاص کو اخلاص ہی نہیں سمجھتا۔ اس طرح وہ خدا کی نظر میں پسندیدہ ہو جاتا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ ؒ کا ارشاد ہے کہ صرف مخلص ہی ریا کو پہنچان سکتا ہے۔ حضرت ابوسعید حراز ؒ کا قول ہے کہ اہل مغرفت کا ریا اہل ارادہ کے اخلاص سے بہتر ہے۔ یعنی وہ اخلاص جو رادہ سے ہو ان اہل معرفت کے ریا سے بھی کم تر درجہ کی چیز ہے۔

حضرت ابوعثمان ؒ کہتے ہیں کہ خالق کی طرف ہمیشہ نگاہ رکھنے والا مخلوق کی طرف دیکھنا بھول جاتا ہے۔ یہی اخلاص ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اخلاص وہ ہے جس میں صرف حق مطلوب اور صدق مقصود ہوتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے اعمال پر نظر رکھنے سے گریز اور اعراض اخلاص ہے۔ حضرت سری سقطی ؒ نے کہا کہ جو شخص لوگوں کے دکھانے کے لئے ان چیزوں سے آراستہ ہو جو اس کے اندر موجود نہیں ہیں وہ اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے۔

عمل میں اخلاص

حضرت جنید بغدادی ؒ کا ارشاد ہے کہ اخلاص خدا اور بندے کے مابین ایک ایسا راز ہے جس سے نہ کوئی فرشتہ واقف ہے کہ اس کو لکھ سکے اور نہ شیطان اس سے آگاہ ہے کہ اس کو (اخلاص سے) روک سکے۔

حضرت رویم ؒ فرماتے ہیں کہ عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دونوں جہان میں اپنے عمل پر اجر کی امید نہ رکھے نہ دیکھنے والے دونوں فرشتوں سے (اجر کے) کچھ حصے کا طلبگار رہو۔ (کہ وہ اس کے اس عمل کو لکھیں گے تو اس کو کچھ

نہ کچھ اجر ملے گا)۔

حضرت سہل ابن عبداللہؒ سے پوچھا گیا کہ نفس کے لئے سب سے زیادہ دشوار کیا چیز ہے۔ انہوں نے فرمایا ''اخلاص'' اس لئے کہ نفس کے لئے اس میں کچھ حصہ نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اخلاص ایسی چیز ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا اس سے کوئی اور باخبر نہیں ہوتا۔

حکایت:

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن عصر سے پہلے حضرت سہل بن عبداللہؒ کے پاس پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے حجرے میں ایک سانپ ہے۔ میں ایک قدم آگے بڑھاتا اور پھر ایک قدم پیچھے ہٹ جاتا۔ سانپ کا ڈر مجھ پر غالب آ گیا تھا۔ حضرت سہلؒ نے اندر سے آواز دی' کیوں ڈرتے ہو اندر آ جاؤ' جس کا ایمان خدا پر ہو' اس سے ہر چیز ڈرتی ہے۔ پھر فرمایا کہ تم جمعہ پڑھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہمارے اور جامع مسجد کے مابین ایک دن رات کی مسافت ہے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور روانہ ہو گئے۔ ہم لوگ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ جامع مسجد سامنے نظر آنے لگی ہم نے وہاں جمعہ کی نماز ادا کی پھر باہر نکل آئے۔ حضرت سہلؒ رک گئے اور مسجد سے نکلنے والوں کو دیکھنے لگے پھر فرمایا کہ کلمہ توحید پڑھنے والے تو بہت ہیں لیکن ان میں مخلص (صاحبان اخلاص) بہت کم ہیں۔

حکایت:

حضرت سیدنا غوث جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیم خواصؒ کے ساتھ سفر میں تھا کہ ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں سانپ بہت

زیادہ تھے۔ انہوں نے اپنا لوٹا رکھا اور بیٹھ گئے' میں بھی بیٹھ گیا۔ جب رات کو سرد ہوا چلنے لگی تو سانپ باہر نکل آئے۔ میں نے شیخ کو آواز دی۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو وہ سانپ واپس چلے گئے پھر لوٹ آئے۔ میں نے پھر آواز دی۔ انہوں نے دوبارہ وہی بات فرمائی' میں مسلسل صبح تک اسی حالت میں رہا۔ صبح ہوئی تو وہ کھڑے ہوئے اور چل پڑے۔ میں بھی ساتھ چل پڑا۔ ان کے بستر سے ایک بہت بڑا سانپ گرا جس کے گلے میں طوق پڑا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا حضور! آپ نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ فرمایا ''نہیں'' میں نے ایک زمانے سے اتنی اچھی رات نہیں گزاری۔ حضرت ابوعثمانؒ فرماتے ہیں جس شخص نے غفلت کی وحشت کو نہیں چکھا' وہ انسان ذکر کا ذائقہ نہیں چکھ سکتا۔

☆☆☆☆

ریا کاری اور اسکے مفاسد

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار ریا کار لوگوں کو ڈرایا۔انہیں نفس کی شامت اور غارت گری سے خبردار کیا اور اس کی اتباع سے روک کر مخالفت کا حکم دیا۔نبی کریم (ﷺ) کے ارشادات میں اس سے روکا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ o الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ o الَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ o وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ o (الماعون:7-4)

ترجمہ''تو ان نمازیوں کے لیے خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے''۔

اور فرمان خداوندی ہے:

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ط وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ (آل عمران:167)

ترجمہ''اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں''۔

ایک اور مقام پر یوں فرمان ربانی ہے:

وَإِذَا قَامُوٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوا كُسَالٰى لا يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا o مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ (النساء:143-142)

ترجمہ ''اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں سست کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتے ہیں' درمیان میں ڈانواں ڈول ہیں نہ ادھر کے نہ ادھر کے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبۃ:34)

ترجمہ ''بے شک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں''۔

"احبار" سے علماء اور "رھبان" سے مراد عبادت گزار لوگ ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ o كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ o (الصّف:3-2)

ترجمہ ''اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اللہ کے نزدیک کتنی بیزاری کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو نہیں کرتے''۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (الملک:13)

ترجمہ ''اپنی بات چھپاؤ ظاہر کرو' بے شک وہ دل کی باتوں کو جاننے والا ہے''۔

خداوند کریم کا فرمان ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ

بِعِبَادَةِ رَبِّہٖٓ اَحَدًاO(الکہف:110)

ترجمہ''پس وہ جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے اچھے کام کرنے چاہئیں اور وہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (یوسف:53)

ترجمہ''بے شک نفس برائی کا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے''۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ (النساء:128)

ترجمہ''اور دل لالچ کے پھندے میں ہیں''۔

سیدنا داوٗد علیہ السلام سے فرمایا اے داوٗد! خواہشات کے قریب نہ جائیں کیونکہ میری ملک میں خواہش کے سوا کوئی جھگڑا کرنے والا نہیں۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (ص:26)

ترجمہ''خواہش کے پیچھے نہ چلو وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہٹا دے گی''۔

اعمال میں ریاکاری

حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو مجھے آپ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دکھائی دیے میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ کے بعد وہ شرک میں مبتلا ہوں گے؟ آپ نے فرمایا وہ سورج' چاند' بتوں اور پتھروں کی پوجا نہیں کریں گے لیکن وہ اپنے اعمال میں ریاکاری سے کام لیں گے اور یہ شرک ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت

کریمہ تلاوت فرمائی:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۝ (الکہف:110)

ترجمہ ''پس وہ جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے اچھے کام کرنے چاہئیں اور وہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے''۔

عمل وہی قبول ہے جو اللہ کے لئے ہو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کچھ مہر شدہ کتب لائی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے پھینک دو اور اسے قبول کرو، وہ کہیں گے تیری عزت وجلال کی قسم! ہمیں تو یہ بھلائی ہی معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں ٹھیک ہے لیکن یہ عمل میرے غیر کے لئے کیا گیا اور میں وہی عمل قبول کرتا ہوں جس کے ذریعے میری رضا تلاش کی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگتے کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ لِسَانِىْ مِنَ الْكِذْبِ وَقَلْبِىْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِىْ مِنَ الرِّيَآءِ وَبَصَرِىْ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَاتُخْفِى الصُّدُوْرِ–

ترجمہ ''اے اللہ! میری زبان کو جھوٹ سے، دل کو منافقت سے، عمل کو ریا کاری سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک رکھ، بے شک تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے رازوں کو جانتا ہے''۔

کن علماء کی صحبت میں بیٹھنا چاہئے؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے عالم کی صحبت میں بیٹھو جو پانچ چیزوں کو چھڑا کر پانچ چیزوں کی ترغیب دیتا ہو' دنیا کی رغبت سے نکال کر زہد کی ترغیب دیتا ہوں۔ ریا سے نکال کر اخلاص کی تعلیم دیتا ہو' غرور سے چھڑا کر تواضع کی ترغیب دیتا ہو' کاہلی اور سستی سے بچا کر پند و نصیحت کرنے کی ترغیب دیتا ہو' جہالت سے نکال کر علم کی ترغیب دیتا ہو۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''میں ہر شریک سے بہتر ہوں' جو شخص کسی کو میرے ساتھ اپنے عمل میں شریک کرے گا اس کا عمل اسی شریک کیلئے ہوگا' میرے لئے نہیں ہوگا۔ میں تو صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہوں جو محض میرے لئے کیا گیا ہو اے انسان! میں سب سے اچھا حصہ دار ہوں' دیکھ جو عمل تو نے میرے لئے نہیں بلکہ دوسروں کیلئے کیا تو اس کا اجر بھی اسی کے ذمہ ہے جس کے لئے تو نے وہ عمل کیا''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت کو بشارت دے دو کہ دین میں اس کو بزرگی حاصل ہے اور شہروں میں قبضہ اور گرفت' جب تک وہ دین کا کام دنیا کے حصول کے لئے نہ کریں (یعنی مسلمانوں کو تمام دنیا میں اس وقت بزرگی اور دنیا کے شہرں پر ان کی حکومت رہے گی جب تک وہ دین کے کام دنیا کے حصول کے لئے نہیں کریں گے' ان کے اعمال خالص رہیں گے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخرت کی نیت پر (عمل کرنے والے کو) اللہ تعالیٰ دنیا بھی دیتا ہے لیکن دنیا کی نیت پر (عمل کرنے والے کو) آخرت نہیں ملے گی۔

بے عمل واعظین کا برا انجام

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا شب معراج میں میرا گزر ایسے لوگوں کی طرف ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے میں نے حضرت جبرئیل ؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا یہ آپ کی امت کے واعظ ہیں کہ دوسروں سے تو کہتے تھے اور خود اس کام کو نہیں کرتے تھے۔ جس چیز کو وہ اچھا جانتے تھے اس کا دوسروں کو حکم دیتے تھے اور خود وہ کام کرتے تھے جن کو برا کہتے تھے۔ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔

امت محمدیہ کیلئے سب سے بڑا خطرہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف زبان دراز منافق کا ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک تم پر جھوٹے حاکم، بدکردار وزیر، خائن امیر، ظالم دینی راہنما، فاسق قاری اور جاہل عبادت گزار مسلط نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر فتنوں کے سخت سیاہ دروازے کھول دے گا جن میں وہ ظالم یہودیوں کی طرح حیران و ششدر پھریں گے۔ اس وقت اسلام بہت کمزور ہو جائے گا یہاں تک کہ اللہ اللہ بھی نہیں کہا جائے گا۔

یوم قیامت دردناک عذاب

حضرت عدی بن خاتم ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

قیامت کے دن کچھ لوگوں کو سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تم تنہائی میں میرے سامنے بڑے بڑے گناہ نہیں کرتے تھے لیکن جب تم لوگوں سے ملتے تھے تو بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ ملتے تھے۔ تم لوگوں سے ڈرتے تھے لیکن سے مجھ سے نہیں ڈرتے تھے تم نے لوگوں کو بڑا جانا لیکن مجھے بڑا نہیں سمجھا۔ اپنی عزت کی قسم! آج میں تم کو دردناک عذاب دوں گا۔

بے عملی کا انجام

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اس کی آنتیں باہر نکل پڑیں گی وہ اپنی آنتوں کو کھینچتا ہوا چکی کی طرح گھومتا پھرے گا اس سے پوچھا جائے گا کیا تو نیکی کا حکم لوگوں کو نہیں دیتا تھا' کیا ان کو بری باتوں سے منع نہیں کرتا تھا؟ وہ جواب دے گا میں اچھے کام کرنے کا دوسروں کو حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا' اسی طرح دوسروں کو بری باتوں سے روکتا تھا مگر خود میں ایسی باتیں کرتا تھا۔

دکھاوے کا روزہ اور دیگر عمل

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ داروں کو بھوک پیاس کے سوا روزہ سے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا' اسی طرح بہت سے شب بیدار نمازیوں کو ان کی شب بیداری کا سوائے نماز کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا (شب بیداری سے کچھ حاصل نہیں ہوتا) حضور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ (ان لوگوں کی اس ظاہر پستی سے) عرش لرزا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ بندہ برا ہے جس کے اور ثواب الٰہی کے درمیان کوئی دوسرا بندہ حائل ہو

جائے۔ ایسا بندہ عبادت اس لئے کرتا ہے کہ جو دوسرے شخص کے پاس ہے وہ اس کو مل جائے وہ اس بندے کی خوشنودی کے حصول کے لئے اپنے جسم کو تھکاتا ہے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دین سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کو عزت سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے ایسا شخص اس بندے کو (جس کے لئے نماز پڑھی) اپنی خدمت کا اتنا حصہ دیتا ہے کہ اتنا وہ اپنی اطاعت کا حصہ اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں دیتا۔

اللہ کی رضا کے لئے صدقہ دو

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں رضائے الٰہی کے حصول ے لئے صدقہ دیتا ہوں لیکن یہ بھی چاہتا ہوں کہ میری تعریف کی جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے ؒ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (الکھف:110)

ترجمہ ''پس وہ جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے اچھے کام کرنے چاہئیں اور وہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے''۔

دین کے نام پر دنیا کمانے والوں کا برا انجام

نبی کریم ﷺ نے فرمایا آخری زمانے میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے لئے دنیا حاصل کریں گے لوگوں کو دکھانے کے لئے بھیڑ کی کھال پہنیں گے۔ ان کی زبانیں شکر سے بھی زیادہ میٹھی ہوں گی لیکن ان کے دل بھیڑیئے کے دل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے نام پر دھوکہ کرتے ہو یا مجھ پر جرأت کرتے ہو، مجھے

اپنی قسم میں ان لوگوں پر ایسا فتنہ بھیجوں گا جو بردبار اور حوصلہ مند انسان کو بھی حیران کر دے گا۔

اللہ کیلئے خالص عمل

حضرت حمزہؓ، حضرت ابوحبیبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فرشتے ایک انسان کے عمل کو خدا کی بارگاہ میں اٹھاتے ہیں وہ اسے بہت زیادہ سمجھتے اور پاکیزہ خیال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ اسے خدا کی سلطنت میں وہاں پہنچاتے ہیں جہاں وہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی بھیجتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے عمل کی حفاظت کی اور میں اس کے دل کا نگہبان ہوں میرے اس بندے کے عمل میں اخلاص نہیں ہے اسے سجین میں لکھ دو اور ایک دوسرے شخص کا عمل اٹھاتے ہیں وہ اسے نہایت تھوڑا اور کمزور خیال کرتے ہیں اور جب وہاں پہنچا دیتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی فرماتا ہے۔ تم میرے بندے کے اعمال کے محافظ ہو اور میں اس چیز کا نگہبان ہوں جو اس کے دل میں ہے اس بندے نے خالص میرے لئے عمل کیا ہے اسے علیین میں لکھ دو۔

ریاکار قاری، ریاکار سخی اور ریاکار مجاہد کا برا انجام

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا فیصلہ فرمائے گا۔ ہر امت اس کے حصول میں زانوؤں کے بل موجود ہوگی اس وقت اللہ تعالیٰ قاریٔ قرآن مجید، شہید اور دولت مند کو طلب فرمائے گا اور اولاً قاری سے استفسار ہوگا کہ تو جتنا جانتا تھا اس پر تو نے کتنا عمل کیا۔ قاری کہے گا میں شب و روز کے اوقات میں کھڑے ہو کر نماز میں قرآن پاک پڑھتا

تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جواب دے گا تو نے جھوٹ کہا۔ (فرشتے بھی یہی کہیں گے کہ یہ دورغ گو ہے) تیرا مقصد تو صرف یہ تھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں چنانچہ تجھے قاری کہہ دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ دولت مند کو طلب فرما کر دریافت کرے گا کہ میں نے تجھے جو کچھ دیا تھا تو نے اس کو کہاں خرچ کیا؟ وہ عرض کرے گا میں اس کو صلہ رحمی میں (رشتے داروں کی مدد میں) خرچ کرتا رہا اور خیرات کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے (فرشتے بھی یہی کہیں گے) تو نے غلط کہا۔ اس عمل سے تیرا مقصد صرف یہ تھا کہ تجھے سخی سمجھا جائے۔ سو تجھے سخی کہہ دیا گیا۔ پھر جہاد میں شہید ہونے والے سے پوچھا جائے گا کہ تو کس لئے مارا گیا۔ وہ جواب دے گا' میں تیرے لئے تیری راہ میں لڑتا تھا اور آخر کار مارا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا (فرشتے بھی یہی کہیں گے) تیرا مقصد یہ نہیں تھا بلکہ تیری مقصد یہ تھا کہ یہ تجھے بہادر کیا جائے چنانچہ تجھے بہادر کہہ دیا گیا۔ یہ ارشاد فرما کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے دونوں دست ہائے مبارک اپنے پاک زانوؤں پر اظہار افسوس کے لئے مارے اور فرمایا ابو ہریرہ! مخلوق میں سب سے پہلے قیامت کے دن انہی تینوں (قسم کے) لوگوں پر دوزخ کی آگ شعلہ زن ہوگی۔

اس حدیث شریف کی خبر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ بہت روئے اور کہنے لگے کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہو آلہ وسلم نے سچ فرمایا۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيۡهِمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فِيۡهَا وَهُمۡ فِيۡهَا لَا يُبۡخَسُوۡنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ لَيۡسَ لَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوۡا فِيۡهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ (ہود: 16-15)

ترجمہ ''جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا طالب ہے ہم اس کو دنیا ہی میں اجر دے دیتے ہیں' دنیا میں ان کا حصہ کم نہیں کیا جاتا لیکن ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں سوائے دوزخ کے اور کچھ نہیں ہے دنیا میں جو کچھ کیا ہوگا وہ اکارت جائے گا اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ بے کار گیا۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ (النمل:5)

ان لوگوں کے لئے بڑا (دردناک) عذاب ہوگا اور آخرت میں یہ لوگ خسارے میں رہیں گے۔

اللہ سے ڈرو

حضرت عدی بن حاتم ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کچھ جہنمیوں کو جنت کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب پہنچیں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے' اس کے محلات اور جنتیوں کے لئے تیار کی گئی نعمتیں دیکھیں گے تو آواز دی جائے گی' انہیں واپس لے آؤ۔ ان کے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں چنانچہ وہ ندامت اور حسرت کے ساتھ یوں واپس ہوں گے کہ ان کی مثل پہلوں اور پچھلوں میں سے کوئی نہیں لوٹا ہوگا۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! کیا ہی اچھا ہوتا اگر تو ہمیں وہ ثواب دکھانے سے پہلے جہنم میں داخل کر دیتا جو تو نے اپنے دوستوں کے لئے تیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہی تو میرا مقصد تھا (یعنی تمہیں حسرت میں مبتلا کرنا) تم جب علیحدہ ہوتے تو گناہ میرے سامنے ظاہر کرتے اور جب لوگوں کی سامنے اجاتے تو تواضع اور عاجزی کا اظہار کرتے اور گوگوں کو اپنے اعمال دکھاتے تھے حالانکہ تمہارے دلوں میں اس کے خلاف ہوتا تھا۔

تم لوگوں سے ڈرتے تھے لیکن مجھ سے نہیں ڈرتے تھے' لوگوں کو بڑا سمجھتے تھے اور مجھے بڑا نہیں سمجھتے تھے۔ لوگوں کے لئے برے کاموں کو چھوڑ دیتے لیکن میرے ڈر سے نہیں چھوڑتے تھے۔ آج میں تمہیں دردناک عذاب چکھاؤں گا اور اس کے ساتھ ساتھ تم میرے بہت بڑے ثواب سے بھی محروم ہو گے۔

بخیل اور ریا کار پر جنت حرام ہے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب جنت عدن کو پیدا فرمایا تو اس میں وہ چیزیں پیدا فرمائیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا' نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔ پھر فرمایا: مجھ سے کلام کر۔ اس نے تین بار کہا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْن (المؤمنون: 1) مومنوں نے کامیابی حاصل کی۔

پھر کہا: میں کنجوس اور دکھاوا کرنے والے پر حرام ہوں۔

ریا کار اللہ کو فریب دینا چاہتا ہے

ایک شخص نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے پوچھا: کل قیامت کے دن میری نجات کیسے ہو گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کر' اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دھوکہ کیسے دے سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: اس طرح کہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کرے۔ لیکن غیر خدا کی رضا مطلوب ہو۔ ریا کاری سے بچو' وہ شرک ہے ریا کار کو قیامت کے دن لوگوں کے سامنے چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ اے کافر' اے فاجر' اے دھوکا باز' اے نقصان اٹھانے والے! تیرا عمل بیکار ہو گیا اور تیرا اجر ضائع ہو گیا آج تیرے لئے کوئی حصہ نہیں۔ اے دھوکہ باز! جس کے

لئے عمل کرتا تھا اسی سے اجر مانگ، ہم ریاکاری تشہیر، اور منافقت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں یہ جہنمیوں کا کام ہے۔

منافق کا برا انجام

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا (النساء:145)

ترجمہ ''بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے''۔

یعنی منافق فرعون، ہامان اور ان کی قوم کے ساتھ ہاویہ میں ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ بعض روایات کے مطابق اگر نیک عمل کو مخلوق دیکھ لے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں چھپ کر عمل کرتا ہوں لیکن لوگ اس پر مطلع ہوجاتے ہیں اور یہ بات مجھے اچھی لگتی ہے کیا مجھے اس عمل کا ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا: تیرے لئے دو ثواب ہیں۔ پوشیدہ رکھنے کا ثواب اور ظاہر کرنے کا اجر، اسکے جواب میں کہا گیا ہے کہ اس شخص کو یہ بات اس لئے پسند تھی کہ لوگ اس کے عمل کی پیروی کریں اور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو اس کی نیت کا علم تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا تیرے لئے دو اجر ہیں۔ عمل کا اجر اور اس بات کا اجر کہ لوگ تیری پیروی کریں۔ جس طرح کہ آپ نے فرمایا جس نے اچھا کام جاری کیا اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو لوگ اس پر عمل کریں گے اس کا ثواب بھی اس کو ملے گا۔ البتہ اگر اقتداء کی نیت سے خوشی نہیں ہوئی تو اسے کچھ ثواب نہیں ملے گا کیونکہ خود پسندی انسان کو اللہ تعالیٰ کی نظر سے گرادیتی ہے۔

دل مردہ ہونگے

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں جب تم بوڑھے ہو گے تو ایسے لوگوں سے ملاقات کرو گے جن کے بال سفید ہوں گے۔ سخت مزاج اور تیز زبان ہوں گے۔ ان کی آنکھوں میں بے باکی ہو گی لیکن دل مر چکے ہوں گے ان کے جسم نظر آئیں گے لیکن دل نہیں ہوں گے' آواز سنے گی لیکن اس میں انسیت نہ ہو گی' ان کی زبانیں بہت تیز ہوں گی لیکن دل خشک ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے بیان کیا ''صالح لوگ دوڑ دوڑ کر فاجر لوگوں کی ملاقات کے لئے نہیں جائیں گے اور نیک لوگ برے لوگوں سے محفوظ رہیں گے' اس وقت تک یہ امت اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے گی جب ان کا کردار بگڑ جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان سے امن اٹھا لے گا اور ان پر فقر و فاقہ مسلط کر دے گا' ان کے دلوں میں رعب ڈال دے گا اور ان پر ظالم حاکم مسلط کر دے گا' وہ ان کو بڑی بڑی تکلیفوں میں مبتلا کریں گے۔

حضرت حسن برئؒ مزید فرماتے ہیں ''وہ انسان کتنا برا ہے جو بخشش طلب کرتا ہے اور ساتھ ساتھ گناہ بھی کرتا ہے' اپنے آپ کو امین ظاہر کرنے کے لئے خشوع وخضوع کا اظہار کرتا ہے حالانکہ یہ سب دھوکا دہی کے لئے کر رہا ہے۔ دوسروں کو روکتا ہے لیکن خود نہیں رکتا' حکم دیتا ہے کہ خود عمل نہیں کرتا اگر کچھ دیتا ہے تو پورا نہیں دیتا اگر نہیں دیتا تو معذرت نہیں کرتا۔ تندرست ہو تو نڈر رہتا ہے' بیمار ہو تو پشیمان ہوتا ہے' محتاج ہو تو غمگین ہو جاتا ہے تو نگر ہو تو فتنہ سازی میں مصروف ہوتا ہے' نجات کی امید رکھتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا' عذاب سے ڈرتا ہے لیکن پرہیز نہیں کرتا' مزید چاہتا ہے لیکن شکر نہیں کرتا' ثواب طلب کرتا ہے لیکن (مصائب پر) صبر نہیں کرتا' سونے میں جلدی کرتا ہے اور روزے میں تاخیر کرتا ہے۔

تقویٰ

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:13)

"اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے"۔

علمائے دین نے تقویٰ کے معنی اور متقی کی حقیقت کے بارے میں اختلاف کیا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مکمل تقویٰ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآئِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَیَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ وَالۡبَغۡیِ ۚ یَعِظُکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ

(النحل:90)

ترجمہ ”بے شک اللہ تعالیٰ تم کو عدل، احسان اور قرابت والوں کو مال دینے کا حکم دیتا ہے اور تمہیں بدکاری، بے حیائی اور نافرمانی سے منع کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو“۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے متقی ہر وہ شخص ہے جو کسی دوسرے شخص کو دیکھے تو یہ کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے۔ حضرت عمر ابن خطابؓ نے حضرت کعب احبارؓ سے فرمایا: مجھے تقویٰ کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ تو انہوں نے فرمایا: آپ کبھی خاردار راہ سے گزرے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں! حضرت کعبؓ نے فرمایا: اس وقت آپ اس راہ سے کیسے گزرے؟ آپ نے فرمایا دامن سمیٹتے ہوئے گزرا ہوں۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا: یہی حال تقویٰ کا ہے۔ ایک شاعر نے اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے:

خَلِ الذُّنُوبَ صَغِيرَهَا وَكَبِيرَهَا فَهُوَ التُّقیٰ
وَاصُنَعُ كَمَاشٍ فَوُقَ اَرُضٍ الشَّوُكِ يَحُذَرُ مَايُرىٰ
لَا تَحُقِرَنَّ صَغِيُرَةً اِنَّ الُجِبَالَ مِنَ الُحِصىٰ

ترجمہ ''چھوڑ دے گناہوں کو وہ چھوٹے ہوں یا بڑے اسی کا نام تقویٰ ہے۔ چلنے والا جس طرح احتیاط رکھتا ہے زمین کے کانٹوں سے جو اس کو نظر آتے ہیں۔ کسی چھوٹے گناہ کو حقیر نہ سمجھ' بے شک پہاڑ چھوٹے سنگریزوں سے بنا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ دن کو روزہ رکھنا' رات کو نمازیں پڑھنا اور ان کے درمیان گڑبڑ کرنا (غیر پسندیدہ کام کرنا) تقویٰ نہیں ہے۔ تقویٰ تو یہ ہے کہ جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس سے بچے اور جو فرض کیا ہے اس پر عمل کرے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ تجھے رزق عطا فرمائے وہ خیر ہی خیر ہے۔

کہا جاتا ہے کہ طلق بن حبیبؒ سے دریافت کیا گیا کہ تقویٰ کیا ہے؟ اس کی تعریف بیان فرمایئے تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی میں ثواب کے دیئے ہوئے نور کے مطابق اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے گناہوں کو چھوڑ دینا تقویٰ ہے۔ حضرت بکر بن عبیداللہؒ فرماتے ہیں کہ انسان اس وقت تک متقی نہیں ہوسکتا جب تک اس کا کھانا حرام اور مشتبہ سے پاک نہ ہو اور وہ غصے سے بچنے کی کوشش نہ کرے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا متقی کو لگام دی گئی ہے جس طرح حرم میں احرام باندھنے والے کو یعنی جس طرح محرم پر بہت سی حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اسی طرح متقی کے لیے بہت سی چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔ حضرت شہر بن حوشبؒ نے فرمایا کہ متقی وہ ہے جو ایسے کام کو چھوڑ دے جس کے کرنے میں کچھ مضائقہ نہ ہو اور اس کا یہ ترک اس خوف سے ہو کہ وہ کسی خطرے والے کام میں نہ پڑ جائے۔

متقی کون ہے؟

حضرت سفیان ثوری اور فضیل رحمہما اللہ تعالیٰ سے فرمایا متقی وہ ہے جو لوگوں کے لئے وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے کیونکہ متقی وہی ہوتا ہے جو دوسروں کے لئے دل میں زیادہ وسعت رکھتا ہے (اسی طرح جس طرح اپنے لئے) تمہیں معلوم ہے۔ میرے استاد محترم حضرت سری سقطیؒ کو ایک واقعہ پیش آیا ایک روز کسی دوست نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے ان کے سلام کا جواب دے دیا لیکن آپ تیوری چڑھائے رہے اور مسکراتے رویے کا اظہار نہیں ہوا۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کو سلام کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو دونوں پر سو رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ نوے اس شخص کو ملتی ہیں جو زیادہ کھلتے چہرے کے ساتھ ہوتا ہے اور دس دوسرے کو دی جاتی ہیں میں چیں بجبیں اس لئے رہا کہ یہ نوے رحمتیں اس کو مل جائیں۔

حضرت محمد بن علی ترمذیؒ نے فرمایا متقی وہ ہے جس سے جھگڑا کرنے والا کوئی نہ ہو۔ حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا متقی وہ ہے جو اپنے نفس سے بغض رکھتا ہے۔ حضرت شبلیؒ نے کہا کہ متقی وہ ہے جو اللہ کے سوا ہر چیز سے بچے۔

ناطق صادقؐ نے فرمایا ''آگاہ رہو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے'' حضرت محمد بن حنیفؒ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو تجھے اللہ سے دور کر دے اس سے کنارہ کش ہونے کا نام تقویٰ ہے۔ حضرت قاسم بن قاسمؒ نے فرمایا: آداب شریعت کی محافظت کا نام تقویٰ ہے۔ حضرت ابوالحسن نوریؒ نے فرمایا کہ متقی وہ ہے جو دنیا اور اس کی آفتوں سے بچے۔ حضرت ابو یزیدؒ نے فرمایا تمام شبہوں سے بچنے کا نام تقویٰ ہے اور فرمایا تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تو کہے خدا کے لئے کہے اور جب خاموش رہے تو خدا کے لئے خاموش

رہے اور جب ذکر کرے تو اللہ کا ذکر کرے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک متقیوں میں سے ہرگز نہیں ہوسکتا جب تک اس کے دشمن اس سے اس طرح امن وامان میں نہ ہو جائیں جیسے اس کے دوست۔ حضرت سہلؒ فرماتے ہیں متقی وہ ہے جو اپنے وجود کی طاقت اور قوت سے بے پرواہ ہو جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس جگہ نہ دیکھے جس جگہ سے تجھے منع کیا گیا ہے اور اس جگہ تو غیر موجود نہ ہو جہاں موجود ہونے کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔

نبی کریم (ﷺ) کی پیروی کا نام تقویٰ ہے

ایک قول ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی پیروی کا نام تقویٰ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ غفلتوں سے دل کو، خواہشات سے نفس کو، لذتوں سے حلق کو اور بری باتوں سے اعضاء کو بچانا اور محفوظ رکھنا تقویٰ ہے اس وقت یہ امید ہوسکتی ہے کہ زمین و آسمان کے مالک تک تیری رسائی ہو جائے۔ حضرت ابوالقاسمؒ فرماتے ہیں کہ حسن خلق تقویٰ ہے۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ مرد کا تقویٰ تین چیزوں سے معلوم ہوتا ہے/ (۱) جو چیز اسے نہ ملے، نہ اس تک پہنچے اس پر توکل (۲) جو چیز مل گئی ہے اس پر رضامندی (۳) جو چیز جاتی رہی اس پر خوبصورتی کے ساتھ صبر۔

کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنی خواہشات کا تابع نہیں وہی متقی ہے۔ حضرت مالکؒ نے کہا ہے کہ مجھ سے وہب بن کیہانؒ نے کہا کہ مدینہ کے کسی فقیہ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو لکھا کہ اہل تقویٰ کی چند علامتیں ہوتی ہیں ان کے ذریعے ان کی شناخت کی جاتی ہے ''مصیبت پر صبر، حکم الٰہی پر راضی، نعمتوں پر شاکر، احکام الٰہی کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں''۔

حضرت میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں کہ انسان اس وقت تک متقی نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے نفس سے اس سے بھی زیادہ حساب فہمی نہ کرے جس طرح ایک کنجوس اپنے شریک کاروبار سے کرتا ہے یا ایک ظالم بادشاہ اپنے دیوان یعنی وزیر خزانہ سے۔

منزل تقویٰ

حضرت ابوترابؒ نے فرمایا منزل تقویٰ سے پہلے پانچ گھاٹیاں آتی ہیں جب تک تو ان کو عبور نہیں کرے گا منزل تقویٰ تک نہیں پہنچ سکتا:

(۱) نعمت پر فقر کو ترجیح

(۲) اپنی ضروریات کے مطابق روزی کو کثیر روزی پر ترجیح

(۳) ذلت کو عزت پر ترجیح

(۴) رنج کو راحت پر ترجیح

(۵) موت کو زندگی پر ترجیح دینا۔

بعض مشائخ نے فرمایا کہ آدمی جب تک ایسے مقام پر نہ پہنچ جائے کہ اس کی دلی آرزوؤں اور خواہشات کو طشت میں رکھ کر بازار میں پھرانے کے لئے کہا جائے تو اس کو جھجک محسوس نہ ہو(کیونکہ اس کے خیالات اور آرزوئیں خلاف تقویٰ نہیں ہوں گی) اس وقت وہ تقویٰ کی چوٹی پر پہنچ سکتا ہے ورنہ اس کی رسائی وہاں تک نہیں ہوسکتی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس طرح تم اپنا ظاہر مخلوق کے لئے آراستہ کرتے ہو اسی طرح اپنا باطن اللہ تعالیٰ کے لئے آراستہ کرو۔ یہی تقویٰ ہے۔

حضرت ابوداؤدؓ فرماتے ہیں۔

یُرِیْدُ الْعَبْدُ اَنْ یُعْطیٰ مُنَاهُ وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّا مَا اَرَادَا

یَقُوْلُ الْمَرْءُ فَائِدٌ لِیْ وَمَالِیْ وَتَقْوَی اللّٰهِ اَحْسَن مَا اسْتَفَادَا

ترجمہ ”بندہ چاہتا ہے کہ اس کی مراد حاصل ہو جائے‘ اور اللہ تعالیٰ صرف وہی کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔ بندہ کہتا ہے کہ یہ میرا فائدہ ہے یہ میرا مال ہے‘ حالانکہ وہ جن سے نفع اندوز ہونا چاہتا ہے ان سے تقویٰ بہتر ہے۔

اللہ سے ڈرنا تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا‘ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے کچھ ہدایت فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: خدا سے ڈرتے رہو‘ یہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے۔ جہاد کے پابند رہو‘ یہ اسلام کی (جائز) رہبانیت ہے‘ خدا کی یاد پابندی سے کرو‘ یہ تمہارے لئے روشنی ہے۔

ہر متقی آل نبی (ﷺ) ہے

حضرت ابی ہرمز نافع بن ہرمز کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا ”کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! آپ کی آل کون ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر مومن متقی میری آل ہے۔

الغرض تقویٰ تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے اور تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی فرمانبرداری کے ساتھ ساتھ اس کے عذاب سے بچا رہے۔ عرب کا محاورہ ہے اِتَّقیٰ

فُلَانٌ بِتَرُسِہٖ فلاں شخص نے اپنی ڈھال سے پناہ لی۔ تقویٰ کی اصل شرک سے بچنا ہے' اس کے بعد گناہوں اور برے کاموں سے بچنا' پھر شبہات سے بچنا اور اس کے بعد فضول اور بیکار باتوں کو ترک کر دینا ہے اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ (آل عمران:102) (اللہ سے ڈرو جتنا ڈرنے کا حق ہے) کی تفسیر میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے۔ نافرمانی نہ کی جائے اس کو یاد کیا جائے۔ فراموش نہ کیا جائے اس کا شکر ادا کیا جائے ناشکری نہ کی جائے۔

حضرت سہل بن عبداللہؒ نے فرمایا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے۔ حضور رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی دلیل و رہنما نہیں۔ تقویٰ کے سوا کوئی توشہ نہیں اور صبر کرنے کے سوا کوئی عمل نہیں۔ حضرت کنانیؒ نے فرمایا "دنیا کو مصیبتوں پر تقسیم کیا گیا ہے اور جنت کو تقویٰ پر' جو شخص اپنے اور اللہ کے مابین تقویٰ اور مراقبہ کو کام میں نہ لائے وہ کشف و مشاہدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت نصر آبادیؒ نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ بندہ ماسوائے اللہ سے بچے (اللہ کے سوا ہر چیز سے گریز کرے)۔ حضرت سہیلؒ فرماتے ہیں کہ جو چاہتا ہے کہ اس کا تقویٰ درست ہو جائے' اس کو چاہیے کہ تمام گناہوں کو چھوڑ دے اور یہی قول ہے حضرت نصر آبادیؒ کا کہ جس نے تقویٰ اختیار کر لیا وہ دنیا کو چھوڑنے کا مشتاق بن گیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالدَّارُ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ط (الاعراف:169)

ترجمہ "بے شک آخرت کا گھر متقی لوگوں کیلئے بہتر ہے"۔

بعض مشائخ کرام نے فرمایا کہ جس کا تقویٰ درست ہو گیا' اللہ تعالیٰ اس کے دل سے دنیا کی کنارہ کشی کو سہل و آسان بنا دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ روذ باریؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ ہر اس چیز کے ترک کر دینے کا نام ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے دور

کرنے والی ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ جو اپنے ظاہر کو مخالف شرع باتوں سے بچائے اور اپنے باطن کو خدا سے غافل رکھنے والی باتوں سے آلودہ نہ کرے' وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ حضرت ابن عطیہؒ نے فرمایا متقی کے لئے ظاہر بھی ہے اور باطن بھی' اس کا ظاہر حدود شرعی کی حفاظت ہے اور اس کا باطن حسن نیت اور اخلاص ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ زندگی اسی کی ہے جو ایسے اللہ کے بندوں کے ساتھ ہو جن کے دل تقویٰ کے آرزومند ہوں اور اللہ کے ذکر میں خوشحال ہوں۔ حضرت ابوحفصؒ نے فرمایا: پرہیز حلال محض کو اختیار کرنے میں ہے کہ کسی دوسری چیز میں نہیں ہے۔ حضرت ابوالحسنؒ زنجانی نے فرمایا: جس کا سرمایہ تقویٰ ہے۔ اس کی تعریف سے زبانیں گنگ ہیں (اس کی تعریف نہیں کی جا سکتی)۔ حضرت واسطیؒ نے کہا کہ تقویٰ یہ ہے کہ اپنے تقویٰ سے پرہیز کرے (ایسی صورت پیدا نہ کرے کہ اس کے تقویٰ کے اظہار کے مواقع پیدا ہوں اور اس کی نگاہوں سے گزریں۔ لوگ اس کے سامنے اس کے تقویٰ کی تعریف کریں)۔

حضرت ابن سیرینؒ نے گھی کے چالیس کپے خریدے' ان کے غلام نے کسی کپے سے چوہا نکالا۔ حضرت ابن سیرینؒ نے غلام سے دریافت کیا کہ چوہا کس کپے سے نکالا۔ غلام نے کہا کہ مجھے یاد نہیں رہا تو آپ نے تمام کپوں کا گھی پھینکوا دیا۔

بعض آئمہ کبارؒ سے منقول ہے کہ وہ اپنے مقروض کے درخت کے سائے میں بھی نہیں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ حدیث شریف میں آیا کہ جس قرض سے کچھ نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ نے اپنے ایک رفیق کے ساتھ جنگل میں کپڑے دھوئے' دھونے کے بعد ان کے ساتھی نے کہا کہ ان کپڑوں کو انگور کی باڑ (انگور کی ٹہنی)

پر پھیلا دیں۔آ پ نے کہا ہم لوگوں کی دیوار میں میخ نہیں گاڑتے۔ساتھی نے کہا کہ اچھا درخت سے لٹکا دیں' تو آپ نے فرمایا نہیں' اس کی ٹہنیاں ٹوٹ جائیں گی۔ ساتھی نے کہا کہ تو پھر اذخر (مرچیا گند) گھاس پر پھیلا دیں تو آپ نے فرمایا نہیں' یہ چوپایوں کا چارہ ہے ہم جانوروں سے اس کو نہیں چھپا سکتے (کپڑوں کے پھیلانے سے گھاس چھپ جائے گی)' آخر کار آپ نے اپنی پیٹھ پر کپڑے ڈال دیئے اور سورج کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہو گئے جب کپڑے ایک رخ سے سوکھ گئے تو ان کو الٹ دیا پھر دوسرا رخ بھی سوکھ گیا' اس طرح آپ نے کپڑے خشک کر لئے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ میں ایک رات صخرہ بیت المقدس کے نیچے ٹھہر گیا۔ کچھ رات گئے دو فرشتے اترے' ایک نے دوسرے سے کہا یہاں کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا حضرت ابراہیم بن ادھم ہیں۔ پہلے فرشتے نے کہا کہ یہ وہی حضرت ابراہیم بن ادھم ہے جس کے مراتب میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ کم کر دیا ہے۔ دوسرے نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہوئی؟ پہلے نے کہا کہ حضرت ابراہیم نے بصرہ میں کچھ چھوارے خریدے تھے' میوہ فروش کے چھواروں میں سے ایک چھوارا زیادہ ان کے چھوہاروں میں گر گیا تھا (وہ انہوں نے رکھ لیا)۔ حضرت ابرہیم بن ادھم کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی بصرہ واپس آیا۔ اسی دکاندار سے چھوہارے خریدے۔ ایک چھوہارا دکاندار کے چھوہاروں میں ڈال دیا اور پھر بیت المقدس لوٹ آیا اور ضحرہ کے نیچے آ کر سویا۔ کچھ رات گئے وہی دونوں فرشتے وہاں اترے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا یہاں کون ہے؟ دوسرے فرشتے نے جواب دیا حضرت ابراہیم بن ادھم ہے۔ پہلے نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے چیز کو اس کی جگہ واپس کر دیا (یعنی چھوہارا) اور اس کا درجہ جو کم کر دیا تھا' اللہ تعالی نے پھر بلند کر دیا۔

☆☆☆

حسن اخلاق کا بیان

حسن اخلاق کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے جو اس نے اپنے محبوب و برگزیدہ نبی محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی شان بیان کرتے ہوئے قرآن میں نازل فرمایا ہے یعنی وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ o (القلم:4) بلاشبہ بلاشبہ آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔ سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! کس مؤمن کا ایمان افضل ہے۔ آپ نے فرمایا جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔

حسن اخلاق کی افضلیت

حسن اخلاق بندے کی تمام صفات میں افضل ہے اس سے جوانمردوں کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں۔ انسان اپنی جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے چھپا ہوا ہے لیکن اپنے اخلاق کے لحاظ سے ظاہر و نمایاں ہے۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو معجزے کرامتیں اور بہت سے فضائل خاص طور پر عطا فرمائے لیکن ان فضائل میں سے کسی ایک کی ایسی تعریف نہیں کی جیسا کہ آپ کے اخلاق کی تعریف فرمائی۔ یعنی ارشاد فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ o (القلم:4)

بعض محققین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلق کی یہ تعریف اس لئے فرمائی کہ آپ دونوں جہان سے لاتعلق ہو گئے اور خدا پر ہی اکتفا کیا۔ یہ بھی کہا گیا کہ

خلق عظیم یہ ہے کہ مغفرت الٰہی کے کمال کی بناء پر کسی سے جھگڑا نہ کیا جائے، نہ کوئی اس سے جھگڑا کرے۔ یعنی نہ کسی سے اپنا حق مانگے کہ اس کے باعث جھگڑا کرنا پڑے اور نہ کسی کی حق تلفی کرے کہ اس کے باعث دوسرا اس سے جھگڑا کرے۔ بعض حضرات نے خلق عظیم کی تعریف یہ کی ہے کہ حق کی معرفت کے بعد دوسرے لوگوں کے برے اخلاق اس پر اثر انداز نہ ہوں۔

سیدنا ابوسعید خزازؒ نے فرمایا کہ حسن خلق یہ ہے کہ شخص کے ارادہ کے سامنے اللہ کے سوا کوئی نہ ہو (اس کا ارادہ اللہ کی رضا کے تحت ہو)۔ سیدنا جنیدؒ نے فرمایا کہ میں نے حارث محاسبیؒ کو کہتے سنا ہے کہ ہم نے تین چیزوں کو کھو دیا ہے۔ اول ہنستا ہوا چہرہ اور عزت کی حفاظت، دوم بغیر خیانت کے خوش کلامی، سوم وفائے عہد کے ساتھ دوستی کا نبھانا۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ خلق حسن یہ ہے کہ تم سے جو چیز دوسروں کو پہنچے اس کو تم حقیر سمجھو اور دوسروں سے جو کچھ تم کو ملے اس کو عظیم سمجھو۔

بعض کہتے ہیں کہ حسن خلق یہ ہے کہ تم اپنی طرف سے دوسروں کو ایذا نہ دو اور دوسروں کی طرف سے پہنچنے والے دکھ کو برداشت کرو۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد

حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: "تمہارے مال میں سب لوگوں (کے خرچ) کی یقیناً گنجائش نہیں ہوگی لیکن خندہ پیشانی اور حسن خلق میں تو اس کو سمولو"۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن خلق یہ ہے کہ تم اس کے احکامات واوامر کو بجا لاؤ اور ممنوعات کو ترک کر دو اور عام حالت میں بغیر کسی استحقاق ثواب کے اس کی اطاعت کرو اور بغیر ہچکچاہٹ کے اپنے تمام مقدرات کو اسی کے سپرد کر دو اور بغیر کسی شرک کے اس کو ایک تسلیم کرو اور بغیر کسی شک کے اس کو وعدہ

میں سچا جانو۔

سیدنا ذوالنون مصریؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ اندوہناک حالت کس شخص کی ہے؟ فرمایا اس کی جب سب سے بدخلق ہے۔ سیدنا حسن بصریؒ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ "(اپنے کپڑوں کو پاک رکھیئے) کی تفسیر کرتے ہوئے کہا یعنی اپنے خلق کو اچھا (پاکیزہ) کرلو۔

بعض لوگوں نے آیت "وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَه‘ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً" (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی نعمتیں پوری پوری عطا کی ہیں) کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ظاہری نعمت تو اعضائے جسمانی کی صحت وتندرستی ہے اور باطنی نعمت اخلاق کی پاکیزگی ہے۔

روایت ہے کہ سیدنا اویس قرنیؓ کو جب لڑکے دیکھتے تو آپ کو اینٹیں مارتے۔ آپ ان سے کہتے اگر پتھر مارتے ہی ہو تو چھوٹے چھوٹے پتھر مارو تا کہ میری پنڈلیاں (ان بڑے پتھروں اور اینٹوں سے) لہولہان نہ ہو جائیں اور میں نماز پڑھ سکوں۔ ایک روایت ہے کہ ایک شخص احنف بن قیسؒ کے پیچھے پیچھے ان کو گالیاں دیتا جاتا تھا‘ جب حضرت اپنے قبیلہ کے قریب پہنچ گئے تو ٹھہر گئے اور فرمایا: اے شخص! اگر تیرے دل میں کچھ اور باقی رہ گیا ہو تو اسے بھی کہہ ڈال ایسا نہ ہو کہ آگے بڑھ کر کوئی نادان شخص تیری گالیاں سنے اور تجھے گالیاں دینے لگے (تو اس وقت تجھے افسوس ہوگا)۔

حضرت حاتم اصمؒ سے کہا گیا کہ انسان ہر ایک کی (بات) برداشت کر لیتا ہے آپ نے فرمایا ہاں مگر اپنے نفس کے سوا۔

روایت ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے غلام کو آواز دی‘ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے دوسری پھر تیسری مرتبہ آواز دی تب بھی اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ اس کے پاس گئے تو اس کو لیٹے

ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے غلام! کیا تو سن رہا ہے؟ اس نے کہا ہاں میں سن رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پھر تو نے جواب کیوں نہیں دیا؟ اس نے کہا کہ مجھے آپ کی سزا کا کوئی ڈر ہی نہیں تھا' اس لئے میں نے جواب دینے میں سستی کی۔ آپ نے فرمایا جا تو اللہ کے لئے آزاد ہے۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ حسن خلق یہ ہے کہ تم لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی ان سے بیگانہ رہو۔ بعض کا خیال ہے کہ حسن خلق یہ ہے کہ مخلوق کی طرف سے جو ظلم تم پر کیا جائے' اس کو برداشت کرلو اور ان کا حق بغیر تنگ دلی اور ناگواری کے ادا کرتے رہو۔ انجیل میں موجود ہے میرے بندے! جب تو غصہ میں ہو مجھے یاد رکھ' میں تجھے اپنے غضب کے وقت اپنی رحمت کے ساتھ یاد رکھوں گا۔

سیدنا مالک بن دینارؒ سے کسی عورت نے کہا: اے ریاکار! آپ نے اس کو جواب دیا کہ تم نے میرا وہ نام پالیا جسے اہل بصرہ بھول چکے تھے۔ سیدنا لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! تین قسم کے لوگ ان تین موقعوں پر پہچانے جاتے ہیں (۱) حلیم و بردبار غصہ کے وقت (۲) بہادر جیت کے موقع پر اور (۳) دوست حاجت وضرورت کے وقت۔

سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: الٰہی! میری تجھ سے یہ درخواست ہے کہ میرے بارے میں وہ کچھ نہ کہا جائے جو مجھ میں موجود نہیں ہے (یعنی مجھ پر بہتان تراشی نہ ہو) جواب آیا کہ جب یہ ہم نے اپنے لئے نہیں کیا تو تیرے لئے کیسے کریں!

☆☆☆

شکر کی تعریف

شکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یوں بیان کرتا ہے:

وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ.

ترجمہ ''اگر تم میرا شکر بجالاؤ تو میں تمہیں مزید نعمتیں عطا کروں گا''

سیدنا عطاءؒ فرماتے ہیں میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو سب سے عمدہ بات دیکھی ہے ہمیں بتائیں۔ یہ سن کر آپ رو پڑیں اور فرمایا: آپ کا کونسا کام عمدہ نہ تھا۔ ایک دن آپ رات کو تشریف لائے اور میرے ساتھ آرام فرما ہو گئے۔ (ام المؤمنین نے بچھونے یا لحاف کے الفاظ فرمائے) یہاں تک کہ آپ کا اور میرا جسم ایک دوسرے کو چھونے لگے۔ پھر فرمایا: اے ابوبکر کی بیٹی! مجھے اجازت دے کہ میں اپنے ربّ کی عبادت کروں۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا میں آپ کا قرب پسند کرتی ہوں۔ لیکن آپ کی خواہش کو (اپنی خواہش پر) ترجیح دیتی ہوں' چنانچہ میں نے اجازت دیدی۔ آپ پانی کے ایک مشکیزے کے پاس تشریف لائے، وضو فرمایا اور وضو میں کافی پانی استعمال فرمایا (اچھی طرح وضو کیا)۔

پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے پھر نماز پڑھی اور رونے لگے۔ یہاں تک کہ آنسو مبارک سینے پر بہنے لگے' پھر رکوع فرمایا اور روتے رہے پھر سجدے میں روتے رہے۔ اس کے بعد سجدے سے سر اٹھایا اور روتے رہے۔ مسلسل یہی حالت رہی کہ سیدنا بلالؓ نے حاضر ہو کر نماز کی اطلاع دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ

علیک وسلم! آپ کو کس چیز نے رلایا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں پچھوں کے گناہ بخش دیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں اور میں ایسا کیوں نہ کروں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: "بے شک زمین اور آسمان کی پیدائش میں نشانیاں ہیں"۔

شکر کی حقیقت

محققین کے نزدیک شکر کی حقیقت عاجزی کے ساتھ ربّ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا ہے۔ اسی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو شکور فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو شکر کا بدلہ دیتا ہے۔ پس (مجازاً) شکر کے بدلے کو شکر کہا گیا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"جَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا" (الشوریٰ:40) یعنی: برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے۔ ایک قول کے مطابق محسن کے احسانات کو یاد کر کے اس کی تعریف کرنا شکر ہے لہٰذا بندے کا شکر کرنا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کر کے اس کی تعریف کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کا مطلب یہ ہے کہ وہ بندے کے احسان یعنی اطاعت و فرمانبرداری پر اس کی تعریف کرے۔ بندے کا احسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کا احسان بندے کو نعمتوں سے نوازنا ہے۔ بندے کی طرف سے شکر ادا کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے ربّ کے انعام پر زبان اور دل سے اقرار کرے۔

شکر کی قسمیں

شکر کی کئی قسمیں ہیں اول زبان سے شکر کرنا یعنی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرنا۔ دوسرا بدن کے ساتھ شکر کرنا، یعنی وفاداری اور عبادت کے

ذریعے شکرادا کرنا ہے۔تیسرا دل کے ساتھ شکرادا کرنا۔

کہا گیا ہے کہ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ کسی ساتھی کا عیب دیکھ کراس کی پردہ پوشی کرو۔کانوں کا شکر یہ ہے کہ کسی کا عیب سنوتو چھپاؤ۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل کر کے اس کی نافرمانی نہ کرو۔

کہا گیا ہے کہ علماء کا شکر کلام کے ساتھ اور عابدین کا شکر فعل کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ عارفین کا شکر یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے لئے استقامت اختیار کریں کہ انہیں جو کچھ بھلائی حاصل ہے یا جس عبادت اور ذکر الٰہی میں وہ مصروف ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق، نعمت اور قوت و طاقت کے ساتھ ہے اور بندے کو چاہیے کہ وہ ان تمام احوال سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو جائے اور اپنی عاجزی، کوتاہی اور جہالت کا اعتراف کرے پھر تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

سیدنا ابوبکر وراقؒ فرماتے ہیں:نعمت کا شکر یہ ہے کہ احسان الٰہی کا مشاہدہ اور حدود کی حفاظت کی جائے۔ایک قول یہ ہے کہ اپنے نفس کو طفیلی سمجھنا نعمت کا شکر ہے۔

سیدنا ابوعثمانؒ فرماتے ہیں شکر کی ادائیگی سے قاصر رہنے کی معرفت شکر ہے۔کہا گیا ہے کہ شکرادا کرنے پر شکر کرنا کمال شکر ہے۔یعنی یہ سمجھو کہ شکر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ادا ہوا ہے اور توفیق کا ملنا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔لہذا اس کا شکر پر بھی شکر کرو۔پھر شکر کے شکر پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا جائے۔ایک غیر محدود سلسلہ جاری رکھا جائے۔بعض علماء نے فرمایا عاجزانہ طور پر نعمت کا منعم کی طرف منسوب کرنا شکر ہے۔

سیدنا جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں شکر یہ ہے کہ اپنے آپ کو نعمت کا اہل نہ سمجھو۔کہا گیا ہے کہ موجود پر شکر کرنے والا شاکر ہے اور غیر موجود پر شکر کرنے والا

شکور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شاکر وہ ہے کہ جو نفع پر شکر کرتا ہے اور شکور وہ ہے کہ نہ ملنے پر شکر کرتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ شاکر عطا پر شکر کرتا ہے اور شکور مصیبت پر شکر کرتا ہے۔ کسی نے کہا شاکر وہ ہے جو نعمت کے ملنے پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو نعمت نہ ملنے پر بھی شکر کرے۔

سیدنا شبلیؒ فرماتے ہیں: شکر یہ ہے کہ نعمت عطا کرنے والے کو دیکھا جائے نعمت کو نہیں۔ کسی نے کہا موجود کو قید رکھنا اور غیر موجود کا شکار کرنا شکر ہے۔

سیدنا ابوعثمانؒ فرماتے ہیں عام لوگوں کا شکر کھانے، مشروب اور لباس پر ہوتا ہے اور خاص لوگ واردات قلبی پر شکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ" (سبأ: 13) اور میرے بندوں میں بہت تھوڑے لوگ شکر ادا کرنے والے ہیں۔

سیدنا داؤدؑ نے عرض کیا: یا اللہ! میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں حالانکہ شکر ادا کرنا بھی تو ایک نعمت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی بھیجی، اب تم نے میرا شکر ادا کر دیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ جب تمہارا ہاتھ بدلہ لینے سے رک جائے تو چاہئے کہ زبان شکر ادا کرنے پر دراز ہو جائے۔ کہتے ہیں جب سیدنا ادریسؑ کو بخشش کی خوشخبری دی گئی تو آپ نے زندگی کا سوال کیا۔ آپ سے پوچھا گیا زندگی کیوں چاہتے ہیں؟ فرمایا تا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں کیونکہ پہلے میں مغفرت کے لئے عمل کرتا تھا چنانچہ فرشتے نے پر بچھائے اور ان کو اٹھا کر اوپر لے گیا۔

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ایک چھوٹے سے پتھر کے پاس سے گزرے جس سے کافی پانی نکل رہا تھا۔ آپ کو اس سے تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر کر بولنے کی قوت عطا فرمائی تو آپ نے اس سے (بولنے کی قوت کی) وجہ پوچھی۔

پتھر نے کہا: جب سے میں نے آیت کریمہ:

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (البقرة:24)

ترجمہ: جہنم کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے

سنی ہے میں خوف خدا سے رو رہا ہوں' اس پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی یا اللہ! اس پتھر کو آگ سے محفوظ فرما۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی۔ میں نے اسے آگ سے پناہ دے دی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وبارک وسلم وہاں سے تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو اس پتھر سے پہلے سے زیادہ پانی نکل رہا تھا۔ آپ کو تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر کو قوت گویائی عطا کی۔ آپ نے پوچھا تو کیوں روتا ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا۔ اس نے کہا وہ غم اور خوف کا رونا تھا' اب شکر اور خوشی کا رونا ہے۔

مریدوں کے آداب

ارادت کی تعریف

اپنی عادات کوترک کردینا ارادت ہے۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کی طلب میں اللہ کے سوا سب کو چھوڑنے کو تیار رہنا ارادت ہے۔ جب انسان ان عادتوں کو چھوڑ دے گا جو دنیا اور آحرت کی لذتیں کہلاتی ہیں تو اس کی ارادت' ارادت کامل ہوگی۔ ہر معاملہ میں یہی ارادت سب سے مقدم ہے اس کے بعد ارادہ کا نمبر ہے اور پھر عمل کا بس ارادت سالک حق کی ابتداء ہے اور اس کی پہلی منزل کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَه' (الانعام:52)

ترجمہ ''تم ان لوگوں کو نہ دھتکارو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا کے طالب ہیں''۔

مقام فکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو ایسے لوگوں کو دھتکارنے سے منع فرمایا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰکَ عَنْهُمْ ج تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ

الدُّنُیَا (الکہف:28)۔

ترجمہ ''اے محمد! اپنے نفس کو صبر کی عادت ڈالیے ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں تا کہ اس کی رضا حاصل کریں اور آپ ان سے اپنی آنکھیں نہ پھیریے' اس نیت سے کہ آپ ان سے دنیوی زندگی کی رونق چاہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے ساتھ رابطہ رکھنے اور صبر کرنے کا حکم دیا اور صحابہ کرامؓ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی کہ ''یہ لوگ خداوند تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں اس کے بعد فرمایا گیا کہ آپ ان سے دینوی زندگی کی آسائش چاہتے ہوئے اغماض و اعراض نہ فرمائیں۔اس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ طریقت کی حقیقت خداوند تعالیٰ کی رضا طلبی ہے اور دنیا و آخرت کی زینت کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کافی ہے۔

مرید کون ہے؟

مرید وہ ہے جس میں یہ صفت پیدا ہو جائے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف متوجہ رہے' غیر خدا سے منہ پھیر لے اور اس کی بات نہ مانے اپنے رب عزوجل کی بات سنے اور کتاب و سنت پر عمل کرے' اس کے ماسوا سے بہرہ ہو جائے' اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھے۔اپنے اور باقی مخلوق میں صرف اسی کے فعل کو دیکھے غیر سے اندھا بن جائے۔ فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کو جانے' غیر کو محض سبب' آلہ حرکت کرنے والا' تدبیر کرنے والا اور مسخر جانے' نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: کسی چیز سے محبت تجھے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے یعنی تجھے محبوب کے غیر سے اندھا کر دے گی اور اپنے محبوب میں مشغولیت کی وجہ سے تو غیر سے بہرہ ہو جائے گا۔

جب تک ارادت نہ ہو کسی سے محبت نہیں ہو سکتی اور جب تک ارادت میں خلوص نہ ہو ارادت شمار نہ ہو گی اور ارادت میں خلوص اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دل میں خشیت الٰہی کی چنگاری نہ ڈالی جائے جو وہاں پر موجود ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ (النمل:34)

ترجمہ ''جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں''۔

جیسے کہا گیا ہے کہ محبت ایک ایسی جلن ہے جو ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔

ایسا شخص اس وقت سوتا ہے جب نیند کا غلبہ ہوتا ہے اس کا کھانا فاقہ کے وقت اور کلام ضرورت کے وقت ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے نفس کو نصیحت کرتا ہے' اسے اس کی محبوب چیزوں اور لذتوں کی طرف جانے نہیں دیتا۔ وہ بندگان خدا کو بھی نصیحت کرتا ہے اور خلوت میں اللہ تعالیٰ سے لو لگاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا' اس کی قضاء وقدر پر راضی رہتا اور اس کے حکم کو ترجیح دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہے۔ اپنی تمام کوششیں اللہ تعالیٰ کی محبت میں صرف کرتا ہے۔ ہمیشہ وہ کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ بنے۔ وہ گوشہ نشینی اور خلوت اختیار کرتا ہے۔ وہ بندوں کی طرف سے اپنی تعریف پسند نہیں کرتا ہے۔

وہ خدا کی محبت میں محض اسی کی رضا کے لئے کثرت سے نوافل پڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے دوستوں اور ارادت مندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ مراد کہلاتا ہے۔ اس سے سالکین والے بوجھ اتار دیئے جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی رحمت' مہربانی اور لطف و کرم کے پانی سے غسل دیا جاتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پڑوس میں اس کے لئے مکان بنایا جاتا ہے اور اسے طرح طرح کے قیمتی لباس پہنائے جاتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس سے انس اور اس کے ہاں سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔ وہ صریح اجازت کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور اسرار بیان کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دیتا ہے اور اسے ایسا لقب ملتا ہے جس کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس وقت وہ اللہ کے خاص بندوں میں شمار ہوتا ہے اور اس کے ایسے نام رکھے جاتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص رازوں پر مطلع ہوتا ہے اور انہیں غیر خدا کے سامنے ظاہر نہیں کرتا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے سنتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی قوت کے ساتھ پکڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سکون پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور یاد کے ساتھ اس کی حفاظت میں سوتا ہے اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے امین شہید اور اوتاد میں سے ہو جاتا ہے۔ اس کے بندوں، شہروں اور دوستوں کا محافظ بن جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"میرا مؤمن بندہ نوافل کے ذریعے ہمیشہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔ تو میں اس کے کان، آنکھیں، زبان، ہاتھ، پاؤں اور دل بن جاتا ہوں وہ میرے ساتھ (میری قوت کے ساتھ) سنتا ہے میرے ساتھ دیکھتا ہے میرے ساتھ بات کرتا ہے میری قوت کے ساتھ سمجھتا ہے اور میرے ساتھ پکڑتا ہے" (حدیث قدسی)

اس بندے کی عقل، عقل اکبر کو اٹھاتی ہے۔ اس کی شہوانی حرکات ٹھہر جاتی ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہوتا ہے۔ اس کا دل اللہ تعالیٰ کا خزانہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مراد یہی ہے اے بندہ خدا! اگر تو اسے جاننا چاہتا ہے۔

مریدوں کی روحانی تربیت اور آدب مرشد

قرآن وسنت کی پابندی

احکامات اور منع کردہ اعمال میں دونوں میں قرآن مجید اور حدیث پاک کی پابندی ضروری ہے۔ اللہ تک اڑ کر پہنچنے کے لئے ان ہی کو دو بازو بنا لینا چاہئے' اس کے بعد سچائی اور کوشش کرتے رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ راہ سلوک میں رکنا اور سستی ہر آدمی کی سرشت میں داخل ہے۔ لالچ ہوس گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں' نفس بڑا عیبی ہے' لذتیں اور خواہشیں ہر وقت ہیجان میں رہتی ہیں ان سے اندھیرا اور گمراہی حاصل ہوتی ہے اگر اس واماندگی اور ظلمت میں مرید سعی وکوشش سے کام لے تو اس کو ہدایت' ارشاد' رہبری کرنے والا' ناموس بنانے والا' مونس اور ایک راحت آفریں راحت نما مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:69)

ترجمہ ''جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم اپنے راستے ان کو خود دیتے ہیں''

ایک بزرگ دانش مند کا قول ہے کہ جو شخص طلب وسعی کرتا ہے وہ اپنے مقصد کو پالیتا ہے۔ پس اعتقاد (صحیح) کی بدولت علم حقیقت حاصل ہوتا ہے اور سچی کوشش سے راہ حریقت کا طے کرنا میسر آتا ہے۔ مرید کو سچے دل سے عہد کرنا چاہئے کہ جب تک بارگاہ خداوندی تک وہ نہیں پہنچ جائے گا ایک قدم بھی اللہ تعالیٰ کی رضا

کے بغیر نہ اٹھائے گا۔

عاجزی وانکساری

مرید کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ عاجزی کو اپنائے رہے' بھوک اور گمنامی کو پسند کرے اور لوگ اگر اس کی مذمت کریں تو اس پر خوش ہو۔ اگر اس کے ہم عصر اور برابر رتبے کے لوگوں کو عزت بخشش اور مشائخ وعلماء کی مجالس میں قریب کے لحاظ سے اس پر ترجیح دی جائے تو رنج نہ کرے بلکہ اس پر راضی رہے' خود بھوکا رہے اور دوسروں کا پیٹ بھرتا رہے' سب کی عزت ہونے دے اور خود ذلت میں راضی رہے' خود بھی سب کی عزت کرے اور اپنے لئے ذلت کو پسند کرے۔ اگر کوئی مرید ان امور پر راضی نہ ہوگا اور اپنے نفس کو ان حالات میں مطمئن نہیں رکھے گا' اس پر معرفت کا کھلنا ممکن نہیں ہے اور اس راہ میں کچھ بھی نہیں کر سکے گا اس کی مکمل فلاح اور کامیابی اس میں مضمر ہے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا۔

گذشتہ گناہوں کی بخشش آئندہ کے لئے بچنا' پسندیدہ عبادت کی تصدیق' قرب خداوندی کے ذرائع اور اس کے بعد اپنی حرکات وسکنات میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اولیاء وابدال سے دوستی کو مقصود سمجھے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے صرف اسی کا منتظر رہے کیونکہ یہ امور ان عقل مند لوگوں کی جماعت میں داخلے کا سبب ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عقل حاصل کر لی اور عبرت کی باتوں اور آیات پر مطلع ہوئے اور اس وقت ان کے دل' ضمیر اور نیت میں صفائی پیدا ہوئی۔

یہ باتیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے مرید کی صفات میں آتی ہیں۔ جس شخص کا دل مطالب سے خالی نہ ہو اور ان امور کے علاوہ باقی باتوں کو دل سے نکال نہ دے وہ مرید کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

شیخ کی مخالفت منع ہے اور آداب شیخ

مرید پر واجب ہے کہ ظاہری عمل میں پیر (شیخ) کی مخالفت نہ کرے اور نہ دل میں اس پر اعتراض کرے۔ ظاہر میں شیخ کی نافرمانی کرنے والا گستاخ و بے ادب ہے اور باطن میں اس پر معترض ہونے والا اپنی تباہی اور ہلاکت کا خواستگار ہے۔ مرید کو چاہئے کہ شیخ طریقت کی طرف داری میں اپنے نفس کو مصروف رکھے اور ظاہر و باطن میں شیخ کی مخالفت سے اپنے نفس کو باز رکھے اور اس کی اس خواہش پر اس کو ملامت کرے اور اس آیت کی تلاوت کثرت سے کرے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (الحشر:10)

ترجمہ ''اے اللہ تعالیٰ! ہم کو بخش دے، ہم سے پہلے جو مومن بھائی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ان کو بھی بخشش دے، ہمارے دلوں کو مومنوں کی طرف سے نہ ہٹا، اے پروردگار! بے شک تو ہی مہربان و رحمت کرنے والا ہے''۔

اگر پیر طریقت سے خلاف شرع کوئی عمل سرزد ہو تو اشارہ اور کنایہ میں اس کی وجہ دریافت کرے، صراحت کے ساتھ وجہ نہ پوچھے۔ اس صورت میں شیخ کو اپنے مرید سے نفرت ہو جائے گی۔ اگر شیخ میں کوئی عیب نظر آئے تو اس کی پردہ پوشی کرے اور اس کی کوئی شرعی وجہ نکالے اور اس بارے میں اپنے نفس کو غلط فہم سمجھے۔ یعنی یہ خیال کرے کہ میں نے شیخ کے بارے جو کچھ سمجھا غلط سمجھا ہے اگر اس فعل کا کوئی شرعی عذر بن ہی نہ سکتا ہو تو شیخ کے لئے استغفار کرے اور اللہ سے دعا کرے کہ اس کو توفیق، علم، بیداری اور تقویٰ عطا فرمائے۔ مرید کو چاہئے کہ پیر کے معصوم ہونے کا عقیدہ نہ رکھے۔ اس کے عیب کی کسی دوسرے کو خبر نہ کرے، جب مرید دوسری مرتبہ شیخ کی خدمت میں

جائے تو خیال لے کر جائے کہ شیخ کا پچھلا عیب زائل ہو چکا ہو اور شیخ پچھلے درجہ سے ترقی کر کے دوسرے بلند مرتبہ تک پہنچ چکا ہوگا اور شیخ سے جو گناہ سرزد ہو چکا ہے وہ کسی سہو کی بناء پر سرزد ہوا ہے اور وہ شیخ کے دونوں مرتبوں کے درمیان حد فاصل بن گیا تھا جہاں ایک حالت کی انتہا اور دوسری حالت کی ابتداء ہوتی ہے یعنی ولایت کے ایک درجہ سے دوسرے درجہ کی طرف جاتا ہے۔ ایک اعلیٰ لباس کو اتار کر دوسرا اعلیٰ اور افضل لباس اور خلعت اس کو پہنایا جاتا ہے' اس لئے کہ اولیاء اللہ کا قرب روزانہ بڑھتا ہے۔

شیخ طریقت اگر ناراض ہو جائے یا چیں بہ جبیں ہو یا کسی قسم کی بے رخی اس سے ظاہر ہو تو مرید اس سے کنارہ کش نہ ہو بلکہ اپنی حالت کا جائزہ لے اور دیکھے کہ کہیں شیخ کے حق میں اس سے کوئی گستاخی اور بے ادبی تو سرزد نہیں ہوگئی ہے یا حق کی ادائیگی میں اس سے کچھ کوتاہی نہیں ہوئی ہے۔ اگر حقوق اللہ میں کچھ قصور ہوا ہے تو پہلے اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے اور دوبارہ اس کا اعادہ نہ کرنے کا عہد کرے پھر اپنے شیخ سے معذرت چاہے اس کے سامنے عجز وانکسار کا اظہار کرے اور آئندہ شیخ کے حکم کے خلاف نہ کرنے کا عہد کرے اور شیخ کی نگاہ التفات کے حصول کی کوشش کرے۔ شیخ کے حکم کی ہمیشہ اطاعت کرے اور شیخ کو خدا تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ' راستہ اور سبب سمجھے' اس کو اس مثال سے سمجھنا چاہئے کہ اگر کوئی بادشاہ کے مقرب کا وسیلہ ڈھونڈتا ہو تا کہ شاہی آداب اور حضوری کے طور طریقوں سے واقف ہو جائے' پیشی اور خطاب کے آداب معلوم ہو جائیں اور اس کو آگاہی ہو جائے کہ کون کون سے تحفے اور میوے ایسے ہیں جو بادشاہ کے حضور میں پیش کرنے کے لائق ہیں اور وہ کون کون سی چیزیں ہیں جن کی افزائش بادشاہ کو پسند ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس کو اسی طریقہ کو اختیار کرنا ضروری ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وسیلہ اور آگاہی کے بغیر داخل ہو جائے اور اس کو ذلت وخواری کا منہ دیکھنا پڑے۔

اور حضرت آدمؑ کو قبض کے اندر ڈالا گیا جس سے آپ کو پہلے واسطہ نہ پڑا تھا تو آپ کو ایک معلم، مرشد، استاذ، رہنما، ادب سکھانے والے اور آگاہ کرنے والے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف حضرت جبرائیلؑ کو بھیجا، انہوں نے ان کی وحشت کو دور کیا اور اس منزل میں جو مشکلات تھیں انہیں دور کرنا سکھایا، انہیں گندم کا دانہ دکھایا اور کہا کہ اسے بوئیں پھر کاٹنے، اس کے بعد صاف کرنے اور پھر پیسنے کا طریقہ بتایا۔ ان تمام امور کے لئے اسباب مہیا کئے پھر روٹی پکانے کو کہا۔ انہوں نے روٹی پکائی پھر کھانے کے لئے کہا تو آپ نے وہ روٹی کھائی، اس کے بعد جب غذا ہضم ہونے کے بعد مدے سے باہر آنے لگی تو آپ حیران ہوئے اور سمجھ نہ آئی کہ کیا کریں اس وقت آپ پھر استاذ کے محتاج ہوئے جو آپ کو قضائے حاجت اور طہارت کا طریقہ سکھائے انہیں بتائے کہ وہ اس منزل میں عبادت کیسے کریں جسمانی رنگ جو سیاہ ہو چکا تھا اسے سفید کیسے کریں چنانچہ انہیں ایام بیض یعنی مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھنے کا کہا گیا چنانچہ آپ کے جسم کی سفیدی واپس لوٹ آئی۔ اس کے علاوہ آپ کو علوم اور آداب سکھائے چنانچہ حضرت آدمؑ، حضرت جبرئیلؑ کے شاگرد قرار پائے اور حضرت جبرائیلؑ آپ کے استاد ہوئے حالانکہ اس سے پہلے حضرت آدمؑ، حضرت جبرئیلؑ اور باقی تمام فرشوں کے استاد بن چکے تھے اور ان کے متبوع قرار پائے تھے۔

ہر نبی کا ایک ساتھی رہا جو اس سے ہدایات لیتا۔ اس کے قدم بقدم چلتا اس کے مذہب کی پیروی کرتا پھر اس کی نیابت کرتا اور اس کے قائم مقام ہوتا جس طرح حضرت موسیٰؑ کے غلام اور بھانجے حضرت یوشعؑ ان کے جانشین ہوئے۔ حواری حضرت عیسیٰؑ کے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ ہمارے نبی کریم ﷺ کے جانشین بنے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر صحابہ

کرامؒ آپ کے جانشین بنے۔

اسی طرح اولیاء کرام' ابدال اور صدیقین میں بھی استاد اور شاگرد کا سلسلہ چلتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کے شاگرد عتبہ بن غلام تھے۔ حضرت سقطی کے شاگرد ان کے غلام اور بھانجے حضرت ابوالقاسم جنیدؒ تھے۔ اسی طرح دیگر حضرات کے شاگرد جن کا ذکر نہایت طویل ہے۔

مشائخ خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں

یہ مشائخ ہی اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ اور راستہ ہیں۔ یہی خدا کا راستہ دکھانے والے ہیں' اسی دروازے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں راستہ ملتا ہے (شاذ اس سے مستثنیٰ ہے) ورنہ ہر مرید کے لئے شیخ کی ضرورت ہے یہ دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کا خود انتخاب فرمائے اور اس کی تربیت فرمائے اور شیطان و ہوا و ہوس سے خود ہی اس کی حفاظت فرمائے جس طرح حضرت ابراہیمؑ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اور حضرت اویس قرنیؓ کے ساتھ اس نے کیا' ہم اس کے منکر نہیں (لیکن یہ صورتیں بہت کم ہیں) مگر اکثر اور عام طریقہ وہی ہے جس کو ہم نے بیان کیا۔ یہی طریقہ زیادہ سلامتی اور بہتری کا ہے۔

شیخ سے قطع تعلق جائز نہیں

مرید کے لئے اپنے شیخ سے قطع تعلق جائز نہیں یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کا وصل حال ہو جائے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی براہ راست تربیت فرماتا ہے۔ ان معانی سے آگاہ کرتا ہے جو شیخ پر مخفی تھے۔ جس کام کے بارے میں چاہتا ہے اسے حکم دیتا ہے' روکتا ہے' فراخی اور تنگی پیدا کرتا ہے' کبھی غنی بناتا ہے اور کبھی فقیر' اسے تلقین کرتا

اور مختلف اقسام پر مطلع کرتا ہے اور کاموں کے انجام سے آگاہ فرماتا ہے۔ اس وقت وہ اپنے رب سے وابستگی کی وجہ سے غیر سے مستغنی ہو جاتا ہے بلکہ اسے غیر میں مشغول ہونا ہی نہیں چاہئے۔ اب وہ صرف اپنے رب کے لئے آداب کا لحاظ رکھے۔ اسی طرح کی عبادت اور عزت وتوقار کو پیش نظر رکھے۔

یہ وہ وقت ہے جب وہ اپنے شیخ سے بالکل الگ ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات تو اس شیخ کی طرف جانا ناجائز ہو جاتا ہے۔ البتہ کوئی واضح حکم ہو اسی طرح شیخ سے اس کی ملاقات جامع مسجد میں یا راستے میں اتفاقاً ہو جائے تو کوئی بات نہیں لیکن قصداً نہیں ہونی چاہئے۔ یہ تمام باتیں اس کے حال کی حفاظت' اپنے حال پر غیرت کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے نیازی' اپنے حال کو برقرار رکھنے' ذلت اور اس کے زائل ہونے کے خوف اور اس پر عذاب کے ڈر کی وجہ سے ہیں۔

یہ اس لئے کہ حکم الٰہی شیخ اور مرید دونوں کے لئے یکساں ہے۔ البتہ دونوں کی حالت میں فرق ہے کیونکہ احوال کا تعلق تقدیر سے ہے اور تقدیر مخفی ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کے کاموں میں ہر روز تبدیلی آتی ہے کبھی مقدم فرماتا ہے کبھی موخر' مقام ولایت عطا فرماتا ہے اور اس سے معزول بھی کرتا ہے کبھی نیاز کرتا ہے کبھی محتاج' کبھی عزت عطا فرماتا ہے۔ کبھی ذلت' وہ تقدیر کو اس کے وقت کی طرف چلاتا ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو اس کا ادراک اور علم نہیں ہو سکتا۔ رات تاریک ہے' سمندر گہرا ہے' دشت و بیابان فراخ ہے' ان تمام باتوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہوتا ہے یا وہ اپنے انبیاء کرام اور رسل عظام اور خاص اولیاء کرام سے جس کو چاہے آگاہ فرمادے۔ لہذا جو حالات مقدر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فعل سے متعلق ہیں ان میں داخل ہونے کے بعد ایک راستے پر دو ولی بھی متفق نہیں ہو سکتے۔

مرید کے لئے جو آداب ضروری ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ

ضرورت شیخ کے سامنے بات نہ کرے اور شیخ کے سامنے اپنی کوئی خوبی بیان کرے، نماز کے سوا کسی اور وقت شیخ کے آگے اپنا مصلیٰ نہ بچھائے جب نماز سے فارغ ہو جائے تو اپنا مصلیٰ لپیٹ دے، اپنے شیخ اور ان لوگوں کی خدمت کے لئے بھی مستعد رہے جو شیخ کے ساتھ اس کے سجادہ پر متمکن ہیں۔ شیخ کے نشست کے برابر اور شیخ کے اصحاب کے سجادہ کے برابر یا اس سے اوپر سجادہ نہ بچھائے یہ مشائخ کی نظر میں سوئے ادب ہے، البتہ شیخ اگر حکم دے تو تعمیل حکم میں ایسا کر سکتا ہے۔

شیخ کے سامنے اگر کوئی مسئلہ آ جائے اور مرید کو اس مسئلہ کا صحیح اور تفصیلی جواب معلوم ہو جب بھی خاموش رہے اور شیخ کی زبان سے اس مسئلہ کا جواب سنے اور اس کو غنیمت سمجھے، اس کے فیصلہ کو مان لے اور اس پر عمل کرے۔ اگر شیخ کے جواب میں کوئی کوتاہی نظر آئے تو اس کی علی الاعلان تردید نہ کرے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ نے اس کو فضل اور علم سے نوازا ہے لیکن ان باتوں کو پوشیدہ رکھے اور شیخ کی غلطی کو ظاہر نہ کرے۔

صلی اللہ علی النبی الامی وعلیٰ آلہ وسلم تسلیما

شجرہ شریف قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اللہ ہر دم آکھ — تن من اپنا کر کے پاک

نبی محمدؐ دے قربان — یا رب مشکل کریں آسان

خاص خدا دا نبیؐ پیارا — امت دے بخشاون ہارا

اس پر میرا تکیہ مان — یا رب مشکل کریں آسان

بی بی زہراؑ بنت رسولؐ — علیؑ ولی ہیں زوج بتولؑ

میں عاجز دا سر قربان — یا رب مشکل کریں آسان

صاجبزادے نورالعین — یعنی حضرت حسنؑ حسینؑ

صدقے حضرت عابدؑ جان — یا رب مشکل کریں آسان!

باقرؑ و جعفرؑ و موسیٰ کاظمؑ — موسیؑ رضا دی الفت لازم

تقیؑ نقیؑ دے میں قربان — یا رب مشکل کریں آسان

حسن ؑ عسکری نورالنور — مہدیؑ زمان کا جان ظہور

ہر دم میرا ایہو دھیان — یا رب مشکل کریں آسان

پنج بارہ ہور چودہ جان — اہل بیت دے حب ایمان

جو منکر سو بے ایمان — یا رب مشکل کریں آسان

جتنے ہور اصحاب رسولؐ — اللہ کیتے جو مقبول
ابوبکرؓ تے عمرؓ عثمان ؓ — یا رب مشکل کریں آسان
شاہ مرداں ہیں شیر خدا — راہ خدا میں جان فدا
خواجہ حسنؒ بصری دل جان — یا رب مشکل کریں آسان
حبیبؒ عجمی دے گھول گھماداں — داؤدؒ طائی دے صدقے جاواں
خواجہ معروفؒ کرخی دربان — یا رب مشکل کریں آسان
خواجہ سری سقطیؒ ہادی — شاہ جنیدؒ پیر بغدادی
ابوبکر شبلیؒ دا مان — یا رب مشکل کریں آسان
ابوالعباسؒ احمدؒ دی شادی — عبدالعزیز ہیں یمنی ہادی
شیخ یوسفؒ دے میں قربان — یا رب مشکل کریں آسان
ابو الفرحؒ طرطوسی قاری — ابوالحسنؒ علی ہنکاری
ابوسعیدؒ مخدومی جان — یا رب مشکل کریں آسان
ابو محمد عبدالقادرؒ — غوث قطب سب در پر حاضر
طالب جسدا ' کل جہان — یا رب مشکل کریں آسان
عبدالوہابؒ پر فضل الٰہی! — عبدالرحیمؒ دی پشت پناہی
سید وہابؒ رکھ فضل امان — یا رب مشکل کریں آسان
حضرت یحییٰؒ رہبر کامل — جمال الدینؒ ہیں ہر دم شامل
نورالدینؒ دے پیرتوں جان — یا رب مشکل کریں آسان

تاج الدینؒ نے زہد کمایا شرف الدینؒ نے رہبر پایا
محمد یٰسینؒ ہیں فیض رسان یا رب مشکل کریں آسان
سید طلحہ ؒ اہل حضور سید صالح ؒ نورالنور
ہر دم میرا ورد زبان یا رب مشکل کریں آسان
سید احمدؒ محی الحق جب آئے سید عثمانؒ نے رہبر پائے
سیدعبداللہ ؒ دے پیرتوں جان یا رب مشکل کریں آسان
سیدغلام مصطفٰےؒ جان توں ہادی نام لیاں دل ہووے شادی
سید احمدؒ ہیں اہل عرفان یا رب مشکل کریں آسان
سید علی معظمؒ قادر وچہ حضوری ہر دم حاضر
عارف فاضل، کامل جان یا رب مشکل کریں آسان
بارہ سو تیراں ہجری بھائی حضرت ہوئے جنت راہی
گڑھ شنکر وچہ روضہ جان یا رب مشکل کریں آسان
گامے شاہ ہے پیر پیارا فیض ہدایت دیون ہارا
واقف راہ فقر دے جان یا رب مشکل کریں آسان
جس پر ہووے فضل الٰہی بیرم پور نوں ہووے راہی
رب اپنے دی کر پہچان یا رب مشکل کریں آسان
بیرم پور ہے نورالنور ' حضرت کیتا آ مشہور
جانے جس نوں کل جہان یا رب مشکل کریں آسان

جو حضرت بیرم پور آوے مقصد دین دنی دے پاوے
ثابت ہووے دین ایمان یا رب مشکل کریں آسان
حضرت قادر بخشؒ کمال نظر و نظری کرن نہال
دو ہیں جہانیں روشن جان یا رب مشکل کریں آسان
اک سو باسٹھ(162)عمر پیاری یاد الٰہی نال گزاری
فانی جانو ایہہ جہان یا رب مشکل کریں آسان
خلیفہ ہوئے خیرائتی شاہ حاضر روضہ شام و صباح
عابد زاہد صالح جان یارب مشکل کریں آسان
حضرت پیر جلال الدین جو ہیں اب سجادہ نشین
نبیرہ خلیفہ اول جان یارب مشکل کریں آسان
حضرت پیر غلام دستگیر لاثانی عابد، زاہد ہیں سبحانی
دوسرے خلیفہ دل تھیں جان یارب مشکل کریں آسان
پیر فضا دستگیر
یارب مشکل کریں آسان

تاریخ وفات حسرت آیات حضرت قطب عالم عالمیان

جناب معلیٰ القاب حضرت قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ

سفر حضرت دی سنو تیاری خلقت روندی زار و زاری
پیا اندھیرا وچہ جہان یا رب مشکل کریں آسان
میاں قادر بخش پیارے طرف جنت دی جدوں سدھارے
خاص نمونہ محشر جان یا رب مشکل کریں آسان
پیر دیہاڑے پیر سدھایا ظہر ویلا جاں دن دا آیا
وفات رسولؐ دی انی جان یا رب مشکل کریں آسان
تیرہ سو اَٹھ ہجری سال حضرت ہوئے جدوں وصال
ایہو سن رحلت دا جان یا رب مشکل کریں آسان
وِیہہ دن کتک جس دن جاوے عرس مبارک دا دن آوے
خادم ہوندے حاضر آن یا رب مشکل کریں آسان

مدح حضرت جناب غوثِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ

واہ واہ میراں شاہ شہاں دا سیّد دوہیں جہانیں
غوث الاعظم پیر پیراں دا ہے محبوب ربّانی

نانک دادک ولوں اُچا' سُچا حَسبوں نَسبوں!
نبیاں نالوں گھٹ نہ رہیا ہر صفتوں ہر وسبوں

نبیاں نوں رَب دلوں آندے وحی سلام سنیہے
وحی نہ محرم میراں تائیں دسے بھیت اجیہے

نام نڑھینویں اوسنوں بخشے حکم ایہو فرمایا
اعظم اسم تساڈا ناںواں جس پڑھیا پھل پایا

آل نبیؐ اولادِ علیؑ دی سیرت شکل انہاندی
نام لیاں لکھ پاپ نہ رہندے مَیل اندر دی جاندی

سے برساں دے موئے جوائے سُکّے نیر وگائے
کھُتے رُوح فرشتے ہتھوں لکھے لیکھ مٹائے

غوثاں قطباں دے سر میراں قدم مبارک دھریا
جو دربار انہاں دے آیا خالی بھانڈا بھریا

اوس محبوب الٰہیٰ جیسا جگ پر سخی نہ کوئی
مشت نمونہ سن خرداروں ہِک دن کیسی ہوئی

ڈیگر ویلے ہکس مریدے کیتی عرض ضروروں
یا حضرت اج کوئی سخاوت ڈٹھی نہیں حضوروں

باطن اندر کیتی سایاں سانوں نظر نہ آئی
یا کوئی ہور اسرار اجیہا جس دیہاڑ لنگھائی

حضرت نے فرمایا شخصا جے لکھ باطن کیتی،
لیکن تساں نہ ڈٹھی کوئی جو بیتی سو بیتی،

ظاہر بھی کجھ دساں تینوں پلک نہ جاندا خالی
ایہو جئی ہمیش سخاوت کھڑ دے روز سوالی

ست وِیہل کئی عاصی مجرم چُن چُن بُرے لیۓ
نظر اساڈی اگے رکھو ساعت ڈھل نہ لاؤ

خدمت گاراں پکڑ لیاندے او گنہار نکارے!
میراں نظر کرم دی کیتی غوث بنائے سارے

ہِک کوئی ولی اللہ دا ہویا رَد کے تقصیروں
چور اُچکا تے منہ کالا رَب بنایا پیروں

جِتول جاوے نِکے وَڈے لوگ سبھو دُرکارن
ایہہ مردُود الٰہیٰ مندا آیا ہے کس کارن

منگیا خیر نہ پیندا کدھروں ناں بلدا گھُٹ پانی
بھُکھا تے ترہایا وتدا پکڑی چال نمانی

ترے سے سٹھ ولی دسی قد میں لگاوار رواری
اوہ تقصیر معاف نہ ہوئی دن دن وَدھ قہاری

صاف جواب ولیاں دِتاتوں مردود جنابی ‏ جے کوئی کرے شفاعت تیری اس دے بلب خرابی

اوڑک ہکس ولی نے کیہاجابغداد سہاوے ‏ اوہ میراں محبوب خدادامت تینوں بخشاوے

مُونہہ کالاکرگیانماناں، حضرت دی درگاہے ‏ حق اوہدے دِچہ رحمت منگی میراں شہنشاہے

ہویاحکم جنابوں میراں نہ کر اس دی یاری ‏ جواوپرالہ اس دا کرسی اس دے باب خواری

دوجاقدم اٹھایا حضرت فیرکیہارب والی ‏ دوہزار اجیہابخشاں نالے ایہہ سوالی

تریجا قدم مبارک چایا آیا حکم حضوروں ‏ ترے ہزار تے ہِک ایہہ بھی ڈھل کرسل نوں

تیرا کیہا کدے نہ موڑاں اے محبوب یگانے ‏ اوہ سارے جدقطب بنائے پیر پڑھے شکرانے

ایسی عزت خاطر تیری رب دے کاص عزیزا ‏ آس تساڈی رکھاں میں بھی اوگنہارناچیزا

سیوادار تساڈا حضرت کوئی نہ رہیا خالی! ‏ سخی دوارتساڈے اتے میں کنگال سوالی

لکھاں خیرتساڈےلیندےبن منگےبن لوڑے ‏ دین دواں سبھو ہتھ تیرے کوئی نہ ٹھاکے ہوڑے

میں پاپی شرمندہ جُھوٹھا بھریانال گناہاں ‏ ہکو آس تساڈے دَردی ناں کوئی ہو پناہاں

میں انھاں تے تہلکن رستہ کیونکر رہے سنبھالا ‏ دھکے دیون والے بہتے توں ہتھ پکڑن والا

توں پکڑیں تاں کوئی نہ دکھے پہنچ شتابی کرکے ‏ گھمن گھیراندرمنتارولنگھ سکاں نہ ترکرے

تہلک تہلک کے منہ سربھریا گندی گلی گناہاں ‏ تکدے لک تماشے حضرت میں بے حل پیہاں

پاک نہیں ہتھ پکڑا اٹھاندے بھریوس نال پلیسی ‏ یامیراں کی حال بندے داجے تدھ سارنہ لیتی

چوراں نوں توں قطب بنایا میں بھی چوراچکا ‏ جس در جانواں دھکے کھاواں ہک تیرا درتکا

سن فریاد پیراں دے پیرا دکھا دیئیں نہ مینوں ‏ بےکساں داوالی توں ہیں شرف دتی رب تینوں

آپ مہاراں پچھے پیاں سٹ نہ جائیں مردا ‏ عرض کرن دے لائق شاہاسخن نہ میں تھیں سردا

عرض کراں شرمندہ تھیواں کی میں کراں ککارا ‏ منہ میراکدعرضاں لائق ناقص عقل بے چارا

مت کوئی سخن ن بھلاں نکلے عاجز مفت مریں ‏ رکھوقدم میرے سرحضرت سدا سکھالاتھیواں

بچیاں دے سرصدقہ میں دَل نظرکم دی پاوَ ‏ شاہ مقیم محمد پچھے پاک جمال دکھاوَ

میں بھی جاناں اوگنہارا لائق نہیں جمالاں

تینوں سب توفیقاں حضرت نیک کردبدحالاں